تحریک پاکستان میں اسلامیہ کالج لاہور کا کردار

مولفہ

محمد حنیف شاہد

ناشر:۔ انٹرنیشنل اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ریاض (سعودی عرب)

انتساب

زبیدہ

حفیظ

صدف

عظمیٰ

شمائلہ

عمارہ

کے نام

محمد حنیف شاہد

(تعارف)

یکم جنوری ۱۹۳۹ء کو لاہور میں پیدا ہوئے ۱۹۶۲ء میں بی۔اے ۱۹۶۳ء میں ڈپلومہ ان لائبریری سائنس ۱۹۶۵ء میں سرٹیفکیٹ ان فرنچ اور ۱۹۷۰ء میں ایم۔اے (اردو) پنجاب یونیورسٹی نے ڈاکٹریٹ کے لئے تحقیقی مقالہ بعنوان ''شیخ عبدالقادر کی علمی وادبی خدمات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ'' لکھنے کی منظوری دی جسے از سرنو منظوری کے بعد مکمل کرنے میں مصروف ہے اور نصف سے زیادہ کام ختم کر چکے ہیں۔

پنجاب پبلک لائبریری اور پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور میں پندرہ سال خدمات انجام دینے کے بعد ۱۹۷۹ء کے اوائل میں جامعہ ملک سعود سے منسلک ہوئے اور تا حال بحیثیت امین مکتبہ خدمات انجام دے رہے ہیں۔

۱۹۵۸ء میں ادبی زندگی کا آغاز کیا موصوف کے اب تک ڈھائی سو سے زیادہ علمی، ادبی، تحقیقی، اور فنی مضامین ومقالات پاکستان کے موقر رسائل وجرائد اور اخبارات میں شائع ہو چکے ہیں۔

۱۹۷۲ء اور ۱۹۷۷ء کے دوران میں ریڈیو پاکستان لاہور اور پاکستان ٹیلی ویژن کارپوریشن لاہور میں مختلف موضوعات پر پروگراموں میں شرکت کی۔نیز ''علامہ اقبال اور قائداعظم کے سیاسی نظریات'' پی۔ٹی۔وی پروگرام میں ڈاکٹر منیر الدین چغتائی سید نذیر نیازی، پروفیسر سید وقار عظیم کے ہمراہ شریک ہوئے۔

۱۹۷۷ء میں علامہ اقبال کے صد سالہ جشن ولادت کی تقریبات کے سلسلہ میں منعقدہ اقبال انٹرنیشنل کانگریس میں بحیثیت پاکستانی مندوب شریک ہوئے۔اور ''علامہ اقبال اور گورنمنٹ کالج'' کے عنوان سے مقالہ پیش کیا۔

۱۰۔نومبر ۱۹۸۵ء کو ریاض ریڈیو (سعودی عرب) سے موصوف نے علامہ اقبال بحیثیت شاعر اسلام ''اے گیسٹ اینڈ اے ڈایالاگ'' عنوان کے تحت پروگرام پیش کیا۔

۰۲۔نومبر ۱۹۸۶ء کو منعقد ہونے والے ''یوم اقبال'' (ریاض) کی تقریبات میں بطور ''مہمان خصوصی'' شریک ہوئے اور ''اقبال اور عشق رسول'' کے عنوان سے مقالہ پیش کیا۔اس ''یوم اقبال'' کا اہتمام پاکستان سفارت خانے اور پاکستان کلچرل گروپ ریاض نے کیا تھا۔

۲۰ ۔ دسمبر اور ۲۷۔ دسمبر ۱۹۸۶ء کو یکے دیگرے سعودی عرب کے ٹیلی ویژن (سکینڈ چینل) سے ''علامہ اقبال بحیثیت مفکر و شاعر اسلام'' ویوز اینڈ تھاٹس'' عنوان کے تحت دو پروگرام پیش کئے۔

۹۔اپریل ۱۹۸۷ء کو اقبال انٹرنیشنل سمپوزیم منعقدہ ریاض زیر اہتمام سفارت خانہ پاکستان وانجمن ثقافت میں شرکت کی اور ''اقبال کا فلسفہ تعلیم'' کے موضوع پر انگریزی میں مقالہ پیش کیا۔اس اجلاس کی صدارات نامور سعودی سکالر ڈاکٹر مانع الجھنی نے کی ۔اور اس میں مصر،عراق،سوڈان،سری لنکا،جرمنی اور پاکستان کے مندوب شریک ہوئے۔

۳۰۔ مارچ ۱۹۸۸ء کو اقبال انٹرنیشنل کانگریس منعقدہ رباط (مراکش) میں علامہ اقبال اور عربی زبان کے عنوان سے مقالہ پیش کیا۔

سعودی عربین براڈ کاسٹنگ سروس جدہ کے اردو پروگرام اہلاً و سہلاً (نشر شدہ) ۳۱۔ اکتوبر ۲۱۔نومبر ۱۹۹۱ء کو یکے بعد دیگرے پروگرام پیش کئے۔

اس کے علاوہ گذشتہ بارہ برس سے ریاض (سعودی عرب) میں منعقدہ ہونے والے یوم اقبال ''یوم قائد اعظم'' یوم پاکستان یوم استقلال وغیرہ میں درجنوں

مقالات پیش کر چکے ہیں۔

صدر بزم اقبال ریاض

نائب صدر، انجمن فروغ ادب پاکستان ریاض

سیکرٹری جنرل انٹرنیشنل اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ (لندن سب آفس ریاض)

کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے ہیں۔

موصوف چار درجن کے لگ بھگ کتب تحریر کر چکے ہیں جن میں سے تین درجن کے قریب زیور طبع سے آراستہ ہو کر نہ صرف پاکستان کے علمی و ادبی حلقوں میں شرف قبولیت حاصل کر چکی ہیں۔ بلکہ بیرونی ممالک میں بھی پسندیدگی کی رو سے دیکھی گئی ہیں۔ مفکر پاکستان علامہ اقبال بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح شہدائے پاکستان (جنہوں نے وطن عزیز کے دفاع کی خاطر جان عزیز قربان کر دی اور نشان حیدر کا سب سے بڑا فوجی اعزاز حاصل کیا) شیخ سر عبدالقادر مدیر پنجاب آبزرور مخزن) کی شخصیت سیرت و کردار اور فکر و فن کے بارے میں کتب کے علاوہ دیگر ادبی اور اسلامی موضوعات پر مندرجہ ذیل کتب لکھ چکے ہیں۔

۱۔ مفکر پاکستان (احوال و آثار اقبال) علامہ اقبال کی مستند اور کامل ترین سوانح حیات نئے اور اچھوتے اضافوں کے ساتھ لاہور سنگ میل پبلی کیشنز ۱۹۸۴ء ۷۲۰ صفحات (بڑا سائز) تعارف از ڈاکٹر سلیم اختر۔

۲۔ اقبال اور انجمن حمایت اسلام لاہور علامہ اقبال کے انجمن مذکور کے ساتھ اڑتیس سالہ تعلیمات کی مستند ترین تاریخ لاہور کتب خانہ انجمن حمایت اسلام ۱۹۷۶ء ۲۰۰ صفحات تعارف ڈاکٹر جاوید اقبال پیش لفظ میاں امیر دین اور پروفیسر سید وقار عظیم

۳۔ علامہ اقبال اور قائد اعظم کے سیاسی نظریات ۔ علامہ اقبال اور قائد اعظم کے

مابین سیاسی اختلافات، تعلقات اور خط وکتابت کا دل آویز مرقع جس کے بارے میں پی ٹی وی سے خصوصی پروگرام نشر ہوا۔ لاہور شیخ غلام علی اینڈ سنز ۱۹۷۶ء، ۴۱۶۔ صفحات۔

۴۔ نذر اقبال (علامہ اقبال کی شخصیت اور فکروفن کے بارے میں شیخ سر عبدالقادر کے اردو مضامین ومقالات اور لیکچروں کا مجموعہ) لاہور بزم اقبال ۱۹۷۲ء، صفحات ۲۱۴،

۵۔ اقبال چوہدری محمد حسین کی نظر میں (علامہ اقبال کے فکروفن اور شاعری پر تنقیدی مقالات) تعارف ڈاکٹر سید معین الرحمٰن لاہور سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۷۵ء ۲۳۲صفحات،

۶۔ اقبال اور پنجاب کونسل، علامہ اقبال کی عملی سیاسی زندگی کی مستند ترین اور اولین تاریخ لاہور مکتبہ زریں ۱۹۷۷ء ۱۲۰صفحات

۷۔ اقبال کی کہانی اقبال کی زبانی علامہ اقبال کی خودنوشت داستان حیات اور کارنامے۔ محد سے لحد تک لاہور مکتبہ حفیظ ۱۹۷۷ء صفحات ۱۸۴

۸۔ ٹری بیوٹس ٹو اقبال علامہ اقبال کے رفقاء کا خراج تحسین، لاہور سنگ میل پبلی کیشنز ۱۹۷۷ء، ۳۳۵صفحات،

۹۔ اقبال۔ دی گریٹ پوئٹ آف اسلام (انگریزی) علامہ اقبال کے حبیب اور جلیس شیخ سر عبدالقادر کے انگریزی مضامین، مقالات اور لیکچروں کا مرقع پیش لفظ ڈاکٹر جاوید اقبال لاہور سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۷۵ء، ۱۲۰صفحات،

۱۰۔ اقبال کی بارگاہ میں علامہ اقبال کی صحبت میں بیٹھنے والے احباب کا خراج عقیدت لاہور یونیورسل بکس ۱۹۹۲ء ۲۶۰صفحات،

۱۱۔ حیات اقبال کے چند پہلو۔ علامہ اقبال کی شخصیت، سیرت اور فکروفن کے

بارے میں راقم الحروف کے تحریر کردہ مضامین و مقالات کا مجموعہ۔ مقدمہ پروفیسر افضل حق قریشی مقبول اکیڈمی ۱۹۹۲ء (زیر طبع)

۱۲۔ اقبال اور عبدالقادر (شخین پنجاب علامہ اقبال اور شیخ عبدالقادر کے مابین تعلقات کا تفصیلی جائزہ) (زیر ترتیب)

۱۳۔ اقبال ان ڈاکومینٹس (انگریزی) (علامہ اقبال کی شخصیت کردار اور تعلیمی خدمات کے بارے میں سرکاری دستاویزات کا مرقع) (زیر ترتیب)

۱۴۔ اقبال اور سعودی شعراء و ادباء علامہ اقبال کی شخصیت اور فکر و فن کے بارے میں سعودی شعراء و ادباء کے مقالات کا مجموعہ (عربی)

۱۵۔ سعودی عرب میں اقبالیات۔ شاعر اسلام کے بارے میں سعودی عرب میں سرکاری غیر سرکاری اداروں، علمی و ادبی انجمنوں اور پاکستانی سکولوں کی سرگرمیوں کا جائزہ، لاہور، اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۹۲ء) (زیر طبع)

۱۶۔ اقبال کا پیغام طلباء کے نام تعارف از ڈاکٹر صدیق جاوید (زیر طبع)

(ب) قائداعظم محمد علی جناح

۱۷۔ اسلام اور قائداعظم لاہور مکتبہ، زریں ۱۹۷۶ء، ۷۶ صفحات۔ طبع دوم مقدمہ ڈاکٹر خالد علو، انٹرنیشنل اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ریاض ۲۴۰ صفحات ۱۹۹۱ء

۱۸۔ پنجاب کی کہانی، قائداعظم کی زبانی تعارف حکیم آفتاب احمد قریشی لاہور سنگ میل پبلی کیشنز ۱۹۷۶ء، ۲۱۲ صفحات،

۱۹۔ قائداعظم پر قاتلانہ حملہ۔ قائداعظم پر قاتلانہ حملے کے تفصیلات اور عدالتی کاروائی۔ لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۶ء۔ ۴۸ صفحات بڑا سائز۔

۲۰۔ قائداعظم کے دست راست۔ سردار عبدالرب نشتر کی حیات، خدمات اور قائداعظم کی شخصیت اور کردار کے بارے میں موصوف کے خیالات، لاہور، شیخ

غلام علی اینڈ سنز،۱۹۷۶ء،۲۵۲صفحات بڑا سائز

۲۱۔ ٹری بیوٹس ٹو قائداعظم (انگریزی) قائداعظم کے مسلم اور غیر مسلم معاصرین کا خراج تحسین لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز ۱۹۷۶ء،۲۳۲صفحات۔

۲۲۔ سپیچز، سٹیٹ منٹس اینڈ رائٹنگز آف قائداعظم (انگریزی) تعارف از نصرت علی لاہور سنگ میل پبلی کیشنز،۱۹۷۶ء،۲۳۲صفحات،

۲۳۔ تحریک پاکستان میں اسلامیہ کالج کا کردار۔ریاض انٹرنیشنل اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ۱۹۹۲ء(زیر طبع)

(ج) شہدائے افواج پاکستان

۲۴۔ میجر طفیل محمد شہید نشان حیدر دیباچہ میجر جنرل سرفراز خان لاہور شیخ غلام علی اینڈ سنز،۱۹۶۹ء،۳۰۰صفحات،

۲۵۔ کیپٹن راجہ محمد سرور شہید نشان حیدر دیباچہ جناب مقبول، جہانگیر لاہور سنز اٹز پبلی کیشنز،۱۹۷۲ء،۲۴۰صفحات،

۲۶۔ نشان حیدر پاکستان کا سب سے بڑا فوجی اعزاز پانے والے آٹھ شہداء کی داستان اور کارنامے تعارف جنرل ٹکا خان ، منظوم خراج تحسین جناب حفیظ جالندھری لاہور ٹیکنیکل پبلشرز،۱۹۷۲ء،۳۹۲صفحات،

۲۷۔ (د) سر شیخ عبدالقادر، مقالات عبدالقادر۔شیخ سر عبدالقادر کے سوانحی علمی، ادبی اور تنقیدی مقالات اور لیکچروں کا مجموعہ لاہور مجلس ترقی ادب ۱۹۸۶ء،۳۴۵ صفحات

۲۸۔ سر عبدالقادر اون اردو لٹریچر۔(انگریزی) بزم اقبال لاہور ۱۹۹۲ء زیر طبع۔

۲۹۔ سعودی عرب میں اردو سعودی عرب میں علمی وادبی سرگرمیوں کا جائزہ تعارف ڈاکٹر وحید قریشی اسلام آباد،مقتدرہ قومی زبان ۱۹۸۶ء،۲۴صفحات،

۳۰۔ شیخ سر عبدالقادر ۔ کتابیات شیخ عبدالقادر کی حیات اور علمی ادبی اور سیاسی کارناموں کی تفصیلی فہرست اسلام آباد،مقتدرہ قومی زبان۱۹۹۲ء زیر طبع،

۳۱۔ دیگر تصانیف۔

۳۲۔ آل انڈیا مسلم لیگ اور اردو ۔ اردو زبان کے دفاع ترویج اور ترقی میں آل انڈیا مسلم لیگ کا کردار دسمبر ۱۹۰۶ء سے دسمبر ۱۹۴۷ء تک تعارف ڈاکٹر جمیل جالبی ترجمہ اعجاز احمد فاروقی ۔ اسلام آباد مقتدرہ قومی زبان ۱۹۹۱ء ۴۲ صفحات،

۳۳۔ طبع دوم انٹرنیشنل اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ (ریاض) ۱۹۹۲ء، ۱۲۵ صفحات

۳۴۔ کتاب اخلاق تعارف مقبول جہانگیر لاہور ٹیکنیکل پبلیشرز، ۱۹۷۲ء ۱۱۲ صفحات

۳۵۔ حقوق وفرائض مقدمہ ڈاکٹر سید عابد احمد علی لاہور ٹیکنیکل پبلشرز، ۱۹۷۵ء ۸۰ صفحات

۳۶۔ موج ظرافت ۔ نامور شعراء وادباء کا طنز ومزاح دیباچہ مقبول جہانگیر لاہور ٹیکنیکل پبلشرز ۱۹۷۵ء ۸۰ صفحات،

۳۷۔ مشرقی پاکستان سے بنگلہ دیش سقوط مشرقی پاکستان کی تاریخ لاہور لاء ٹائمز ۱۹۷۶ء ۲۷۰ صفحات،

۳۸۔ عورت مشاہیر عالم کی نظر میں مشہور مفکرین شعراء وادباء کا خراج تحسین لاہور مکتبہ حفیظ ۱۹۲۲ء ۱۲۸ صفحات،

۳۹۔ سیرت رضاء حضرت ابوالرضا کی سوانح حیات مجموعہ کلام، لاہور مکتبہ حفیظ ۱۹۲۲ء ۸۰ صفحات،

۴۰۔ کہانیاں (مختلف غیر ملکی زبانوں میں ترجمہ) لاہور مہا ادب ۱۹۸۷ء، ۴۸

صفحات،

۴۱۔ شمس العلماء نامور علمی وادبی شخصیات کی سیرت سوانح اور کارنامے جنہیں شمس العلماء کے خطاب سے نوازگیا۔ ۳۰۰ صفحات زیر طبع

۴۲۔ شیخ سر عبدالقادر کی سیاسی خدمات ۔موصوف کی سیاسی خدمات کا تفصیلی جائزہ ۳۰۰ صفحات زیر طبع،

''تعارف''

اسلامیہ کالج لاہور پنجاب میں اسلامی تشخص کی پہلی نشانی ہے۔ انجمن حمایت اسلام لاہور پنجاب میں غالباً پہلی ایسی جماعت ہے جس نے تبلیغ اسلام کو اپنا شعار بنایا اور ایسا لٹریچر شائع کرنے کا ڈول ڈالا جس نے عیسائیوں کی تبلیغی سرگرمیوں کا مثبت جواب دیا اور مسلمانوں کو تعلیمی لحاظ سے بیدار کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ انجمن حمایت اسلام نے مغربی علوم کو مسلمانوں کی پس ماندگی کا علاج قرار دے کر سر سید احمد خاں کی ان مساعی کا ساتھ دیا جس نے مسلمانوں کو تعلیمی لحاظ سے جدید علوم سے آشنا کر کے انہیں بیسویں صدی کے پس منظر میں مسلم نشاۃ ثانیہ کا وہ درس دیا کہ انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسے مسلمانوں کی تہذیبی اور علمی شناخت بنتے چلے گئے۔ مدرستہ المسلمین کے قیام سے لے کر اسلامیہ کالج کی تاسیس تک چند برس ہی میں ایک لحاظ سے وہ جواب مہیا کیا جو عیسائی مشنریوں نے ایف سی کالج اور سناتن دھرم کالج کے نام لیواؤں اور اس نوع کے دوسرے اداروں کی تشکیل کر کے اپنے اپنے مذہبی طبقات کو مغرب کی نئی روشنی سے آشنا کرنے اور تہذیبی اور مذہبی تشخص کو برقرار رکھنے کے لئے ادا کیا تھا۔

انجمن حمایت اسلام کی سرگرمیوں کے تین بڑے واضع دائرے تھے پہلا دائرہ اسلام کی تبلیغ کا تھا جس میں انجمن اسلامیہ اور بعض دوسرے ادارے بھی اپنی اپنی بساط کے مطابق بر سر عمل تھے۔ دوسرا دائرہ مسلمانوں کی تعلیمی پس ماندگی کا علاج تھا چنانچہ اسلامیہ ہائی سکولوں کے ذریعے انجمن حمایت اسلام نے اس کام کی ابتداء کی او رلاہور کے علاوہ دوسرے شہروں میں بھی اپنی شاخیں قائم کیں تاکہ مسلمان اپنی مذہبی تعلیم کو بھی برقرار رکھ سکیں۔ تیسرا دائرہ انجمن حمایت اسلام کی مطبوعاتی سرگرمیاں تھیں جن میں درسی نوعیت کے علاوہ قرآن کریم اور اس کی تدریس کے

بارے میں کتابوں کی نشر واشاعت ایک اہم اقدام تھا۔

مسلمان ۱۸۵۷ء کے بعد جس پس ماندگی کا شکار تھے اور جو احساس کمتری ان میں پیدا ہو گیا تھا، اس دور کرنے کے لئے مغربی علوم سے آشنائی ضروری تھی۔ چنانچہ انجمن حمایت اسلام نے تعلیم کے دائرے کو اولین اہمیت دی اور مسلمانوں میں یہ احساس پیدا کیا کہ مغرب سے آنے والے علوم کو حاصل کر کے اور اپنے دینی تشخص کو برقرار رکھ کے مسلمان اپنی پسماندگی کا علاج کر سکتے ہیں۔ یہ اقدام سرسید نے پیدا کی انجمن حمایت اسلام اسی کی ایک توسیعی شکل تھی چنانچہ ۱۸۹۲ء میں انٹر کالج کا قیام عمل میں آیا اور ۱۹۰۰ء تک ڈگری کی کلاسوں کا اجراء ہو گیا۔ غریب اور نادار مسلمان طالب علموں کے لئے سستی تعلیم مہیا کرنے کے ساتھ ساتھ انجمن حمایت اسلام نے نادار طالب علموں کے لئے وظائف کا اجراء کیا۔ یتیم طالب علموں کے لئے یتیم خانے قائم کئے اس طرح غریب اور متوسط طبقے کے لئے تعلیم کے راستے کھول کر انجمن حمایت اسلام نے مسلمانوں کو بیسویں صدی کے چیلنج کے لئے تیار کیا۔

ایک اور پہلو سے بھی انجمن حمایت اسلام کی مساعی قابل ذکر ہیں کہ اس نے مسلمانوں کو تعلیمی لحاظ سے باثروت بنانے کے علاوہ مسلمانوں کی سیاسی بیداری کے لئے بھی بھرپور کردار ادا کیا۔ اوائل ہی میں انجمن حمایت اسلام کو بعض ایسے سیاسی مسائل سے دوچار ہونا پڑا جو اس وقت کے لئے چیلنج کی حیثیت رکھتے تھے مثلاً اسلامیہ کالج کے الحاق کا مسئلہ اور تحریک ترک موالات۔ ہندوستان میں سیاسی بیداری کی لہر کچھ اس طرح اٹھی تھی کہ تحریک ترک موالات بظاہر مسلمانوں کی خیر خواہی اور خلافت کے مسئلے اس کی شناخت کے نمایاں پہلو تھے لیکن انجمن حمایت اسلام پنجاب یونیورسٹی سے اپنا الحاق توڑ لیتی اور اس میں سیاسی طور پر شریک ہو جاتی تو مسلمانوں

کے لئے شاید پنجاب میں سر اٹھانا ممکن نہ رہتا۔

مسلمانوں کے لئے سب سے بڑا چیلنج تحریک پاکستان تھا جس میں شروع ہی سے یہ ادارہ شریک رہا ہے۔ اسلامیہ کالج کے طلبہ نے تحریک پاکستان کے سرخیل کے طور پر جو خدمات انجام دیں ان کا ذکر کچھ دبے لفظوں میں کیا جاتا ہے حالانکہ پنجاب میں تحریک پاکستان کے مسلمانوں کے ملی تشخص کو انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسوں نے بہت تقویت دی ۱۹۱۵ء کے آس پاس انجمن شبلی کے سامنے چودھری رحمت علی نے پاکستان کا خاکہ پہلی بار پیش کیا۔ ۱۹۳۸ء میں خواجہ دل محمد نے انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسے میں پاکستان کے عنوان سے ایک نظم پیش کی۔ قائد اعظم نے پنجاب میں اسلامیہ کالج کو مرکزی اہمیت دی اور کئی دفعہ اسلامیہ کالج داد لاہور پیش کی گئی اس میں پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن نے اہم کردار ادا کیا جس میں اسلامیہ کالج کے طلبہ کی مساعی بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہیں۔ مارچ ۱۹۴۱ء نومبر ۱۹۴۲ء اور اپریل ۱۹۴۴ء میں قائد اعظم محمد علی جناح کی تقاریر نے طلبائے اسلامیہ کالج میں بیداری کی روح پھونک دی اور تحریک پاکستان کے لئے پہلی شہادت بھی اسلامیہ کالج کے ایک طالب علم ۔۔۔۔ محمد مالک نے حاصل کی۔

تحریک پاکستان میں اسلامیہ کالج کا کردار اتنا ہی اہم ہے جتنا علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ افراد نے جس طرح مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز کیا تھا اور ان میں سیاسی بیداری کی روح پھونک دی تھی اسی طرح اسلامیہ کالج کے نامور فرزندوں نے قائد اعظم محمد علی جناح کے پیغام کو قریہ قریہ پہنچایا۔ یوں تحریک پاکستان کے اولین مجاہدوں میں اسلامیہ کالج کے طالب علموں کی قربانیاں بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ ضرورت تھی کہ تحریک پاکستان کے اس پہلو کو تفصیل کے ساتھ پیش کیا جاتا۔ اس سلسلے میں بیدار ملک کے علاوہ محمد حنیف شاہد تاریخ کا ایک

اہم گوشہ ہی منور نہیں کیا بلکہ آنے والی نسلوں کے لئے ایک اہم دستاویز مہیا کر دی ہے۔

یہ کتاب اس لحاظ سے بہت اہمیت کی حامل ہے کہ اسلامیہ کالج کا یہ پہلو مربوط صورت میں سامنے آیا ہے اور آخر میں بعض اہم دستاویزات کو بھی شائع کیا جا رہا ہے۔ جو اسلامیہ کالج آرکائیوز کا بنیادی حصہ ہے لیکن جس تک عوام کی رسائی ممکن نہ تھی۔ اگر چہ بھٹو کے دور میں حکومت میں کالجوں کا نیشنلائز کر کے انجمن حمایت اسلام کی ان سرگرمیوں کو بہت نقصان پہنچایا اور انجمن حمایت اسلام آج اختلاف و کشمکش میں مبتلا ہے اس کے لئے مسلمانوں کو یہ آئینہ دکھانا بھی ضروری تھا کہ یک جہتی اور خلوص نیت سے کیا کچھ حاصل کیا جا سکتا ہے اور باہمی نفاق سے ملت کو کتنا نقصان پہنچ سکتا ہے اس لحاظ سے یہ کتاب انجمن حمایت اسلام کے مختلف دھڑوں اور سرکاری کالجوں کے لئے ایک آئینہ ہے جس میں ملت اسلامیہ اپنا چہرہ دیکھ سکتی ہے۔

۹۶۲۔این ڈاکٹر وحید قریشی

سمن آباد لاہور ۱۷ جون ۱۹۹۲ء

دیباچہ

۱۹۷۴ء کے آخر یہ دنوں کی بات ہے جب محترم جناب حکیم آفتاب احمد قریشی (مرحوم ومغفور) کے ایماء پر راقم نے ''قائداعظم اوراسلامیہ کالج لاہور'' کے عنوان سے کتاب تیار کی اس سے قبل راقم ''اقبال اورانجمن حمایت اسلام'' نامی کتاب مرتب کرچکا تھا جس کا قریشی صاحب موصوف کو بخوبی علم تھا کیونکہ انہوں نے اس کا کا مسودہ ملاحظہ کیا تھا اوراس کے بارے میں بحیثیت رکن سب کمیٹی اپنی گراں قدر رائے بھی قلمبند فرمائی تھی اور مذکورہ مسودہ اشاعت کے لئے تیار تھا۔قریشی صاحب سے راقم کا دیرینہ تعلق خاطر تھا اوروہ راقم کے پہلے کام کا بنظر غائز ملاحظہ فرما چکے تھے اس لئے انہوں نے تجویز کیا کہ اس اہم موضوع پر کام کیا جائے اور وہ راقم نے بفضل تعالیٰ انجام دیا۔

جب مسودہ مذکورہ بلا پایہ تکمیل تک پہنچ گیا تو راقم نے یہ مسودہ قریشی صاحب کے حوالے کردیا جسے انہوں نے چند ماہ اپنے پاس رکھا، اسے اچھی طرح دیکھا اورپھر راقم سے کہا کہ یہ مسودہ محترم جناب پروفیسر عبدالقیوم قریشی کی خدمت میں پیش کیا جائے تاکہ وہ بھی اسے ملاحظہ فرمالیں۔ پروفیسر قریشی صاحب نے مندرجہ ذیل مکتوب ۱۹۷۲۔۷۔۲۹) بھی راقم کے نام تحریر فرمایا جس میں لکھا۔

مکرمی! اسلام علیکم! امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے: آپ زحمت فرمائیں اورکسی وقت جناب قیوم قریشی صاحب ،چیئرمین انٹرمیڈیٹ وسیکنڈری ایجوکیشن بورڈ سے مل لیں۔قائداعظم اوراسلامیہ کالج کے سلسلے میں لیں اس سلسلے میں جو کمیٹی بنی ہے قیوم قریشی صاحب اس کے چیئرمین ہیں

خیر طلب

حکیم آفتاب احمد قریشی

قریشی صاحب کے ارشاد کی تعمیل میں راقم جناب پروفیسر عبدالقیوم قریشی کی خدمت بھی حاضر ہوا اور ''قائداعظم اور اسلامیہ کالج'' کے عنوان سے تیار کردہ مسودہ انہیں دے دیا۔ پروفیسر صاحب نے کچھ عرصہ کے بعد راقم کو فون کیا اور ملاقات کے بعد مسودہ مذکورہ راقم کو واپس لوٹا دیا تا کہ اسے دوبارہ جناب حکیم آفتاب احمد قریشی کو دیا جائے چنانچہ راقم نے مسودہ قریشی صاحب کے حوالے کر دیا اور پروفیسر قیوم قریشی صاحب سے ملاقات اور ان کے تاثرات بھی انہیں بتا دیئے۔ اس موقع پر قریشی صاحب نے راقم کو پانچ سو روپے دئے اور فرمایا یہ جب خرچ ہے اصل ادائیگی کتاب کی اشاعت پر کریں گے''۔ بعد ازاں انہوں نے اپنے ایک دوست اور کمیٹی کے رکن جناب بیدار ملک سے بھی ملاقات کروائی۔ پروفیسر قیوم قریشی اور بیدار ملک صاحب نے راقم سے ملاقات کے وقت اپنے وزٹنگ کارڈ مرحمت فرمائےاور آئندہ ملاقات کے لئے پیش کش فرمائی۔ دونوں کارڈ راقم کے پاس اب تک محفوظ ہیں۔

حکیم قریشی صاحب وقتاً فوقتاً اپنے احباب سے ملاقات کروایا کرتے تھے۔ ایک بار انہوں نے ایک دوست سید صاحب سے ملوایا جبکہ رقم اور قریشی صاحب میاں ایم اسلم کے دولت کدے پر جمع ہوئے تھے۔ چنانچہ سید صاحب سے ممکنہ معلومات حاصل کرنے کی خاطر انہوں نے راقم کو ۱۹۷۶-۱۱-۲۵ کو ایک مکتوب تحریر فرمایا۔

مکرمی السلام علیکم امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے: آپ سے ملاقات نہیں ہوئی آپ کا کام تو کر رہے ہوں گے۔ سید صاحب جو آپ کو ایم اسلم صاحب کے مکان پر ملے تھے وہ ہر اتوار کی صبح کو اسلم صاحب کی رہائش گاہ پہ ہوتے ہیں اور سہ پہر ہیرٹ بیکری، بیڈن روڈ پہ بیٹھے ہیں، انہیں اسلامیہ کالج میں تقریبات اور جلسوں کی بابت خاصی معلومات ہیں بالخصوص جن میں قائداعظم شامل تھے، آپ انہیں کسی وقت مل لیں۔

خیر طلب

آفتاب احمد قرشی

قریشی صاحب کا پروگرام تھا کہ ۱۹۷۶ء میں قائد اعظم محمد علی جناح کے صد سالہ ولادت کی تقریبات کے پرسعید اور مبارک موقع پر کتاب شائع کی جائے جو بوجوہ اس عظیم موقع پر چھپ نہ سکی۔ اس موقع پر راقم نے متعدد مضامین تحریر کیے جو پاکستان کے مشہور و معروف رسائل و جرائد میں شائع ہوئے۔ اسی زمانے میں راقم نے قائد اعظم اور اسلامیہ کالج کے نام سے ایک طویل مضمون (جو ۲۶ صفحات پر مشتمل تھا) تحریر کیا جو ریسرچ سوسائٹی آف پاکستان کے جرنل بابت اکتوبر ۱۹۷۶ء (قائد اعظم نمبر) جلد ۱۳ نمبر ۴ میں چھپا۔ یہ مضمون دراصل مذکورہ کتاب کی ایک لحاظ سے تلخیص تھی۔

افسوس کہ مذکورہ کتاب پرگرام کے مطابق وقت پر اشاعت پذیر نہ ہو سکی ۱۹۷۹ء کے اوائل میں راقم ریاض (سعودی عرب) چلا آیا۔ جب کبھی لاہور جاتا ہوتا قرشی صاحب سے ملاقات ہوتی اور کتاب کا ذکر آتا تو قرشی صاحب کسی نہ کسی مجبوری کا ذکر کرتے۔ چنانچہ نامعلوم وجاہات کے باعث کتاب کی اشاعت کا مسئلہ کھٹائی میں پڑا رہا۔

مختصر یہ کہ وقت گزرتا گیا تا آں کہ قرشی صاحب اللہ کو پیارے ہو گئے اور ان کی وفات کے سبب زیور طبع سے آراستہ نہ ہو سکی۔ جب لاہور جانا ہوا تو راقم قرشی صاحب کی تعزیت کے لئے ان کے برادر حقیقی سے حکیم ریاض احمد قرشی سے ملاقت کی۔ ازاں بعد ریاض احمد قرشی سے کتاب مذکورہ کے مسودے کا ذکر کیا تو انہوں نے گھر پر ڈھونڈنے کا وعدہ فرمایا لیکن چونکہ مسودہ ان کے گھر پر نہ تھا، ایک صاحب نے خبر دی کہ مسودہ مذکورہ شاید آفتاب احمد قرشی مرحوم نے پروفیسر شریف المجاہد کو دیا تھا،

تاکہ وہ اسے قائداعظم اکیڈمی کی طرف سے شائع کردیں۔ راقم نے پروفیسر شریف المجاہد سے رابطہ قائم کرنے کے لئے ان کی خدمت میں مکتوب تحریر کیا لیکن انہوں نے جواب تک دینا گوارا نہ کیا پھر معلوم ہوا کہ مسودہ بیدار ملک صاحب کے پاس ہے چنانچہ ان کی خدمت میں بھی خط تحریر کیا گیا لیکن جو جواب ندارد جب ہر طرف سے ناکامی ہوئی تو راقم سے ۲۳ دسمبر ۱۹۸۷ء کو ایک طویل مکتوب نوائے وقت اور جنگ کو بھیجا جس نکلا۔ ایک اطلاع کے مطابق مسودہ ڈاکٹر رفیق احمد کے پاس ہے اس سلسلے میں محترم جناب ڈاکٹر رفیق احمد ڈائریکٹر سنٹر فار ساؤتھ ایشین سٹڈیز کی خدمت میں مکتوب روانہ کیا گیا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے مندرجہ ذیل جواب ۲ دسمبر ۱۹۹۰ء کو مرحمت فرمایا:

محترمی محمد حنیف شاہد صاحب اسلام علیکم

آپ نے اپنے مکتوب مورخہ ۲۵ جون ۱۹۹۰ء میں "قائداعظم اور اسلامیہ کالج" کے موضوع پر تحریر کردہ جس مسودہ کا ذکر کیا ہے وہ ہمیں بیدار ملک یا کسی اور مصنف نے ابھی اشاعت کے لئے نہیں دیا۔ بہر حال آپ کے خط کے مندرجات نوٹ کے لئے گئے ہیں اگر کبھی ہمیں ایسا مسودہ موصول ہوا تو آپ کی فراہم کردہ اطلاع کی روشنی میں اس کا جائزہ لیا جائے گا۔

آپ کا مخلص

ڈاکٹر رفیق احمد

بہر حال تلاش و جستجو کا سلسلہ جاری رہا جب تک کہ فیصل آباد سے ایک بزرگ جناب محمد بخش۔ صدر ویلفئر سوسائٹی فیصل آباد) نے راقم کے نوائے وقت میں شائع ہونے والے مکتوب کی نقل ارسال کی اور مسودہ ڈھونڈ نکالنے میں ہر قسم کے تعاون کا یقین دلایا مختصر یہ کہ ان کی مساعی جمیلہ کے نتیجے میں محترم جناب پروفیسر سے عبدالقیوم قرشی کا

پتہ دستیاب ہوگیا راقم بزرگوار محمد بخش صاحب کا صدق دل سے ممنون و احسان مند ہے کہ انہوں نے جس خلوص محبت اور بھائی چارے کا مظاہرہ کیا، یہ انہی کا حصہ ہے خدائے بزرگ و برانہیں جزائے خیر عطا فرمائے:

راقم کا مکتوب دستیاب ہونے پر محترم پروفیسر عبدالقیوم قریشی صاحب نے حسب ذیل جواب ۲۲ اگست ۱۹۹۱ء کو مرحمت فرمایا:

عزیزم محترم محمد حنیف شاہد علیکم السلام ورحمتہ اللہ

آپ کا خوبصورت خط ملا حالات سے آگاہی ہوئی۔ آپ کا ذکر اکثر ہوتا رہا ہے۔ م میں خوش ہوں کی اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک عہدہ جلیہ پر فائز کر رکھا ہے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ کی وجہ سے پاکستان کا نام روشن ہوگا۔

آپ نے گم شدہ مسودے کا صحیح کھوج لگایا ہے۔ آخر آپ محقق جو ٹھہرے۔ میں آپ کے خط کی ایک نقل ڈاکٹر رفیق احمد صاحب کو بھیج رہا ہوں۔ ان کے بارے میں بھی آپ کا تجزیہ درست ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ آئندہ آپ کوئی مسودہ اس کی نقل رکھے بغیر کسی کو نہ دیں تاکہ ممکنہ غلط استعمال کا سدباب ہو سکے۔

آفتاب قریشی مرحوم عظیم انسان تھے۔ دوستوں کی بہت قدر کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

آپ کا بائیو ڈیٹا نہایت درخشاں ہے اور آپ کی تخلیقی صلاحیتوں اور کاوشوں کا آئینہ دار میں آپ کی نئی تصنیف کا منتظر رہوں گا۔

میں اپنے بائیو ڈیٹا کی ایک نقل بھیج رہا ہوں۔ میری موجودہ تقرری جو ریٹائرمنٹ کے بعد دوسری ہے، جلد ختم ہونے والی ہے اس کے بعد میں فارغ رہوں گا۔ مصروفیت کی اگر کوئی سبیل نکل سکے تو مطلع کریں۔ میری مستقل رہائش لاہور میں ہوگی اور پتہ مندرجہ ذیل:

پروفیسر عبدالقیوم قریشی
نمبر ۵ بیرون کشمیری دروازہ لاہور

والسلام
مخلص
عبدالقیوم قریشی

محترم جناب پروفیسر عبدالقیوم قریشی صاحب اور حکیم آفتاب احمد قریشی مرحوم کے خطوط ثابت ہوگئی کہ راقم نے قائداعظم اور اسلامیہ کالج کے عنوان کے تحت کتاب تیار کی لیکن تادم تحریر یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ مذکورہ مسودہ کہاں گیا جن لوگوں نے اس امر کی نشاندہی کی تھی کہ مسودہ فلاں جگہ ہے اب بعض مصلحتوں کی بناء پر وہ پس وپیش کرر ہے ہیں۔ ہر حال ایسی صورت حالات میں سوائے صبر کے اور کوئی چارہ کار نہیں قہر درویش بر جان درویش والا معاملہ ہے۔ ممکن ہے خدا کو ہی ایسے منظور ہو اس لئے اس کی رضا کی آگے سر تسلیم خم ہے اور ہی ہر حال میں راضی بر ضا رہنا چاہیئے۔

گزشتہ برس جب راقم سالانہ رخصت کے سلسلے میں لاہور گیا تو ایک محترم دوست نے فرمایا کہ وہ اسلامیہ کالج کی تاریخ مرتب کرر ہے ہیں، اس ضمن میں انہیں راقم کا تعاون درکار ہے۔ راقم کے پاس چند چیزیں تو تھیں لیکن وہ پرانے مکان میں ادھر ادھر بکھری ہوئی تھیں جن کا ان دنوں ڈھونڈنا مشکل تھا کیونکہ چھٹی کے چند ایام باقی تھے اور کام بہت زیادہ چنانچہ راقم نے چند امور کی نشان دہی کر کے ان سے معذرت چاہی۔

اس بار جب فروری میں لاہور آنا ہوا تو اہل خانہ پرانے گھر (سمن آباد) سے نئے گھر جہاں زیب، علامہ اقبال ٹاؤن میں منتقل ہو چکے تھے۔ اور بچوں نے یہ کام کیا کہ تمام کتب ورسائل وغیرہ کو ترتیب دے کر لائبریری میں سجا دیا تھا چنانچہ انہیں دیکھ کر جی

باغ باغ ہو گیا۔

لاہور میں قیام کے دوران یہ انکشاف ہوا کہ انجمن حمایت اسلام حکومت پنجاب کے تعاون سے اسلامیہ کالج لاہور (اکتوبر ۱۸۹۲ء) کی اکتوبر ۱۹۹۲ء میں ڈائمنڈ جوبلی‘ منا رہی ہے۔ یہ خبر خوش آئندہ بھی تھی اور تکلیف دہ بھی، خوش آئندیوں کہ اس عظیم تعلیمی ادارے خدمات انجام دیئے ہوئے سو سال برس ہو گئے لہٰذا اس کے یوم تاسیس کی صد سالہ تقریبات ضرور منائی جانی چاہیں۔ تکلیف دہ ان معنوں میں کہ کاش مذکورہ بالا مسودہ اس وقت موجود ہوتا تو اس تقریبا سعید پر اس کی اشاعت کا سنہری موقع تھا اس کیفیت سے دو چار ہونے کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ گم شدہ مسودے کا ’’کفارہ‘‘ ادا کرنے کے لئے جس قدر مواد موجود ہے اور کتب خانوں سے میسر آسکتا ہے اسے جمع کر کے کتابی صورت دیجائے۔ چنانچہ اس فیصلے کی روشنی میں راقم نے اللہ کا نام لے کر کام شروع کر دیا اور شبانہ روز کی تلاش، جستجو اور محنت کے نتیجے کی صورت میں زیر نظر کتاب ’’تحریک پاکستان میں اسلامیہ کالج کا کردار‘‘ آپ کے ہاتھوں میں پہنچ رہی ہے۔ جہاں تک راقم سے ممکن ہوا ہے مواد سمیٹ کر کتاب میں شامل کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اگر خدا وند کریم تائید و نصرت شامل حال نہ ہوتی تو یہ کتاب اتنے تھوڑے عرصہ میں تیار نہ ہوسکتی۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

لیکن اس حقیقت کا اعتراف بھی ضروری ہے کہ راقم نے ۱۹۲۸ء سے لیکر ۱۹۷۴ء تک اقبال اور انجمن حمایت اسلام‘‘ کے حوالے سے جو تحقیقی کام کیا تھا اور جو نوٹس لئے تھے ان سے بہت استفادہ کیا ہے۔ نیز اس کتاب کی ترتیب میں چند احباب نے خصوصی تعاون کیا ہے، ان کا صدق دل سے راقم ممنون و احسان مند ہے اور ان کے

لئے دعا گو ہے اس کے علاوہ بعض کتب خانوں خاص کر پنجاب پبلک لائبریری، پنجاب یونیورسٹی لائبریری اور انجمن حمایت اسلام کے جریدے حمایت اسلام سے خاطر خواہ معلومات دستیاب ہوئی ہیں ۔راقم ان تمام متعلقہ احباب کا شکر گزار ہے جنہوں نے تعاون فرمایا ۔

کتاب کی پروف خوانی کا سہرا راقم کی بیٹیوں عظمیٰ، شمائلہ اور عمارہ کے سر ہے جنہوں نے گھریلو کام کاج اور تعلیمی مصروفیات کے باوجود اس عظیم کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا ۔کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں تمام بھاگ دوڑ راقم کے صاحبزادے محمد حفیظ شاہد نے کی ۔دعا ہے کہ خداوند بزرگ و برتر انہیں صحت و سلامتی سے نوازے اور اجر عظیم عطا فرمائے ۔

کتاب کو دیدہ زیب اور فریب نظر بنانے اور صوری و معنوی خوبیوں سے آراستہ و پیراستہ کرنے کا ''کریڈٹ'' عزیزم ثاقب نواز ملک اور برادر محترم جناب رب نواز ملک کو جاتا ہے ۔اگر ان کو خصوصی اور پر خلوص تعاون شامل حال نہ ہوتا تو یہ کتاب زیر طبع سے آراستہ ہو کر آپ کے ہاتھوں میں نہ پہنچی اللہ تعالیٰ ان پر اپنے انوار رحمت کی بارش فرمائے اور ان کے درجات بلند کرے اور ملک و ملت کی مزید خدمت کی توفیق بخشے!

کتاب کے بارے میں آپ کی گرانقدر آراء کا بے تابی سے انتظار رہے گا ۔اس عظیم کام میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں اس سلسلے میں صرف اتنا عرض کیا جا سکتا ہے کہ

مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید

اپنے قدیم کرم فرما اور محسن، نامور ماہر تعلیم، محقق، ادیب اور نقاد جنہوں نے اسلامیہ کالج لاہور میں اپنی زندگی درس و تدریس میں صرف کردی اور جنہیں یہ فخر حاصل ہے انہوں نے قریباً تمام جلسوں میں شرکت کی جو قائد اعظم محمد علی جناح کی صدارت

میں اسلامیہ کالج لاہور کے عظیم الشان اور وسیع میدان میں منعقد ہوئے، ڈاکٹر وحید قریشی کا شکریہ ادا کرنا ہے جنہوں نے اپنی علالت اور عدیم الفرصتی کے باوجود کتاب کے لئے ''تعارف'' تحریر فرمایا۔ دلی دعا ہے کہ خداوند کریم انہیں صحت و تندرستی عطا فرمائے اور ملک وملت کی مزید خدمات کی توفیق بخشے۔

میں دل کی گہرائیوں سے برادر محترم جناب سید ابوظفر کا ممنون ہوں جنہوں نے کتاب کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا اور ہر ممکن تعاون کا یقین دلایا۔ سید ابوظفر، نہایت مخلص بے لوث اور شفیق انسان ہیں۔ قوم وملت کا درد ان میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ کٹر قسم کے محب وطن قائداعظم اور علامہ اقبال کے شیدائی ہیں، علم وادب کی خدمت کا جذبہ ان میں فراواں ہے اور ان کا طرہ امتیاز یہ ہے کہ جب تک ہفتے میں ایک دو علمی و ادبی فنکشن منعقد نہ کرلیں، انہیں چین نہیں آتا۔ دعا ہے خداوند بزرگ و برتر ان کا یہ جذبہ قائم و دائم رکھے۔

آخر میں ان تمام احباب کا ممنون ہوں جنہوں نے کتاب کی ترتیب وتدوین میں کسی نہ کسی طرح تعاون فرمایا۔

گر قبول افتدز ہے عزو شرف

۱۷۰۔ جہاں زیب بلاک — محمد حنیف

علامہ اقبال ٹاؤن لاہور — ۱۸ جون ۱۹۹۲ء

مادرِ پنجاب

(انجمن حمایت اسلام لاہور)

یہ چند اشعار اس طویل نظم میں سے منتخب کیے گئے ہیں۔ جو شمس العلماء مولانا الطاف حسین حالی نے انجمن حمایت اسلام کی سالانہ اجلاس منعقدہ ۳ اپریل ۱۹۰۴ء میں ہزاروں افراد کی موجودگی میں پڑھی تھی۔

دے خدا برکت جماعت میں تری اے انجمن
کردیا تو نے نیا اسلام کا عہد کہن
جس طرح اسلام کی بنیاد غربت میں پڑی
تو نے بھی غربت میں جھیلے مدتوں رنج ومحن
جیسے گزرے سخت پہلے چند سال اسلام پر
ایسی ہی گزری ہیں پہلی منزلیں تیری کٹھن
اول اول جیسے یاور تھے قلیل اسلام کے
تیرے یاور بھی یونہی تھے ابتداء میں چند تن
فتح پائی تو نے آخر اپنے استقلال سے
بج گیا ڈنکا تیرا کابل سے لے کر تا دکن
تجھ سے امیدیں ہیں وابستہ بہت احباب کی
قوم کی دایہ ہے تو اور ماں ہے تو پنجاب کی

انجمن حمایت اسلام

پس منظر اور خدمات

سلطنت مغلیہ کے زوال سے برعظیم پاک وہند کے مسلمانوں کی تاریخ کا انتہائی اندوہناک باب شروع ہوتا ہے۔ان کی سیاسی فوقیت، معاشی ثروت، اخلاقی عظمت اور ثقافتی شان وشوکت کا خاتمہ ہوگیا۔۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کو ایک بغاوت اور ایک شرارت سے تعبیر کیا گیا اور اس کی ساری ذمہ داری، برداران وطن اور غیر ملکی فاتحین نے، مسلمانوں کے سر ڈال دی۔انہیں کچلنے کے لئے ایسا طرز حکومت اختیار کیا گیا جس کی بنیاد خوف اور ہراس پر تھی۔ان کے جذبہ حریت کو دبانے کیلئے ایسے حربے اختیار کیے گئے کہ ان کے لئے زندگی کے کسی شعبے میں کوئی باعزت جگہ باقی نہ رہی ۔۔۔تعلیمی لحاظ سے پسماندہ ،سول اور فوجی ملازمتوں سے محروم ،صنعت و تجارت سے بے دخل ۔۔۔قصہ مختصر، معتوب قوم پر ترقی کے تمام دروازے بند کر دیئے گئے اور آہستہ آہستہ وہ اسے اپنا مقدر سمجھ کر اخلاقی لحاظ سے بھی رو بہ انحطاط ہونے لگی۔

دوسری طرف ہندوؤں کو ہر طرح کی مراعات کا مستحق سمجھا گیا۔تعلیمی اداروں اور سرکاری ملازمتوں کے دروازے ان پر کھلے تھے، تجارت اور صنعت وحرفت پر وہ چھائے جا رہے تھے، سیاسی اعتبار سے ان کی اہمیت پر زور دیا جانے لگا تھا۔اس طرح وہ وج ایک ہزار سال تک مسلمانوں کی جنبش ابرو کے منتظر رہا کرتے تھے، چند برسوں میں نہ صرف ان کے مدمقابل آگئے بلکہ ان پر فوقیت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

انگریزی حکومت کے جبرو اقتدار کے سائے میں عیسائی مشنری ملک کے گوشے

گوشے میں عیسائیت کی تبلیغ کر رہے تھے اور مسلمانوں کو ترغیب و تحریص کے ذریعے دین حق سے روگرداں کرنے میں مصروف تھے۔ان کی دیکھا دیکھی آریا پرچار رکوں نے بھی ہاتھ پاؤں نکالنے شروع کئے اور جا بجا ان کی منڈلیاں جمنے لگیں۔ان لوگوں کا ہدف زیادہ تر ان پڑھ اور مفلس و نادار لوگ تھے، چنانچہ ان کی مکروہ کوششوں سے ہزاروں مسلمان عیسائیت اور آریت کی آغوش میں جانے لگے۔

۔۔۔۔بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ شکست خوردہ مسلمان اپنے زوال اور انحطاط پر راضی ہو گئے ہیں لیکن حزن و یاس کے اس عالم میں اور نا امیدی و بے قراری کے تاریک دور میں کچھ ایسے مسلمان بھی موجود تھے جن کے دل نور ایمان سے موجزن تھے اور دین ملت خدمت کے لئے مضطرب۔

۲۱ جنوری ۱۸۶۵ء کو ''انجمن پنجاب'' کا قیام عمل میں آیا۔اس کے مقاصد یہ تھے: قدیم مشرقی علوم کا احیاء، باشندگان ملک میں دیسی زبانوں کے ذریعے علوم مفید کی اشاعت صنعت و تجارت کا فروغ، علمی، ادبی، معاشرتی اور سیاسی مسائل پر بحث و نظر صوبے کے بارسوخ، اہل علم حضرات اور افسران حکومت میں رابطہ۔

بنیادی طور پر یہ ایک علمی اور تعلیمی انجمن تھی، چنانچہ اس کا دائرہ کار محدود تھا۔بایں ہمہ اس کی مساعی سے ۸ دسمبر ۱۸۶۹ء کو پنجاب یونیورسٹی کالج (موجودہ اورینٹل کالج) اور ۱۴ اکتوبر ۱۸۸۲ء کو پنجاب یونیورسٹی کا قیام عمل میں آیا۔ان اداروں نے جو تعلیمی اور علمی خدمات انجام دیں وہ سب پر واضح ہیں۔

۱۸۶۹ء میں پنجاب کے مسلمانوں کی پہلی قومی جماعت ''انجمن اسلامیہ، پنجاب'' قائم ہوئی۔غرض یہ تھی کہ مسلمانوں کی سیاسی، معاشرتی، تعلیمی اور اخلاقی حال سنواری جائے۔اس زمانے میں ان کی مذہبی حالت بے حد افسوس ناک تھی۔فرقہ بندیوں کے باعث مذہبی عناد اور فتنہ و فساد کا بازار گرم تھا اور ان کی عظیم الشان اور

تاریخی یادگاریں، مثلاً شاہی مسجد سنہری مسجد، مسجد ٹکسالی دروازہ اور تبرکات عالیہ وغیرہ طوائف الملوکی میں ضبط ہو چکے تھے۔

انجمن اسلامیہ کے اغراض و مقاصد یہ تھے کہ مسلمانوں کی مذہبی، اخلاقی، تعلیمی انجمن اسلامیہ کے اغراض و مقاصد یہ تھے: مسلمان طلبہ کو ترقی تعلیم کے لئے وظائف بطور قرض حسنہ دینا، مسلمانوں کے اوقات کی حفاظت، نگرانی اور انتظام اور ان میں توسیع کرنا، ہر اس معاملے میں جو کہ خدمت میں حسب ضرورت وفود یا عرضداشت بھیجنا

انجمن اسلامیہ کا دائرہ کار اپنے وسیع مقاصد کے مقابلے میں اگرچہ محدود رہا، تاہم اس نے مسلمانوں کی فلاح و بہبود، مساجد کی واگزاری، ان کی تعمیر و مرمت ،مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں اتحاد و اتفاق قائم کرنے اور ان میں عربی تعلیم کا ذوق وشوق پیدا کرنے میں شاندار خدمات انجام واتفاق قائم کرنے اور ان میں عربی تعلیم کے فروغ اور ترقی کے لئے شاہی مسجد میں ''مدرسہ عربیہ'' کا شاہی مسجد، سنہری مسجد، مسجد وائی لاڈو، مسجد ٹکسالی دروازہ، مسجد گمٹی بازار، مسجد حمام والی، مسجد شہید، مسجد شاہ چراغ وغیرہ کا انتظام وانصرام اور تعمیر و مرمت بھی انجمن اسلامیہ پنجاب کے ذمے رہی ہے۔

انجمن اسلامیہ پنجاب کے قیام کے آٹھ سال بعد برِ اعظم پاک و ہند میں مسلمانوں کی نشاۃ الثانیہ کے علمبردار سر سید احمد خان میدان عمل میں اترے۔ وہ اس حقیقت سے باخبر تھے کہ مسلمانان ہند کو ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ذلیل وخوار کیا جا رہا ہے اور ان کی قومی بقا کا راز اسی میں مضمر ہے کہ وہ خواب غفلت سے بیدار ہو کر اپنی ترقی کے لئے تن من دھن کی بازی لگا دیں۔ جنگ آزادی کے بعد سر سید پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے اپنی واماندہ قوم کی اصلاح اور مسلمانوں کی عظمت رفتہ کو واپس لانے کے لئے ایک پرامن، آئینی اور تعلیمی و اصلاحی جدوجہد کا آغاز کیا۔

انہوں نے مسلمانوں کی تعلیمی اور معاشرتی ترقی کا بہت بڑے پیمانے پر منصوبہ بنایا۔ وہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کو تعلیم یافتہ طبقہ، جس کا دائرہ روز بروز تنگ ہوتا جا رہا ہے، از سر نو وسعت اختیار کرے۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ ''علی گڑھ تحریک'' ہے۔ اسے عموماً ایک سیاسی اور تعلیمی تحریک سمجھا جاتا ہے، مگر حقیقت میں یہ ایک علمی و ادبی اور فکری تحریک بھی تھی، جس کے زیر اثر فکر و نظر میں اہم انقلاب رونما ہوا اور مغربی تصانیف سے استفادہ کرنے کا جو میلان پیدا ہوا وہ نہ صرف انداز نظر پر اثر انداز ہوا بلکہ موضوعات میں بھی تغیر و تبدل نمودار ہوا۔

سر سید ایک عظیم دینی مفکر بھی تھے ۔۔۔۔ ان معنوں میں نہیں کہ انہوں نے دینی ادب کی گہرائی اور گیرائی تک پہنچ کر اس کے حقائق و معارف کو از سر نو بیان کیا بلکہ اس اعتبار سے کہ انہوں نے اس پر ایک نئے زاویے سے نظر ڈالی۔ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ مذہب کو علوم جدیدہ کی روح اور ان کے اصول سے ہم آہنگ ہونا چاہیے۔ اس لحاظ سے ان کی اصلاحی تحریک اس تحریک سے بالکل مختلف تھی جس کے علمبردار سید احمد شہید، مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا عبدالقدوس تھے۔

سر سید کے افکار و نظریات نے ان کے زمانے کی تقریباً تمام تحریکوں کو متاثر کیا۔ اہل پنجاب نے بھی آگے بڑھ کر لبیک کہا اور ''سر سید سے زندہ دلان پنجاب'' کا خطاب پایا۔

علی گڑھ تحریک کے آغاز کے ٹھیک سات سال بعد ۱۸۸۴ء میں ''انجمن حمایت اسلام، لاہور'' کا قیام عمل میں آیا۔ علی گڑھ تحریک کا دائرہ محدود تھا۔ انجمن نے اس کام کو آگے بڑھایا اور بالخصوص اسلام اور اسلامی اقدار کی ترویج و اشاعت کے سلسلے میں وہ خدمات انجام دیں جو علی گڑھ تحریک انجام نہ دے سکی تھی۔ اس لحاظ سے نہ صرف ہندوستان بلکہ پورے ایشیاء میں ایسا کوئی ادارہ آج تک قائم نہیں ہوا جس نے اسلام

اور حمایت اسلام کا بیڑہ اٹھایا ہو یہ فخر صرف انجمن حمایت اسلام کو حاصل ہے!

مارچ ۱۸۸۴ء کا واقعہ ہے ۔ باغ بیرون دہلی دروازہ ، لاہور میں ایک پادری عیسائیت کی حمایت میں تقریر کر رہا تھا۔ تقریر کے دوران میں اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شان اقدس میں بعض نازیبا کلمات کہے۔ سامعین میں ایک غیرت مند مسلمان منشی چراغ دین بھی تھے۔ انہوں نے پادری کی اس حرکت پر اسے ٹوکا اور کہا کہ مسلمان سب کچھ برداشت کر سکتا مگر اپنے پیارے رسول (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی توہین برداشت نہیں کر سکتا۔ یہ زمانہ انگریزوں کی طاقت اور قوت شباب کا تھا اور ہزاروں افراد خوف اور لالچ کے تحت عیسائیت قبول کر چکے تھے، جن کی بڑی تعداد خاکروبوں اور موچیوں پر مشتمل تھی ۔ اس مجمع میں بھی بہت سے ایسے لوگ شامل تھے ۔ انہیں منشی چراغ دین کی یہ جرات رندانہ ناگوار گزری اور انہیں دھکے دے کر جلسہ سے نکال دیا منشی چراغ دین دل پر زخم کھا کر وہاں سے منشی محمد کاظم (بعد ازاں خان بہادر منشی محمد کاظم ، ڈپٹی پوسٹ ماسٹر جنرل) کے مکان پر آئے اور یہ دردناک واقعہ بیان کیا۔ بعد ازاں انہوں نے اپنے حلقہ احباب میں مختلف لوگوں سے اس موضوع پر گفتگو کی ، جن میں اس زمانے کے مشہور فاضل شمس العلماء شمس الدین شائق اور حاجی میر شمس الدین کے نام خصوصیت سے قابل ذکر ہیں ۔ یہ بزرگ بلاناغہ جمع ہوتے اور اسلام کے خلاف اس چیلنج کا مقابلہ کرنے کے بارے میں تبادلہ خیال کرتے ۔ ان مجالس میں مخالف وموافق دونوں قسم کی آراء کا نزدیک مسلمانوں کی عام بے حسی اور پسماندگی کے پیش نظر صورت حال میں کسی خوشگوار تبدیلی کا رونما ہونا سر سید احمد خاں کی کوششوں کو بار آور ہوتے دیکھ چکے تھے ۔ ان کا خیال تھا کہ اگر مسلمانوں کو مذہبی ، سیاسی اور تعلیمی پسماندگی سے نجات دلانے کی کوشش کی جائے تو کامیابی امکان موجود ہے ۔

آخر چھ ماہ کی بحث وتمحیص کے بعد ۲۴ ۱۸۸۴ء کو مسجد بکن خان ، اندرون موچی دروازہ، لاہور میں ایک اجتماع ہوا۔شرکاء کی تعداد ڈھائی سو کے لگ بھگ تھی ۔عام بہادر مسلمانوں کے علاوہ لاہور کے بعض باا ثر اور نامور بزرگ بھی اس جلسے میں موجود تھے ۔مثلاً خان بہادر محمد کاظم، حاجی میر شمس الدین، شمس الدین شائق،خلیفہ حمید الدین ،میاں کریم بخش،مولوی غلام اللہ قصوری،خلیفہ عماد الدین کے بعد شیخ پیر بخش ،مرزا عبدالرحیم دہلوی،مولوی سید احمد علی دہلوی،مرزا ارشد گورگانی،مولوی احمد دین وکیل، شیخ ایز دبخش،مولوی عبداللہ، مولوی دوست محمد، میاں محمد چٹو،ڈاکٹر محمد دین ناظر،منشی محبوب عالم ایڈیٹر پیسہ اخبار،بابا نجم الدین اور بہادر الدین۔اس اجتماع میں ایک ادارہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا،جس کے بنیادی مقاصد حسب ذیل قرار پائے۔

۱۔ عیسائیوں کی تبلیغ کا سدباب کرنا۔

۲۔ مسلمانوں کی تعلیم کے ایسے ادارے قائم کرنا جن میں قدیم وجدید دونوں قسم کے علوم کی تعلیم دی جائے ۔

۳۔ مسلمانوں کے یتیم ولاوارث بچوں کے لئے ایسے ادارے قائم کرنا جن میں پرورش کے علاوہ ان کی تعلیم وتربیت بھی کی جائے ۔

۴۔ اسلامی لٹریچر کی اشاعت

اس ادارے کا نام ''انجمن حمایت اسلام'' تجویز کیا گیا۔

انجمن کے قیام میں سب سے زیادہ سرگرمی کا مظاہرہ منشی چراغ دین نے کیا۔اس کا تخیل بھی سب سے پہلے ان ہی کے ذہن میں آیا تھا۔وہ ایک سرکاری دفتر میں ملازم تھے،لیکن مارچ ۱۸۸۴ء کے واقعے نے ان کے جذبات میں ہلچل پیدا کردی۔اسی روز سے ان کی زندگی میں انقلاب رونما ہوا۔انہوں نے جلد ہی اپنی ملازمت ترک

کردی اور انجمن کے قیام کے لئے شب زور کام کرنے لگے۔

انجمن کے قیام کے ساتھ ہی عہدیداروں کا انتخاب بھی کر لیا گیا۔ قاضی خلیفہ محمد حمید الدین صدر، مولوی غلام اللہ قصوری دبیر اعلیٰ منشی چراغ دین اور منشی پیر بخش نائب دبیران اور منشی عبدالرحیم خان خازن منتخب ہوئے۔ اسی روز سے مشہور و معروف عالم سید احمد علی شاہ دہلوی کی خدمات شہر کے مختلف محلوں میں وعظ کرنے اور عیسائی مشنریوں کے ساتھ بحث و مباحثہ کے لئے حاصل کر لی گئیں۔ اور ان کی لئے ایک قلیل رقم بطور وظیفہ منظور کی گئی۔ ان کے علاوہ ایک تنخواہ دار نقیب بھی ملازم رکھا گیا۔ چندہ ممبری چار آنے مقرر کیا گیا۔

انجمن حمایت اسلام کا آغاز چون روپے کے حقیر سرمائے سے ہوا جو ستمبر ۱۸۸۴ء ہی کو مسجد بکن خان کے اجتماع میں جمع کر لئے گئے تھے۔ اس وقت کا سرمایہ اور کل کائنات یہی تھی۔ پہلا دفتر حویلی سکندر خاں، واقع ڈبی بازار، کے ایک کمرے میں کھولا گیا جو ڈھائی روپے ماہوار کرائے پر حاصل کیا گیا تھا۔ یہاں انجمن کے ہفتہ وار اجلاس ہوتے تھے۔ اور رائے عامہ کو مقاصد انجمن کا ہم خیال بنانے کے لئے مختلف برداریوں کے اکابرین سے تبادلہ خیال کیا جاتا تھا۔

انجمن نے اپنی تعلیمی کوششوں کا آغاز دو پرائمری سکولوں سے کیا، جو ۱۸۸۴ء میں لڑکیوں کی تعلیم کے لئے اندرون موچی دروازہ قائم کئے گئے تھے۔ انجمن کا پہلا سالانہ میزانیہ صرف ۷۴۶ روپے تھا، (۷۰-۱۹۶۹ء میں یہ ۵۶ لاکھ سے متجاوز تھا) ۱۸۸۵ء میں مدرسوں کی تعداد پانچ اور ۱۸۹۴ء میں پندرہ ہوگئی۔ ان مدارس میں مروجہ تعلیم کے علاوہ چار سال میں قرآن کریم کی تعلیم مکمل کرائی جاتی تھی۔ نیز ابتدائی دینی علوم بھی پڑھائے جاتے تھے۔

شہر لاہور کی مسلمان خواتین بھی خراج تحسین کی مستحق ہیں جو دونوں وقت آٹا گوندھتے

سے پہلے مٹھی بھر آٹا انجمن کے نام پر مٹی کے برتن (چٹوری) میں ڈال دیا کرتی تھیں۔ یہ انوکھا طریقہ بانیان انجمن نے ایجاد کیا تھا۔ آٹا جمع کرنے والے تنخواہ دار ملازم یا رضا کار نہیں، بلکہ خود بانیان انجمن ہوا کرتے تھے۔ یہ ایک عجیب منظر تھا کہ انجمن کے قابل احترام بانی تھیلے اٹھائے شہر کا چکر لگا رہے ہیں اور گلی کوچے اس شعر سے گونج رہے ہیں:۔

آٹا پا چٹوری صدقہ جان پیاری دا

یہ شعر وہ بزرگ مل کر گاتے تھے، جو جاگیر دار تھے نہ صنعت کار، امیر کبیر تھے نہ اثر ورسوخ کے حامل۔ ہاں! ان کے سینے ایمان کی روشنی سے منور تھے، ان کے دلوں میں خدمت قوم کی سچی لگن تھی، ان کے پاس اعمال صالح اور صاف ستھرے کردار کی دولت تھی۔ یہ غریب مگر مخلص بزرگ، اللہ پر بھروسہ رکھے، میدان عمل میں اتر آئے تھے۔

اس میں شک نہیں کہ انجمن حمایت اسلام کے قیام کی اصل غرض وغایت تبلیغ اسلام تھی، مگر اس کے حقیقی جوہر تعلیمی اور سماجی میدان میں کھلے۔ اس نے اپنی تعلیمی سرگرمیوں کا آغاز لڑکیوں کی تعلیم سے کیا اور دو سال بعد، ۱۸۸۶ء میں، کرائے کا ایک مکان حاصل کر لے ء "مدرسۃ المسلمین" کے نام سے ایک مردانہ سکول کی بنیاد رکھی۔ شروع میں اس مدرسے کے طلبہ کی کل تعداد تیس تھی، لیکن تین سال کے اندر اس نے اتنی ترقی کی کہ ۱۸۸۹ء میں اسے ہائی سکول کا درجہ حاصل ہو گیا اور آئندہ تین سال یعنی ۱۸۹۲ء میں کالج کا ۱۹۰۲ء تک یہ کالج اسلامیہ ہائی سکول شیروانوالہ دروازہ، میں قائم رہا۔ پھر برانڈ تھ روڈ پر ایک وسیع قطعہ اراضی حاصل کر کے نئی عمارت تعمیر کی گئی۔ افغانستان کے حکمران امیر حبیب اللہ خان نے لاہور تشریف لا کر اس کا سنگ بنیاد رکھا، چنانچہ کالج کا حبیبیہ ہال انہیں کے نام سے موسوم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بانیان انجمن کے ارادوں میں برکت عطا فرمائی۔ انہوں نے اپنی کوششوں کا آغاز دو پرائمری سکولوں کے اجراء سے کیا تھا۔ اس وقت کون کہہ سکتا تھا کہ ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ ان کے قائم کردہ ادارے کے زیر اہتمام دو مردانہ ڈگری کالج، ایک زنانہ ڈگری کالج، ایک لاء کالج، ایک طبیہ کالج، چھ مردانہ ہائی سکول، دو زنانہ ہائی سکول، دو کنڈرگارٹن سکول، ایک مردانہ اور ایک زنانہ دارالشفقت (یتامیٰ کے لئے) ایک ملی دارالاطفال، ایک دارالامان (گم کردہ راہ عورتوں کے لئے) پیشہ وارانہ تربیت کا ایک مرکز (محمد امین ووکیشنل سنٹر، یتیم بچوں کو دستکاری کی تربیت دینے کے لئے) ایک کتب خانہ، جدید آلات طباعت سے آراستہ ایک چھاپہ خانہ اور علمی ادبی، ہفتہ روزہ (حمایت اسلام) نہایت خوش اسلوبی سے ملک وملت کی تعلیمی، علمی، ادبی، سماجی، ثقافتی، اور دینی خدمت میں مصروف ہوں گے!

انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسے ایک تہذیبی روایت کے حامل رہے ہیں۔ ایک زمانے میں ان کے حیثیت قومی میلے کی سی ہتی ھتی۔ اس میں شریک ہونے کے لئے لوگ دور دور سے لاہور پہنچتے اور انجمن ان کے قیام وطعام کا انتظام والنصرام کرتی تھی۔ میاں ایم۔ اسلم نے ابتدائی دور کے سالانہ جلسوں کا نقشہ یوں کھینچا ہے:۔

''انجمن کا سالانہ جلسہ جو پنجاب اور بیرون پنجاب والوں کے لئے ایک علمی وادبی میلہ متصور ہوتا تھا، اسلامیہ ہائی سکول شیرانوالہ گیٹ کے وسیع میدان میں منعقد ہوا کرتا تھا۔ سکول کی عمارت دو منزلہ تھی۔ اوپر، نیچے، چاروں طرف کمرے تھے اوپر کے کمروں کے آگے ایک خوبصورت گیلری تھی۔ نیچے کی منزل اور اوپر کی منزل کے کچھ حصے میں سکول تھا اور کچھ کمرے اسلامیہ کالج کے لئے مخصوص تھے۔ ابھی کالج کی علیحدہ عمارت نہیں بنی تھی۔ جلسے کے موقع پر صحن میں دریاں بچھا دی جاتیں۔

کرسیاں صرف سٹیج پر نظر آتیں ۔۔۔۔انجمن کے جلسوں میں ہندو اور سکھ مسلمانوں کے دوش بدوش نظر آتے تھے''۔

ان جلسوں سے برعظیم کے ممتاز علماء ادباء، شعراء، سیاستدان اور قومی رہنما خطاب کرتے اور مسلمانوں کے سیاسی، سماجی اور تعلیمی مسائل میں ان کی رہنمائی کرتے تھے۔ ان میں مولانا حالی، مولانا شبلی، ڈپٹی نذیر احمد، اکبرالہ آبادی، علامہ اقبال، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا عبداللہ ٹونکی، مرزا عبدالغنی ارشد گورگانی، مولانا ظفر علی خان، سر شیخ عبدالقادر اور چودھری خوشی محمد ناظر کے نام خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ انجمن حمایت اسلام ہی ایک ایسا ادارہ تھا جہاں عام ہنگامہ آرائیوں سے الگ تھلگ رہ کر قوم کی تعمیری سرگرمیوں نشوونما پا رہی تھیں۔ اس ضمن میں ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین رقمطراز ہیں:۔

''اس پلیٹ فارم پر سر سید، نواب وقار الملک، مولانا شبلی، مولانا حالی، مولوی نذیر احمد کے علاوہ سر فضل حسین، سر محمد شفیع، سر ذوالفقار علی خاں مسلمانوں کی تعلیمی اور ثقافتی ترقی کے لئے کوشاں تھے۔ انہیں کوششوں کی برکت سے انجمن شمالی ہندوستان کے مسلمانوں کی امیدوں کا مرکز بن گئی تھی۔ اور جو لوگ ملت کے تعمیری مفاد سے دلچسپی رکھتے تھے۔ وہ اپنی سرگرمیوں کے لئے اس کے پلیٹ فارم ہی کو منتخب کرتے تھے۔ انجمن حمایت اسلام شمالی ہندوستان میں وہی کام سرانجام دے رہی تھی جو سر سید نے تحریک علی گڑھ کے ذریعے انجام دیا تھا۔ البتہ یہ امتیاز ضرور تھا کہ انجمن متوسط طبقے اور عوام سے زیادہ قریب تھی اور اس کی خدمات کا دائرہ زیادہ تر ان ہی طبقوں کو محیط کئے ہوئے تھے''۔

انجمن کے پلیٹ فارم پر جو بزرگ سالہا سال جلوہ افروز ہوتے اور اپنے روح پرور خطابات اور ایمان افروز نظموں سے لوگوں کے دلوں کو گرماتے اور انہیں حیات تازہ

بخشتے رہے، ان کی فہرست اتنی طویل ہے کہ اس کی تفصیل کے لیے ایک پورا باب درکار ہوگا۔ابتدائی دور کے بزرگوں میں شمس العلماء مولوی نذیر احمد اور مرزا عبدالغنی ارشد گورگانی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔مرزا ارشد گورگانی انجمن کی اولین مجلس مشاورت کے رکن اور ایک نغز گو شاعر تھے۔۲۴ستمبر ۱۸۸۴ء کے اجلاس میں انہوں نے نظم کے بجائے ایک مضمون بعنوان ''ارکان خمسہ اسلام'' پڑھا۔ ازاں بعد ۱۹۰۷ء تک وہ ہر سال سالانہ جلسوں میں اپنی نظموں سے عوام کو محفوظ کرتے اور انجمن کے لئے چندہ جمع کرنے میں معاون ثابت ہوتے رہے۔مولوی نذیر احمد نے ۱۸۸۶ء میں پہلی بار سالانہ جلسے میں شرکت فرمائی اور آخر دم تک بالعموم ہر سال جلسے سے خطاب فرماتے رہے۔کئی موقعوں پر انہوں نے انجمن کو گراں قدر عطیات سے بھی نوازا۱۸۹۳ء میں سر میاں محمد شفیع انجمن کے سٹیج پر تشریف لائے اور انہوں نے اپنی پوری زندگی انجمن کی خدمت میں صرف کردی۔وہ ہر سال معقول مالی اعانیت فرماتے تھے۔ اسی سال ایک اور بزرگ یعنی سر عبدالقادر بھی سپر انجمن پر نمودار ہوئے اور عمر بھر ان کا اور انجمن کا چولی دامن کا ساتھ رہا۔انہوں نے ہر مصیبت اور مشکل کے وقت انجمن کی رہنمائی کی۔ ہر سال وہ اپنے پر از معلومات لیکچروں سے سننے والوں کو مسحور اور انجمن کی امداد کے لئے مجبور کرتے رہے۔۱۹۰۰ء میں اسلامیہ کالج میں بی اے کی جماعتیں شروع کرنے کی اجازت تو مل گئی مگر انجمن کو قلیل تنخواہ پر حسب منشا قابل اور لائق پروفیسر دستیاب نہ ہوئے۔سر عبدالقادر نے جو اس وقت پنجاب آبزرور اور مخزن کے ایڈیٹر تھے۔ اس وقت کو محسوس کرتے ہوئے اپنی خدمات بطور اعزازی پروفیسر پیش کردیں اور اپنے خاص معاون شیخ عبدالعزیز (بعد ازاں آنریری جنرل سیکرٹری انجمن حمایت اسلام اور اپنے عزیز دوست میاں عبدالعزیز بعد ازاں فنانشل کمشنر پنجاب) کو بھی اس خدمات کے لئے آمادہ کرلیا،

چنانچہ عرصہ دراز تک یہ بزرگ اس قومی خدمت کو نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیتے رہے۔سر عبدالقادر کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ وہ علامہ قابال کو انجمن کے پلیٹ فارم پر لے آئے۔علامہ نے ۱۹۰۰ء کے سالانہ جلسے میں اپنی فکر انگیز اور رقت آمیز نظم ''نالہ یتیم'' اپنے مخصوص رنگ اور دردانگیز آواز میں پڑھی۔اور اس کے بعد سالہا سال تک ان جلسوں میں متواتر نظمیں پڑھتے رہے۔انجمن کے پلیٹ فارم پر آنے سے پہلے علامہ اقبال عوامی حلقوں میں غیر معروف تھے۔انہیں عوام الناس سے روشناس یقیناً انجمن حمایت اسلام ہی نے کرایا۔ جناب جسٹس سجاد احمد خان ''انجمن کی ادبی خدمات'' کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''یہ بات نا قابل فراموش ہے کہ انجمن کے پلیٹ فارم سے ہی انجمن کے سالانہ جلسوں میں مولانا حالی۔، اکبرالہ آبادی، چودھری خوشی محمد ناظر، سائل دہلوی، سیماب اکبرآبادی، مولانا ظفر علی خان اور علامہ اقبال جیسے بلند پایہ شعراء نے اپنا حیات افروز کلام سنا کر ملت اسلامیہ کے دل میں زندگی کا نیا ولولہ پیدا کیا اور اسے سیرت و کردار کی تفسیر کا درس دیا۔یہ حقیقت کسی ثبوت کی محتاج نہیں کہ سہرا انجمن حمایت اسلام کے سر ہے''۔

۲۳ دسمبر ۱۹۳۸ء کو انجمن کے جلسے کی صدارت کرتے ہوئے راجہ محمد امیر احمد، والی ریاست محمود آباد، نے فرمایا:۔

''یہ فخر آپ کی انجمن ہی کو حاصل ہے جس کے ایک سالانہ جلسے میں دنیا ے اس مفکر اعظم سے روشناس ہوئی اور انجمن ہی کے ذریعے سے اس نے شکوہ، جواب شکوہ، خضر راہ اور طلوع اسلام جیسے روح پرور پیغام ہمیں دیئے جنہیں مسلمان ایک مدت تک اپنا حرز جان بنائیں گے''۔

مولانا غلام رسول مہر برعظیم کے ممتاز صحافی، مصنف اور مورخ تھے۔وہ ''انجمن کے

سالانہ اجلاس اور اقبال'' کے زیر عنوان لکھتے ہیں:۔

مولانا غلام رسول مہر برعظیم کے ممتاز صحافی، مصنف اور مورخ تھے۔وہ ''انجمن کے سالانہ اجلاس اور اقبال'' کے زیر عنوان لکھتے ہیں:۔

''اسلامیت کے احیاء میں انجمن کے کارناموں کا۔۔۔ایک اور پہلو بھی ہے، جس میں انجمن کا یگانہ حیثیت حاصل ہے۔وہ اس کے سالانہ اجلاس ہیں۔ یہ اجلاس دین حق، اسلامی اقدار، اسلامی علوم اور اسلامی ثقافت کے فروغ اور نشر و اشاعت کا ایک بہت بڑا ذریعہ بن گئے۔پاک و ہند کے تمام بڑے بڑے علام، خطیب، شاعر اور محقق ان جلسوں میں شریک ہونے لگے۔مولانا حالی، مولانا شبلی، مولانا ثناءاللہ، مولانا سلیمان پھلواری، مولانا اصغر علی روحی، مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی، مولانا ثناء اللہ، مولانا نذیر احمد دہلوی اور سینکڑوں دوسری ممتاز ہستیاں یہاں آتی تھیں اور ہر سال تین دن تک مسلمانوں کا بہت بڑا اجتماع عوام اور خواص میں زندگی کی تازہ روح پھونکنے کا باعث بنا رہتا تھا۔

پھر یہی سالانہ اجلاس ہیں جن میں حضرت علامہ اقبال نے نظمیں پڑھیں اور ان کی ابتداء صدی کے پہلے سال سے ہوئی۔گویا انجمن کے سالانہ اجلاسوں کے سٹیج نے ایک طرف علامہ اقبال کے لئے دعوت کا اچھا مرکز مہیا کر دیا (اور دوسری طرف) خود انجمن کے یہ اجتماعات رونق اور چہل پہل میں ترقی کر گئے اور علامہ اقبال کے لئے وسیع شہرت کا انتظام ہوگیا، جو ان کی دعوت کے دائرے کی توسیع کے لئے ناگزیر بنانے کے لئے دو وسیلے بہت کارگر ہوئے۔اول، انجمن کے سالانہ اجلاس۔دوم رسالہ مخزن دونوں نے علامہ اقبال سے فائدہ اٹھایا اور دونوں نے علامہ اقبال کی خدمت سرانجام دی۔ دونوں کی وجہ سے علامہ کی شاعری کو فروغ حاصل ہوا اور دونوں کے لئے علامہ کا گراں مایہ کلام زیب و زینت اور شہرت کا

باعث بنا''،

گویا انجمن بھی سر شیخ عبدالقادر کی ہم نوا ہو کر یہ دعویٰ کر سکتی ہے۔ کہ:۔

اول آں کس کہ خریدار شدت، من بودم

باعث گرمی بازار شدت ، من بودم

انجمن حمایت اسلام کے چوہترویں سالانہ جلسے ، منعقدہ ۱۲ اپریل ۱۹۷۰ء کی صدارت نوابزادہ محمد شیر علی خان نے فرمائی ، جو ان دنوں پاکستان کے وزیر اطلاعات نشریات تھے ۔انہوں نے صدر پاکستان کی طرف سے انجمن کے لئے دو لاکھ روپے کے عطیے کا اعلان کیا اور انجمن کے سالانہ جلسوں کی اہمیت وافادیت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

''انجمن حمایت اسلام کے سالانہ قوم کی تاریخ میں خاصیہ اہمیت رکھتے ہیں ۔یہاں ان ہستیوں نے مسلم قوم کو اتحاد اور عمل کے درس دیے، دن کے نام لینے سے ہمارے سر عقیدت واحترام سے جھک جاتے ہیں،قوم کی پوری تاریخ ان ہی ناموں سے عبارت ہے، مثلاً سر سید احمد خاں ،مولانا حالی نواب وقار الملک،مولوی نذیر احمد دہلوی ،سر عبدالقادر،علامہ اقبال اور قائداعظم محمد علی جناح ۔ان سب ہستیوں کے سکھائے ہوئے سبق ہم کبھی نہیں بھلا سکتے۔ان کے حیات بخش تعلیم قدم قدم پر ہماری رہنمائی کرتی ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ انجمن کی سرگرمیوں تحریک پاکستان کو مسلسل تقویت پہنچاتی رہی ہیں اس لحاظ سے یہ کہنا غلط نہیں کہ پاکستان کا قیام انجمن کے مقاصد کی وسیع تر تکمیل ہے۔پاکستان کا بنیادی تصور بھی وہی ہے جو انجمن حمایت اسلام کا اولین مقصد ہے، یعنی حمایت اسلام''!

قیام پاکستان کے بعد انجمن کے سالانہ جلسوں سے جن کابر ملت نے خطاب کیا اور

جن کی آمد پر انجمن نے خصوصی اجلاس منعقد کئے ان میں جمال عبدالناصر اور شاہ فیصل کے اسمائے گرامی سرفہرست ہیں۔

انجمن کی دینی اور تبلیغی خدمات سنہری حروف میں لکھی جاسکتی ہیں۔ انجمن کی بنیاد خالصتہ دینی اور اسلامی امور کی ترویج و ترقی اور غیر مسلم مبلغین کی معاندانہ سرگرمیوں کی روک تھام کے لئے رکھی گئی تھی۔ چنانچہ انجمن نے قیام کے روز ہی ایک مشہور عالم دین مولوی سید احمد دہلوی کی خدمات مسلمانوں کو وعظ و نصیحت کرنے اور مشنریوں کے ساتھ مذہبی بحث کرنے کے لئے حاصل کرلیں۔

ستمبر ۱۸۸۴ء میں ہی انجمن کے ایک معزز رکن مولانا دستگیر قصور نے عیسائیوں کے ایک رسالے تحریف القرآن کے جواب میں ایک رسالہ تصنیف کیا اور ان کے سوالات کا مدلل جواب دیا۔

۱۸۸۶ء میں پنجاب کے مشہور پادری نیوٹن کے ساتھ مقدمہ بازی کے باعث انجمن کی شہرت صوبے سے باہر پہنچ گئی۔ بیرونی شہروں سے کئی بزرگوں نے مذہبی اور دینی معاملات میں انجمن کے اعزازی وکیل بنائے جانے کے لئے اپنی خدمات پیش کیں ،جو بصد شکریہ قبول کرلی گئیں۔ انجمن نے یہ مقدمہ جیت لیا۔

انجمن کے جلسوں میں مختلف اسلامی موضوعات پر مضامین بالا التزام پڑھے جاتے تھے۔ اس کا آغاز انجمن کے اولین اجتماع میں شہزادہ مرزا ارشد گورگانی نے کیا۔ شمس العلماء مولوی نذیر احمد دہلوی نے جتنے بھی لیکچر دیے وہ سب اسلام پر ہیں۔ ۱۸۹۳ء میں سر عبدالقادر نے ''کلمہ طیبہ'' پر ایک معلومات افزاء مضمون سنایا۔

اپنے قیام کے ایک سال بعد انجمن نے اسلام کی ترویج و اشاعت کے لئے ایک ماہنامہ حمایت اسلام جاری کیا، جس میں مخالفین اسلام کے اعتراضات کے جواب اور اسلام کی خوبیوں پر نہایت مفید مضامین شائع ہوتے تھے۔ یہ رسالہ مفت تقسیم

کیا جاتا تھا۔ ۱۹۲۶ء میں اسے ہفتہ روزہ کر دیا گیا اور یہ اب تک علمی، ادبی، صحافتی سیاسی ثقافتی اور دینی خدمات انجام دے رہا ہے۔

اس رسالے کے اجراء کے ساتھ ہی انجمن نے مبلغین مقرر کیے جن میں ایک نہایت پاکباز بزرگ صوفی غلام محی الدین تھے۔ ان مبلغین کی بروقت کوششوں سے سینکڑوں مسلمان جو عیسائیت کے پنجے میں گرفتار ہو چکے تھے، دوبارہ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ اس ضمن میں افغانستان کے جلاوطن شاہی خاندان کی دولڑکیوں کا ذکر ضروری ہے جو بدقسمتی سے عیسائی ہو گئی تھیں۔ انہیں انجمن کے مبلغ دوبارہ دائرہ اسلام میں لانے میں کامیاب ہو گئے۔ انجمن کے یتیم خانوں کا قیام بھی اسی تبلیغی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

۱۸۸۶ء میں انجمن نے درسی کتابوں کا ایک سلسلہ شروع کیا، جس میں مذہبی تعلیم کا خاص طور پر خیال رکھا گیا۔ اس کے علاوہ دینیات کے رسالے الگ مرتب کیے۔ مدرسۃ المسلمین کے قیام پر ان کتابوں کی تعلیم شروع کی گئی اور یہ اس قدر مقبول ہوئیں کہ ہندوستان کے تمام اسلامی مدارس میں پڑھائی جانے لگیں۔ یہ کتابیں متعدد صوبوں اور ریاستوں کے سرکاری مدارس میں بطور اضافی کتب منظور ہوئیں۔

انجمن کے مدارس میں چوتھی جماعت تک دینیات اور اس سے اوپر کی جماعتوں میں قرآن مجید ترجمے کے ساتھ پڑھایا جاتا رہا۔

۱۸۸۶ء ہی میں ایک مدرسہ تعلیم القرآن جاری کیا گیا، جس میں انجمن کے پہلے صدر قاضی خلیفہ محمد حمید الدین ہر روز دو گھنٹے درس دیا کرتے تھے۔ قاضی صاحب کی وفات کے بعد ۱۸۹۷ء میں یہ مدرسہ حمیدیہ کے نام سے موسوم ہوا۔ یہاں تفسیر، حدیث اور فقہ کی تعلیم دی جاتی تھی اور دینوی تعلیم کے ساتھ ساتھ چھ سال میں طالبعلم علم دین بن جاتا تھا۔ ۱۹۱۱ء میں انجمن اسلامیہ پنجاب کے ایماء پر اس

مدرسے کو شاہی مسجد کے مدرسے سے ملحق کر دیا گیا۔ مدرسہ حمیدیہ کے طلبہ کے جملہ اخراجات انجمن برداشت کرتی تھی۔

۱۹۳۰ء میں فتنہ ارتداد کے پیش نظر اشاعت اسلامیہ کالج کا قیام عمل میں لایا، جس میں انگریزی تعلیم یافتہ نوجوانوں کو مذہبی اور دینی تعلیم دی جاتی تھی۔ اس کا مقصد ایسے مبلغین پیدا کرنا تھا جو ہندوستان اور ہندوستان سے باہر اسلام کی خدمات اور تبلیغ کر سکیں۔

انجمن نے اسلامی لٹریچر کی طباعت اور اشاعت میں بھی قابل قدر حصہ لیا۔ اس میں سرفہرست قرآن مجید کا وہ شہرہ آفاق نسخہ ہے جو ہر غلطی سے مبرا ہے۔

اس سلسلے میں ایک معاصر اخبار کا یہ بیان قابل غور ہے کہ:۔

''وہ انجمن جسے عوام نے قائم کیا اور جو عوام ہی کی ذریعے مستحکم ہوئی، ہمیشہ نچلے درجے کے لوگوں کی خدمت میں مصروف رہی اور اس نے اپنا منتہائے نظر ہمیشہ یہی رکھا کہ مسلمانوں کے مذہبی عقائد کو درست کیا جائے اور علم کی روشنی سے ان پسماندہ اور غریب مسلمانوں کے سینوں کو منور کیا جائے جن کی حفاظت کرنے والا تو کوئی نہ تھا البتہ انہیں جسمانی، معاشی اور روحانی لحاظ سے کمزور کرنے والوں اور اپنے مقاصد کے لئے بطور آلہ کار استعمال کرنے والوں کی کمی نہ تھی۔ انجمن کی یہ خدمت آب زر سے لکھی جائے گی کہ اس نے مفلس مسلمانوں کو ایسے وقت میں دشمنان اسلام کی مذموم خواہشوں کا شکار ہونے سے بچایا جبکہ ہماری قوم اخلاقی لحاظ سے بڑے نازک دور سے گزر رہی تھی اور معمولی سی بہتری کی امید بھی باقی نہ تھی''۔

انجمن حمایت اسلام کی پنجاہ سالہ (گولڈن) جوبلی (۱۹۳۸ء) کے موقع پر مولوی عبدالقاسم الحق، وزیر اعظم بنگال، نے انجمن کی خدمات کے اس پہلو کا ان الفاظ میں اعتراف فرمایا:۔

''کوئی شخص، جس کی رگوں میں اسلامی خون کا ایک قطرہ بھی موجود ہے، انجمن حمایت کی ان بے مثال سرگرمیوں سے ناواقف نہیں رہ سکتا جو یہ انجمن مذہب اسلام اور نوع انسانی کی خدمات کے لئے بجا لا رہی ہے''۔

انجمن کی تعلیمی خدمات اتنی ہیں کہ اس بارے میں پوری کتاب لکھی جا سکتی ہے ۔یہاں ان کا مختصراً ہی ذکر کیا جا سکتا ہے:۔

(الف) تعلیم نسواں:۔

ابتداء میں عیسائی مشنریوں کی توجہ زیادہ تر عورتوں کیطرف تھی، مشنری عورتیں بظاہر علاج معالجے کی غرض سے شریف گھرانوں میں جاتیں اور اپنی فریب کاریوں سے کسی نہ کسی کمسن بچی کو ورغلا لیتیں۔ان حالات کے پیش نظر انجمن نے سب سے پہلے تعلیم نسواں کی طرف توجہ دی۔ اور ۱۸۸۴ء میں دو پرائمری سکول کھولے گئے ۱۸۸۵ء میں ان مدرسوں کی تعداد ۵ ۱۸۸۰ میں ۱۰ اور ۱۸۸۴ء میں پندرہ تک جا پہنچتی ۔ ان مدرسوں میں مروجہ تعلیم کے علاوہ چار سال میں قرآن مجید ختم کرایا جاتا۔ پانچویں سال چیدہ چیدہ سورتوں کا ترجمہ پڑھایا جاتا اور ضروری دینی مسائل سے پوری طرح واقفیت کرائی جاتی۔پھر جب لڑکیوں کو انگریزی تعلیم دینے کا رجحان پیدا ہوا تو ایک مدرسے کو ۱۹۲۵ء میں ڈل کا درجہ دے کر انگریزی تعلیم بھی شروع کردی گئی ۔ ۱۹۳۶ء میں یہاں ہائی کلاسز بھی جاری ہو گئیں ۔ ۱۹۳۸ء میں گولڈن جوبلی کی یادگار میں اسلامیہ کالج کو پرروڈ قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

اکتوبر ۱۹۴۱ء میں اسلامیہ گرلز ہائی سکول کے ساتھ ایک ٹریننگ سنٹر قائم کر کے معلمات کی تعلیم و تربیت کا انتظام کیا گیا۔اسی سکول میں ۱۹۴۰ء میں سائنس اور ۱۹۶۴ء میں ہوم اکنامکس کی جماعتوں کا اجراء ہوا۔

۱۹۳۹ء میں کریسنٹ ہوسٹل کے کمروں اور میدان میں خیمے نصب کر کے ۷۵

طالبات اور دس اساتذہ کے ساتھ اسلامیہ کالج (زنانہ) کا قیام عمل میں آیا۔ تعلیم نسواں کا یہ پہلا ادارہ تھا جہاں عربی کی تدریس بحثیت الگ انتخابی مضمون کے کی گئی تھی۔ کالج کے قیام کے چار روز بعد ہوسٹل بھی جاری کر دیا گیا۔ ۱۹۴۲ء میں آنرز کی اور ۱۹۴۳ء میں ایم اے عربی اور ایم اے جغرافیہ کی کلاسیں بھی شروع ہو گئیں۔ اعلیٰ تعلیمی معیار قائم کرنے کے علاوہ قیام پاکستان سے قبل اور بعد اس کالج نے جو شاندار دینی، علمی و ادبی اور سیاسی و ثقافتی خدمات انجام دی ہیں وہ تعلیم نسواں کے ضمن میں ہماری تاریخ کا ایک نہایت روشن باب ہیں۔

اس سلسلے میں جن خواتین کی اعانت سے انجمن کی مساعی بروئے کار آئیں۔ ان میں لیڈی عبدالقادر، لیڈی شفیع، بیگم شاہنواز، بیگم گیتی آراء، بیگم عظیم اللہ، بیگم ذوالقرنین اور ڈاکٹر مس خدیجہ فیروز الدین قابل ذکر ہیں۔

(ب) مردانہ تعلیم :۔

انجمن حمایت اسلام کے اغراض و مقاصد میں ''مسلمانوں کی تعلیم کے لئے ایسے ادارے قائم کرنا'' بھی شامل تھا ''جن میں جدید و قدیم دونوں قسم کے علوم کی تعلیم دی جائے''۔ سر سید احمد خان کی کوششوں سے جب کچھ تعلیمی بیداری پیدا ہوئی تو انجمن نے قدیم کے ساتھ ساتھ جدید علوم و فنون کی طرف بھی توجہ دی۔ بانیان انجمن کی تمنا تھی۔ کہ مسلمان تعلیمی میدان میں پسماندہ نہ رہیں۔ ۱۸۸۶ء میں تیس طلبہ کی قلیل تعداد کے ساتھ کرائے کے ایک مکان میں مدرستہ المسلمین کی بنیاد رکھی گئی۔ اس مدرسے نے ترقی کے مراحل اس تیزی سے طے کئے کہ ۱۸۸۸ء میں مڈل، ۱۸۸۹ء میں ہائی اور ۱۸۹۲ء میں کالج کے درجے تک پہنچ گیا۔ تعلیم کی تاریخ میں ایک ایک بے نظیر واقعہ ہے مدرستہ المسلمین طویلہ شاہنواز، حویلی کرنل سکندر خاں اور حویلی راجہ دھیان سنگھ سے ہوتا ہوا شیرانوالہ دروازہ میں منتقل ہوا۔ انجمن کے ابتدائی سالانہ

جلسے یہیں منعقد ہوتے تھے۔ اس کا نام اسلامیہ ہائی سکول شیرانوالہ دروازہ اس وقت رکھا گیا جب طلبہ کی کثرت کے پیش نظر یکم جنوری ۱۹۱۲ء کو یہاں سے ۴۰۲ طلبہ کو منتقل کر کے ایک دوسرے ہائی سکول کی بنیاد رکھی گئی۔ ۱۹۱۵ء میں تیسرا اور ۱۹۲۲ء میں چوتھا سکول جاری ہوا۔

۱۹۰۰ء میں کالج کا آغاز ہوا تو اس کے لئے شیرانوالہ سکول کے شمالی حصے پر بالائی منزل تعمیر کرنی پڑی۔ مرزا ارشد گورگانی نے بطور تفنن اس کے طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

یار لوگوں نے ہے کوٹھے پر بٹھایا کالج

۱۹۱۲ء میں جس دوسرے ہائی سکول کا سنگ بنیاد رکھا گیا تھا، وہ آج کل اسلامیہ ہائی سکول بھاٹی دروازہ کہلاتا ہے۔ شروع میں یہ موچی دروازے کے باہر ڈاکٹر بوس کی کوٹھی میں کھولا گیا تھا۔ بعد میں ریلوے روڈ پر زبدۃ الحکماء حکیم غلام نبی کی کوٹھی میں منتقل ہوا، جو انجمن کے پاس رہن تھی۔ پھر میاں نصیر الدین نے ایک وسیع قطعہ اراضی انجمن کو دیا، جہاں ایک عالی شان عمارت تعمیر کر کے ۱۹۱۴ء میں اس سکول کو وہاں منتقل کر دیا گیا۔

تیسرے ہائی سکول کا افتتاح اسلامیہ کالج کی پرانی عمارت کے قریب، موچی دروازے سے باہر، کرائے کی ایک کوٹھی میں ۱۵ ستمبر ۱۹۱۵ء کو ہوا، لیکن تھوڑے عرصے بعد اسے وطن بلڈنگ، بیرون اکبری دروازہ میں منتقل کر دیا گیا۔ شروع میں یہ مڈل سکول تھا۔ ۱۹۲۰ء میں پرائمری حصہ علیحدہ کر کے یہاں صرف مڈل کلاسیں رہنے دی گئیں اور جولائی ۱۹۳۱ء میں اسے ہائی سکول بنا دیا گیا۔ اپریل ۱۹۳۴ء میں اسلامیہ کالج سے ہیلی ہوسٹل کی عمارت مستعار لے کر اسے وہاں منتقل کرنا پڑا۔ وطن بلڈنگ کی نسبت سے یہ وطن اسلامیہ ہائی سکول کے نام سے معروف ہے۔

چوتھے سکول کی سرگزشت یہ ہے کہ ۱۹۲۱ء کے آخر میں انجمن مردانہ یتیم خانہ کے لئے نواں کوٹ کے قریب ملتان روڈ پر موضع پکی ٹھٹھی کی اراضی میں ایک عمارت خریدی اور ۱۹۲۲ء کے شروع میں یتامی کو وہاں منتقل کر دیا گیا۔ یہاں کرائے کی کوٹھی میں مڈل سکول کا افتتاح کیا گیا جس میں ۱۴۱ ایتامی کے علاوہ ملحقہ دیہات کے لڑکے بھی داخل ہوئے۔ ۱۹۲۳ء میں اسے ترقی دے کر ہائی سکول بنا دیا گیا۔ ۱۹۲۶ء میں اس کی پرائمری جماعتیں ڈسٹرکٹ بورڈ کی تحویل میں چلی گئیں ادھر اچھرہ کے چند مخیّر حضرات نے مدرسے کے لئے انجمن کو چار کنال اراضی دے دی۔ وہاں انجمن کے زیر اہتمام ایک پرائمری سکول پہلے سے چل رہا تھا۔ اب اسے مڈل سکول بنا کر ملتان روڈ کے سکول کے طلبہ وہاں منتقل کر دیئے گئے۔ اس زمین پر انجمن نے ایک شاندار عمارت تعمیر کرائی جس کا افتتاح سر میاں محمد شفیع نے کیا۔ ۱۹۳۸ء میں اسے دوبارہ ملتان روڈ پر منتقل کر دیا گیا اور اور ۱۹۵۰ء میں اسے ہائی سکول کا درجہ مل گیا۔

۱۹۱۲ء میں چند مخلص مسلمانوں نے اسلامیہ پرائمری سکول کی بنیاد رکھی۔ مقصد یہ تھا کہ غیر مسلم کے مقابلے میں مسلمان بچوں کی تعلیم و تربیت کا انتظام ہو سکے۔ ۱۹۱۷ء میں اسے مڈل اور ۱۹۲۱ء میں ہائی سکول بنا دیا گیا۔ بدقسمتی سے مسلمانوں میں پھوٹ پڑ گئی۔ سکول تباہی کے غار کے دہانے تک پہنچ گیا۔ ۱۹۲۷ء میں حکومت نے دخل اندازی کی اور گرانٹ وغیرہ کی واپسی کا تقاضا کیا۔ مجلس منتظمہ نے انجمن حمایت اسلام سے اس سکول کو مع جائیداد کے اپنی تحویل میں لینے کی درخواست کی، جسے انجمن نے بخوشی قبول کر لیا۔ علاقے کے ہزاروں نوجوان اس قومی درس گاہ سے تعلیم پا کر مختلف اداروں، خصوصاً پاک فوج میں، ملک و ملت کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

۱۸۹۱ء میں انجمن کی جنرل کونسل نے اسلامیہ کالج کے قیام کی تجویز منظور کر لی اور

اسی سال کالج کا اجراء ہو گیا۔۱۸۹۲ء میں سر میاں محمد شفیع کی کوششوں سے پنجاب یونیورسٹی نے اس کالج کو منظور کر لیا۔جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے،شروع میں یہ کالج شیروانوالہ سکول کے دو کمروں میں قائم کیا گیا تھا او راس میں صرف انٹرمیڈیٹ تک تعلیم دی جاتی تھی۔ایک کمرہ تعلیم کے لئے تھا اور دوسرا پرنسپل، سٹاف اور دفتر کے لئے ،اگلے سال ایک اور کمرہ سیکنڈ ائیر کے لئے لیا گیا۔۱۹۰۰ء تک یہ تین کمرے ''اسلامیہ کالج'' کے نام سے موسوم تھے۔۱۹۰۵ء میں انجمن نے پچاس کنال اراضی خریدی اور ۱۹۰۷ء میں امیر حبیب اللہ خان نے اسلامیہ کالج کا سنگ بنیاد رکھا۔۱۹۰۸ء میں ریواز ہوسٹل کی عمارت مکمل ہوئی تو اسکے مغربی حصے میں کالج کی جماعتیں منتقل کر دی گئیں جون ۱۹۱۳ء میں کالج کی عمارت پایہ تکمیل کو پہنچی ،تاہم اس میں برابر توسیع ہوتی رہی۔کالج کی ابتدائی عمارت کا نقشہ بانیان انجمن میں سے ایک بزرگ میاں محمد عبداللہ انجینئر کا بنا ہوا ہے اور ان ہی کی نگرانی میں تعمیر بھی ہوئی۔یہ کالج اپنی شاندار تعلیمی خدمات کے باعث ایک منفرد واہمیت کا حامل ہے ۔اسے مشہور ماہرین تعلیم کی خدمات میسر آئیں۔مسٹر ہنری مارٹن ، مسٹر ولسن،علامہ عبداللہ یوسف علی اور خواجہ دل محمد جیسی عالم و فاضل ہستیاں اس کالج کی پرنسپل رہیں۔اساتذہ میں سر عبدالقادر،علامہ اقبال ، شیخ عبدالعزیز میاں عبدالعزیز فلک پیا،ڈاکٹر نذیر احمد،سید عبدالقادر،مولانا اصغر علی روحی،پروفیسر ایم۔ اے غنی ڈاکٹر محمد دین تاثیر،پروفیسر علم الدین سالک، پروفیسر حمید خان اور خواجہ محمد اسلم قابل ذکر ہیں۔

کالج کی تاریخ میں وہ دن بھی طلوع ہوا کہ طلبہ کی کثرت تعداد کے پیش نظر ڈالی اے۔وی کالج کی متروکہ عمارت میں اسلامیہ کالج سول لائنز کا اجراء لازمی ہو گیا۔ پھر یہیں حمایت اسلام لاء کالج بھی کھول دیا گیا۔

یہ عظیم درس گاہیں مسلمانانِ پنجاب کی گراں قدر خدمات سرانجام دے رہی ہیں اور ان سے فارغ التحصیل ہو کر لاکھوں افراد مختلف حیثیتوں میں وطن عزیز کی خدمت میں مصروف ہیں۔ اگر جائزہ لیا جائے تو زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہ ہوگا جس میں انجمن حمایت اسلام کے اداروں کے تعلیم یافتہ افراد اعلیٰ اور کلیدی اسامیوں پر فائز نہ ہوں۔

انجمن کی طبی خدمات:۔

میں سرفہرست طبیہ کالج کا قیام ہے۔ ۱۹۰۷ء تک یونانی طب کی تعلیم میڈیکل کالج کے زیرِ انتظام دی جاتی تھی۔ ۱۹۰۷ء میں ان جماعتوں کو میڈیکل کالج کو علیحدہ کر کے انجمن کے سپرد کر دیا گیا۔ فروری ۱۹۲۰ء تک یہ جماعتیں پرنسپل اسلامیہ کالج کے ماتحت ایک سپرنٹنڈنٹ کے زیرِ اہتمام رہیں۔ اس وقت صرف ایک لیکچرار تھا جو تھا جو ہفتے میں دو تین بار شام کے وقت دو گھنٹے لیکچر دیا کرتا۔ دوسرے کاموں سے فراغت پا کر انجمن نے اب طبی تعلیم کی طرف توجہ کی اور کالج کمیٹی کے ماتحت ایک سب کمیٹی تشکیل دی، جس نے سٹاف میں اضافے اور عملی تعلیم کے لئے ابتدائی انتظام کیا۔ ۱۹۲۶ء میں جماعتوں کو اسلامیہ کالج سے علیحدہ کر کے باقاعدہ طبیہ کالج کمیٹی بنا دی گئی اور طبیہ کالج میں باقاعدہ تدریس کا آغاز ہو گیا۔ ایک مکمل کیمیاوی لیبارٹری اور دو شفاخانے (ایک یونانی اور ایک ڈاکٹری) کھولے گئے۔ اساتذہ کی تعداد پانچ کر دی گئی۔ پرنسپل کی حیثیت سے شفاء الملک حکیم محمد حسن قرشی کی خدمات حاصل کی گئیں۔ یونانی شفاخانہ ریاست بھوپال کے سابق طبیب اول پروفیسر حکیم محمد زکریا کی تحویل میں دے دیا گیا۔ ایک میوزیم اور ایک دارالادویہ بھی قائم ہوا۔ ۱۹۲۹ء میں تشریحی تعلیم کے لئے ضروری آلات مہیا کئے گئے اور لائبریری میں بہت سی ضروری کتب کا اضافہ کیا گیا۔ ۱۹۳۱ء میں ایک بورڈنگ ہاؤس کا انتظام کیا گیا۔

۱۹۳۲ء میں اوقات تعلیم میں اضافہ کر دیا گیا۔ اسی سال فرسٹ ایڈ اور ٹیکوں وغیرہ کی تربیت کا بندوبست بھی ہو گیا ۔۱۹۳۴ء میں زبدۃ الحکماء کی جماعت کو پوسٹ گریجویٹ کلاس کا درجہ دے دیا گیا۔

مرکزی دواخانے میں منفرد اور مرکب یونانی ادویات مہیا کی گئی ہیں۔اس دواخانے میں مفرد ادویہ کی شناخت اور مرکبات کی تیاری عملی تعلیم دی جاتی ہے۔انجمن کے زیر اہتمام خیراتی شفاخانے میں غریب اور نادار مریضوں کو مفت طبی مشورہ اور ادویہ فراہم کی جاتی ہیں۔

اس ادارے سے شفاءالملک حکیم محمد حسن قرشی، پروفیسر حکیم حافظ جلیل احمد جیسے ممتاز اور جید اطبا وابستہ رہے ہیں۔ یہ بات بلا خوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ پنجاب میں طب اسلامی کی حفاظت اور ترقی بڑی حد تک طبیہ کالج کی مرہون منت ہے۔

انجمن کی سماجی خدمات :۔

میں سب سے پہلے دارالشفقت کا ذکر ضروری ہے۔

۱۸۸۶ء میں ایک نادار مسلمان بیوہ لدھیانہ کے مشن ہسپتال میں بغرض علاج داخل ہوئی۔اس کے ساتھ تین بچے تھے۔ہسپتال کے عیسائی عملے نے اس کی بے کسی اور مجبوری سے فائدہ اٹھا کر اسے عیسائی بنا لیا۔تھوڑے عرصے بعد ایک نیک دل مسلمان عالم کے وعظ و نصیحت سے متاثر ہو کر وہ تائب ہو گئی اور دوبارہ دائرہ اسلام میں آ گئی۔ پادریوں نے اسے تو جانے کی اجازت دے دی، مگر اس کے بچوں کو چھپا لیا۔اس پر لدھیانے کے مسلمانوں میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔دادرسی کے لئے عدالت سے رجوع کیا گیا۔مگر پادریوں کا اثر و رسوخ آڑے آیا اور عدالت نے غریب عورت کی درخواست مسترد کر دی۔چیف کورٹ میں اپیل دائر کی گئی لیکن روپیہ نہ ہونے کے باعث مقدمے کی پیروی نہ ہو سکی۔انجمن حمایت اسلام کے

ارباب اختیار کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے تمام اخراجات اپیل برداشت کر کے مقدمے کی پیروی کی اور عدالت عالیہ سے بچوں کی واپسی کی ڈگری حاصل کر لی۔ ۱۸۸۷ء کے آخر میں بصد مشکل تین میں سے دو بچے۔۔۔ایک لڑکا اور ایک لڑکی۔۔۔انجمن کی تحویل میں دے دیئے گئے۔ ان بچوں کے علاوہ دو اور یتیم خانے کی بنیاد رکھے گئی۔ لدھیانے کی بیوہ ان چاروں بچوں کے لئے کھانا پکاتی اور ان کی نگہداشت کرتی تھی۔ اس خیر کا پھیلنا تھا کہ مختلف مقامات سے درخواستیں آنے لگیں۔ ۱۸۸۸ء میں ہوشیار پور کی ایک تعلیم یافتہ سیدزادی کی درخواست موصول ہوئی جو گردش زمانہ سے دو بچوں سمیت عیسائیت کے چنگل میں پھنس گئی تھی۔ اس خاتون کو بھی لاہور لایا گیا اور زنانہ مدارس کا نگران مقرر کر دیا گیا۔

انجمن کو جہاں بھی ایسے واقعات کا پتا چلتا، کسی نہ کسی رکن کو بھیج کر حالات کی اصلاح کی جاتی، عیسائیت کے دام فریب میں پھنسے ہوئے بیکس و نادار بچوں بچیوں کو مسلمان بنا کر اپنے سایہ عاطفت میں جگہ دیتی۔ ۱۸۸۷ء سے ۱۸۹۰ء تک یتامی ایک کرائے کے مکان میں اکٹھے رکھے جاتے تھے، لیکن جب لڑکیوں کی تعداد زیادہ ہوگئی تو زنانہ یتیم خانہ علیحدہ کر دیا گیا اور لڑکے مدرسۃ المسلمین کے بورڈنگ ہاؤس میں منتقل کر دیئے گئے۔ ۱۹۲۲ء میں انجمن نے ملتان روڈ پر موضع پلیٹھٹھی کی حدود میں ساڑھے بارہ گھماؤں اراضی خریدی اور وہاں مردانہ یتیم خانے کی عمارت تعمیر کی گئی۔ ۱۹۲۳ء میں اس کی موجودہ عمارت پایہ تکمیل کو پہنچی اور اس کا نام دارالشفقت مردانہ رکھا گیا۔ اسی طرح لڑکیوں کا یتیم خانہ بھی زنانہ دارالشفقت کے نام سے موسوم ہے۔

ان اداروں نے ہر نازک مرحلے پر قوم کی مخلصانہ اور ٹھوس خدمات انجام دی ہیں۔ موپلہ تحریک میں شہید ہونے والے مسلمان بچوں کو یہاں پناہ ملی۔ کوئٹے کے

زلزلے میں یتیم ہونے والے بچے نہیں یہیں محفوظ و مامون ہوئے۔ پھر قیام پاکستان کے موقع پر مشرقی پنجاب، دہلی، بہار اور دوسرے صوبوں سے آنے والے یتیم بچوں اور بیواؤں کو انجمن نے اپنے سینے سے لگایا۔

مردانہ دارالشفقت میں پانچ سو یتامی کے قیام کا انتظار ہے، جہاں وہ نہایت شریفانہ اور اسلامی ماحول میں تعلیم و تربیت حاصل کر رہے ہیں۔ یہاں ایک دارالصنعت بھی قائم ہے، جس میں خواہشمند بچوں کو خیاطی، بخاری اور بجلی کے کام کی تربیت دی جاتی ہے تاکہ فارغ التحصیل ہو کر وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں اور باعزت زندگی گزار سکیں۔ ذہین محنتی اور اعلیٰ تعلیم کے متمنی طلبہ کا کالج میں بھی تعلیم دلوائی جاتی ہے۔

زنانہ دارالشفقت میں سوا سو کے قریب یتیم بچیاں اور بیوائیں تعلیم و تربیت اور پرورش پا رہی ہیں۔ اس ادارے کی نگرانی نیک دل اور تعلیم یافتہ خواتین کے سپرد ہے۔ سن بلوغ کو پہنچے اور فارغ التحصیل ہونے پر، انجمن یتیم لڑکیوں کے لئے مناسب رشتے تلاش کرتی ہے اور انہیں معقول جہیز دے کر رخصت کرتی ہے۔ یہاں زنانہ انڈسٹریل ہوم بھی کام کر رہا ہے۔ مزید تعلیم حاصل کرنے کی خواہشمند لڑکیوں کو کالج میں بھی داخل کرایا جاتا ہے۔ ہز ہائی نس پرنس کریم آغا خان کی بیگم شہزادی سلیمہ نے ۲۰ جنوری ۱۹۷۰ء کو زنانہ دارالشفقت کا معائنہ فرمایا اور اس ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ''ایشاء بھر میں صرف کوریا کے ایک تربیتی ادارے کو انجمن کے دارالشفقت سے تشبیہ دی جا سکتی ہے''۔

انجمن کی قومی خدمات:۔

انجمن کی قومی خدمات:۔ بھی اس کی مذہبی، تعلیمی اور سماجی خدمات سے کسی طرح کم نہیں۔ اس میدان میں بھی اس کی کارکردگی کے نقوش جاوداں قدم قدم پر ثبت ہیں۔

انجمن کے سیاسی جلسوں نے مسلمانوں میں سیاسی بیداری پیدا کرنے میں بڑا شاندار کردار ادا کیا ہے۔ وہ قومی نظریہ کے بارے میں سرسید اور دوسرے اکابر قوم اپنے خیالات کا اظہار کر چکے تھے۔ ایک طرح سے دیکھا جائے تو ایم۔ اے۔ او۔ کالج علی گڑھ کی طرح اسلامیہ کالج کی فضاء پر مسلمانوں کی قومی انفرادیت کا رنگ ہمیشہ غالب رہا اور یہاں کے طلبہ مسلمانان ہند کی تمام سیاسی تحریکوں میں فکری یا عملی طور پر حصہ لینے میں کسی سے پیچھے نہیں رہا۔

تحریک خلافت میں اسلامیہ کالج کے طلبہ نے جو تاریخ ساز کردار ادا کیا اسے ہمارا کوئی بھی مورخ نظر انداز نہیں کر سکتا۔ ۱۹۲۰ء میں جب ترک موالات کی تحریک نے زور پکڑا تو جمہور مسلمانوں کی رائے عدم تعاون کے حق میں تھی۔ مولانا محمد علی، مولانا شوکت علی اور مولانا ابو الکلام آزاد نے انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کے اجلاس، منعقدہ ۲۱ اکتوبر ۱۹۲۰ء میں ترک موالات پر زور دیا اور کہا کہ ''جو لوگ مسلمانوں کے دشمن ہوں ان سے ترک موالات کیا جائے''۔ جمہور مسلمانوں نے یہ قرار دادیں منظور کیں کہ ''اسلامیہ کالج کا یونیورسٹی سے الحاق ختم کیا جائے'' اور ''سرکاری طرف سے کالج کو ملنے والی گرانٹ قبول نہ کی جائے''۔ اسلامیہ کالج کے پرنسپل مسٹر ہنری مارٹن نے ترک موالات کے خلاف سول ملٹری گزٹ میں ایک بیان شائع کرایا جو اسلام اور ملت اسلامیہ کے منافی تھا۔ اس کا ردعمل یقینی تھا، چنانچہ مسلمان عوام اور بالخصوص کالج کے طلبہ بھڑک اٹھے۔ جنرل کونسل اور مسلمانان لاہور کے متعدد جلسے ہوئے جن میں ان امور پر غور خوض کیا گیا۔ طلبہ نے ترک موالات جاری رکھا۔ حکومت کے پٹھوؤں نے ترک موالات کے خلاف فتوے دیے اور طلبہ نے ترک موالات کے خلاف فتوے دیے اور طلبہ کی اسلام دوست سرگرمیوں پر نکتہ چینی کی۔ جنرل کونسل کے فیصلے کے مطابق (الحاق قائم رکھنے اور گرانٹ جاری

رکھنے کے ساتھ) کالج دوبارہ کھول دیا۔ پرنسپل نے ترک موالات کے حامی طلبہ کے ساتھ نہایت نامناسب اور غیر شریفانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے انہیں کالج سے معطل اور بورڈنگ ہاؤس سے خارج کر دیا۔ احتجاجی جلسے ہوئے، جلوس نکلے، طلبہ کی اسلامی دشمن طاقتوں کے خلاف جنگ جاری رہی۔ بالآخر فتح و کامرانی نے ان کے قدم چومے۔ ان کی قربانی رنگ لائی۔ پرنسپل معزول اور غلط فتویٰ دینے والے پروفیسر مولوی حاکم علی کالج سے معطل کر دیئے گئے۔ آہستہ آہستہ یہ تحریک پورے ہندوستان میں پھیل گئی، لیکن اسلامیہ کالج لاہور نے جو خدمات انجام دیں انہیں ہمیشہ اولیت کا فخر حاصل رہے گا۔

لفظ پاکستان کے خالق چودھری رحمت علی ۱۹۱۱ء میں اسلامیہ کالج میں داخل ہوئے تھے۔ ۱۹۳۵ء میں انہوں نے کیمبرج سے تحریک پاکستان کا پہلا منشور اپنے قدیم کالج کے طلبہ کو ارسال کیا۔ ۱۹۳۷ء میں اسی منشور کی روشنی میں مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی تشکیل ہوئی، جس کے صدر حمید نظامی اور مولانا عبدالستار نیازی، میاں محمد شفیع (م۔ش) اور شیخ انوار الحق (آج کل جج، سپریم کورٹ) اس کے سرگرم رکن تھے۔ تحریک پاکستان کو رضاکاروں اور کارکنوں کا جو پہلا ہراول دستہ دستیاب ہوا وہ اسلامیہ کالج ہی نے فراہم کیا۔ اسے یہاں کے چند دردمند، پرجوش اور باشعور طلبہ کی پرخلوص سعی کہنا چاہیے۔ قائداعظم، علامہ اقبال اور نواب شاہنواز نے اس کی سرپرستی اور رہنمائی فرمائی۔ یہ اسی حوصلہ افزائی کا نتیجہ تھا کہ اس تنظیم نے تحریک پاکستان میں اپنا ناقابل فراموش کردار ادا کیا۔

۱۹۴۰ء میں مسلم لیگ کا لاہور میں وہ تاریخی جلسہ ہوا جس میں قرارداد لاہور پیش ہوئی۔ اس جلسے کا انتظام و انصرام مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن نے کیا جو زیادہ تر اسلامیہ کالج کے طلبہ پر مشتمل تھی۔ سب سے پہلے پاکستان کانفرنس کا لاہور میں انعقاد مسلم

سٹوڈنٹس فیڈریشن کے زیر اہتمام ہوا اور قائد اعظم نے اس میں شرکت کی دعوت بلا تامل قبول فرمائی۔ اسلامیہ کالج کے وسیع و عریض میدان میں قائد اعظم نے اس کا افتتاح فرمایا اور پروفیسر مرزا عبدالحمید نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا۔ یہ پہلا موقع تھا۔ کہ لاہور ریزولیوشن کو قرارداد کا نام دیا گیا۔

اسی سال قائد اعظم نے اسلامیہ کالج کے جلسہ تقسیم اسناد کی صدارت فرمائی اور طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: قوم کی تمام امیدیں آپ سے وابستہ ہیں۔ آپ ہی قوم کے اصل معمار ہیں تعلیم کے ساتھ ساتھ اپنے ملی فرائض کو نہ بھولئے''۔

قائد کے ان الفاظ نے طلبہ میں ایک نیا جوش اور ولولہ پیدا کر دیا۔ فیڈریشن کے صدر میاں بشیر احمد نے ڈاکٹر الیاس مسعود اور ظہور الحسن ڈار سے مل کر طلبہ کے لئے ایک پروگرام مرتب کیا، جس کے تحت وہ تعطیلات گرما میں ملک کے گوشے گوشے میں پھیل گئے اور ہر شہر اور قصبے میں مسلم لیگ کی شاخیں قائم ہو گئیں۔

۱۹۴۵ء کے انتخابات کی سرگرمیوں اور اس کے بعد پنجاب میں یونینسٹ حکومت کے خلاف سول نافرمانی کی تحریک میں مسلم لیگ کی کامیابی مسلمان طلبہ کی سرتوڑ مساعی کی مرہون منت تھی۔ ان میں اسلامیہ کالج کے طالب علم پیش پیش تھے، جن میں سے آفتاب احمد قرشی اور سید محمد قاسم رضوی کی شاندار خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے کالج نے انہیں ''رول آف آنر'' کا مستحق قرار دیا۔ پھر قیام پاکستان کے بعد لاکھوں مہاجرین کا ریلا آیا تو ان کو سہارا دینے کے لئے انجمن اور انجمن کے اداروں سے تعلق رکھنے والے نوجوان آگے بڑھے اور ان کی آبادکاری کے کٹھن کام میں اپنی نوزائیدہ حکومت کا ہاتھ بٹایا۔

مختصر یہ کہ تحریک پاکستان، تحریک مسلم لیگ اور قائد اعظم کے پیغام کی اشاعت اور کامرانی کا سہرا ایک بڑی حد تک انجمن حمایت اسلام کے سر ہے، جس نے قوم کے

نوجوانوں کو صرف تعلیم کے زیور ہی سے آراستہ نہیں کیا بلکہ انہیں سیاسی شعور بخشا اور ملی تحریکوں میں عملی طور پر حصہ لینے میں ان کی حوصلہ افزائی کی۔ خود انجمن کے عہدیداروں میں پنجاب کے ان مسلمان زعما کی ایک کثیر تعداد نظر آتی ہے جنہوں نے برعظیم بالخصوص پنجاب کے مسلمانوں کی سیاسی بیداری کے سلسلے میں تاریخ ساز کردار ادا کیا۔ ان میں خلیفہ محمد حمید الدین، نواب فتح علی خان قزلباش، نواب ذوالفقار علی خان، سر محمد شفیع، سر عبدالقادر، ڈاکٹر سر محمد اقبال، سر فضل حسین، ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین، نواب مظفر خان، مولوی غلام محی الدین قصوری، سید محسن شاہ۔ شفاء الملک حکیم محمد حسن قرشی، شیخ مقبول احمد، خواجہ غلام دستگیر، مولانا غلام مرشد، شیخ محمد لطیف اور آغا ذوالقرنین خان کے علاوہ انجمن کے موجودہ صدر میاں امیر الدین خصوصیت سے ممتاز ہیں، جنہوں نے جذبہ قومی سے سرشار ہو کر انتہائی خلوص کیساتھ، انجمن کی دامے، درمے، سخنے، ہر طرح اور مدت العمر خدمت سرانجام دی ہے۔

انجمن کی علمی و ادبی خدمات:۔

کے سلسلے میں بھی بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ پاکستان کی قومی زبان اردو کو فروغ دینے اور اسے عملی طور پر قومی زبان کا درجہ دلوانے میں اہل پنجاب ہمیشہ پیش پیش رہے ہیں۔ آزادی سے قبل پنجاب میں اردو کی ترویج و اشاعت کا سب سے بڑا مرکز لاہور اور لاہور میں انجمن حمایت اسلام کے تعلیمی اور اشاعتی ادارے اور اس کے سالانہ جلسے تھے۔ یہ سالار جلسے اپنی دیگر خصوصیات کے علاوہ اردو کے فروغ اور اشاعت کے بہت بڑے گہوارے تھے۔ جہاں سے ملک بھر کے ممتاز ترین علماء فضلا اور مقررین اردو زبان میں اپنے خیالات و افکار کا اظہار فرماتے تھے۔ اردو زبان و ادب کا یہ گراں بہا خزانہ سالانہ روادوں اور حمایت اسلام کے پرچوں میں محفوظ

ہے۔

۱۸۸۵ء میں انجمن کے کتب خانے کی بنیاد دی پڑی۔ مولوی غلام دستگیر کے رسالے کی اشاعت کے بعد ۱۸۸۶ء میں انجمن نے اردو کا قاعدہ اور ۱۸۸۷ء میں پہلی ، دوسری اور تیسری جماعت کی اردو ریڈرز شائع کیں ۔ اس سلسلہ کتب کو ملک بھر میں سراہا گیا تو اردو کی چوتھی اور پانچویں کتابیں شائع کرنے کے بعد دینیات کی عربی کتابیں، رسائل اور فارسی کی کتابیں، انگریزی کی پرائمر، دو ابتدائی درسی کتابیں اور عربی علم الصرف کی کتابیں چھاپی گئیں۔ ۱۹۰۱ء میں جغرافیہ کی ابتدائی کتابیں بھی شائع ہوئیں ۔۱۹۲۰ء میں محکمہ تعلیم پنجاب نے اپنے نصاب میں ترمیم کی تو انجمن نے ایک ''جدید کتب اردو'' کا نیا سلسلہ، عربی کی کتابیں اور تاریخ ہند کی کہانیاں شائع کیں ۔ یہ تمام کتابیں اضافی درسی کتب کے طور پر منظور ہوئیں ۔۱۹۲۴ء میں زنانہ مدارس کے لئے اردو ریڈرز کا مکمل سیٹ تیار کیا گیا۔ جو محکمہ تعلیم نے منظور کیا۔ اسلام اور تاریخ اسلام پر الامین، اخلاق محمدی اور طلوع اسلام جیسی مستند کتابیں پیش کیں ۔ ۱۹۲۷ء کے بعد اعلیٰ جماعتوں کا سلسلہ کتب جاری ہوا۔ پروفیسر شیخ غلام حسین کی مصنفہ تاریخ ہند، تاریخ انگلستان ، اکنامکس، منطق اور خواجہ دل محمد کی معروف انگریزی و اردو میں ریاضی کی کتابیں شائع کی گئیں ۔

انجمن حمایت اسلام کے کتب خانے کی عظیم الشان خدمت قرآن مجید کے صحیح ترین نسخے کی اشاعت ہے۔ اسے پروفیسر مولوی ظفر اقبال نے انتہائی محنت اور عقیدت سے مرتب کیا اور انجمنِ اسلامنے اس کیاشاعت پر تقریباً ایک لاکھ روپیہ صرف کیا۔ اس نسخے کی جلدیں بطور ہدیہ مسلمان فرمانرواؤں، مثلاً شاہِ افغانستان، شاہِ مصر، صدر ترکیہ، امیرِ بحرین، نظام دکن، نواب بہاولپور اور نواب بھوپال وغیرہ بھیجی گئیں۔ اس کارنامے پر ملک اور بیرون ملک کے علماء نے انجمن کو خراج تحسین ادا

کیا۔ ان کا متفقہ فیصلہ تھا کہ ''یہ دنیا میں صحیح ترین نسخہ ہے۔ مشہور عالم دین سید سلیمان ندوی نے فرمایا: ''یہ اسلام کی وہ خدمت ہے جو شہنشاہوں اور بادشاہوں کا حصہ تھی''۔

۱۸۸۵ء میں انجمن نے ایک ماہانہ مجلّہ جاری کیا جسے ۱۹۲۷ء میں ہفتہ وار کر دیا گیا۔ پنجاب کا یہ واحد مجلّہ ہے جو گذشتہ نوے سال سے مسلسل سے شائع ہو رہا اور تعلیمی علمی، ادبی اور صحافتی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ اس سے ملک کے بلند پایہ ادیب، شاعر اور صحافی وابستہ رہے ہیں۔

انجمن کے سالانہ جلسوں کے ضمن میں انجمن کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے مشاعروں کی تعداد سینکڑوں تک پہنچی ہے۔ یہ ایک قابل تردید حقیقت ہے کہ اردو ادب اور اردو شاعری کی ترویج و ترقی میں ان مشاعروں نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ ۱۹۶۷ء میں انجمن کی ڈائمنڈ جوبلی کے موقع پر ایک کل پاکستان مشاعرہ منعقد ہوا تھا ۔اس میں جسٹس سجاد احمد جان نے اپنے خطبہ صدارت میں انجمن کی ادبی خدمات کا ایک جامع اور مبسوط جائزہ لیے ہوئے فرمایا: ''اردو ادب اور اردو شاعری کے فروغ میں ان مشاعروں کا ایک خصوصی حصہ ہے، جو ناقابل فراموش ہے ۔۔۔انجمن حمایت اسلام کے سٹیج پر یہ مشاعرہ ان لطیف یادوں کا تازہ کرتا ہے جو انجمن کی ہمہ گیر تعلیمی مجلسی اور ادبی کارگزاری سے وابستہ ہیں۔

آگے چل کر آپ نے اردو ادب پر انجمن کے احسانات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''بہت سے باکمال شاعر انجمن کے سٹیج سے دنیائے ادب سے روشناس ہوئے اور ان کی بہت سے نظمیں، جو اردو ادب کا مایہ ناز سرمایہ ہیں، انجمن کے پلیٹ فارم سے پڑھی گئیں ۔آج سے اسی سال پہلے ہندوستان میں انگریزی زبان کا تسلط مضبوط ہوتا چلا رہا تھا اور اردو کسمپرسی کی حالت میں تھی تو انجمن نے سہارا دیا۔ انجمن

نے اپنے دفتری کاروبار اور بیرونی مراسلات کے لئے اردو زبان کو اپنایا"۔

انجمن کی رودادیں اس بات کا زندہ ثبوت ہیں۔ ان میں خطبات، لیکچرز اور نظموں کی صورت میں جو گنج مخفی محفوظ ہے، اسے کتابی صورت میں چھاپ کر عوام الناس کے سامنے پیش کرنا اردو ادب کی بہت بڑی خدمت ہوگی۔ جسٹس سجاد احمد جان کی یہ رائے بالکل درست ہے کہ "انجمن کی تعلیمی اور ساجی سرگرمیوں سے تو واقف کار روشناس ہے جو گذشتہ تراسی برس سے جاری و ساری ہیں۔ لیکن میرے خیال میں اس کی خالص ادبی خدمات کو ابھی کماحقہ پذیرائی حاصل نہیں ہوئی۔

میں سمجھتا ہوں کہ انجمن کی ادبی خدمات کو صحیح پذیرائی اسی وقت حاصل ہوگی جب ۱۸۸۴ء سے ۱۹۷۴ء تک کے سالانہ جلسوں کے صدراتی خطبات، لیکچرز، نظموں مشاعروں کی تفصیلات، وغیرہ کو مرتب کر کے منظر عام پر لایا جائے گا۔

انجمن کی علمی و ادبی خدمات کے ضمن میں حمایت اسلام پریس کا تذکرہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ جو گذشتہ چھیالیس سال سے قابل قدر خدمات انجام دے رہا ہے۔ کتب خانہ انجمن حمایت اسلام کی ضروریات جب دوسرے چھاپہ خانوں میں کام کرانے سے حسب منشا پوری نہیں ہوتی تھیں، نیز جب انجمن نے اپنے ماہنامہ حمایت اسلام کو ہفت روزہ بنایا تو ۱۹۲۸ء کے شروع میں انجمن نے اپنا پریس لگالیا۔ جو جدید آلات طباعت سے آراستہ ہے۔

انجمن نے کمیاب اور بعض نامور مصنفین کی دینی، اصلاحی اور تاریخی کتابیں شائع کرنے کا جو سلسلہ شروع کیا تھا، اس کے تحت اب تک ڈاکٹر لائٹرز کی تاریخ اسلام، مولانا شبلی نعمانی کی الفاروق، سیرۃ النعمان اور شعر العجم اور شفیقی عہدی پوری کی اسلامی جنگیں چھپ کر خراج تحسین وصول کر چکی ہیں۔ دوسری کتابوں میں بحضور سرور کائنات، اقبال، الغزالی، ہادی، برحق قصص ہند، سید المرسلین، شاہراہ اسلام،

خالدین ولید، قرآن اور ہماری بول چال، تاریخ نظریہ پاکستان، اسوہ حسنہ اور سنین الاسلام شامل ہیں۔ یہ کتابیں ارزاں ہونے کے علاوہ صوری اور معنوی خوبیوں سے آراستہ ہیں۔

اسلامیہ کالج۔منزل بہ منزل

انجمن حمایت اسلام لاہور کے اغراض و مقاصد میں ''مسلمانوں کی تعلیم کے لئے ایسے ادارے قائم کرنا بھی جن میں جدید و قدیم۔ دونوں قسم کے علوم کی تعلیم دی جائے ''نیز'' اہل اسلام کو اصلاح طرز معاشرت و تہذیب اخلاق اور تحصیل علوم دینی و دنیوی اور باہمی اتفاق و اتحاد کا شوق دلانا اور ان کی بہتری اور ترقی کے وسائل پیدا کرنا اور تقویت دینا'' بھی شامل تھا۔سرسید احمد خاں کی کوششوں سے جب کچھ تعلیمی بیداری پیدا ہوئی تو انجمن حمایت اسلام نے قدیم تعلیم کے ساتھ ساتھ جدید علوم وفنون کی طرف بھی توجہ دی۔ بانیان انجمن کی دلی تمنا تھی کہ مسلمان تعلیمی میدان میں پس ماندہ نہ رہیں چنانچہ ۱۸۸۶ء میں تیس طلبہ کی قلیل تعداد کے ساتھ کرائے کے ایک مکان میں ''مدرستہ المسلمین'' کی بنیاد رکھی گئی۔ اس مدرسے نے ترقی کے مراحل اس تیزی اور برق رفتاری سے طے کئے کہ ۱۸۸۸ء میں مڈل ۱۸۸۹ء میں ہائی اور ۱۸۹۲ء میں کالج کے درجے تک پہنچ گیا۔تعلیم کی تاریخ میں یہ ایک بے مثل، حیرت انگیز اور بےنظیر واقعہ ہے۔

''مدرستہ المسلمین'' طویلہ شاہنواز حویلی کرنل سکندر خاں اور حویلی راجہ دھیان سنگھ سے ہوتا ہوا شیرانوالہ دروازہ میں منتقل ہوا۔ انجمن حمایت اسلام کے ابتدائی سالانہ جلسے یہیں منعقد ہوتے تھے۔ اس کا نام اسلامیہ ہائی سکول شیرانوالہ دروازہ اس وقت رکھا گیا جب طلبہ کی کثرت کے پیش نظر ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء کو یہاں سے ۲۰۴ طلبہ کو منتقل کر کے ایک دوسرے ہائی سکول کی بنیاد رکھی گئی۔ ۱۹۱۵ء میں تیسرا اور ۱۹۲۲ء

میں چوتھا سکول جاری ہوا۔اس کے علاوہ شہر کے مختلف حصوں میں پرائمری سکول بھی قائم کردیئے گئے جن کی تعداد ۱۹۰۰ء میں پندرہ تک پہنچ گئی۔

۱۸۹۱ء میں انجمن کی جنرل کونسل نے کالج قائم کرنے کی تجویز منظور کر لی اور اسی سال کالج کا اجراء کر دیا گیا (روایت خواجہ محمد اسلم) ۱۸۹۲ء میں سر میاں محمد شفیع کی کوشش سے پنجاب یونیورسٹی نے اس کالج کو منظور کر لیا اور میر شمس الدین کو ان کی علمی خدمات کے صلے میں پنجاب یونیورسٹی کا فیلو منتخب کر لیا گیا۔سر سید احمد خان بھی ان کے بے لوث خدمات سے بہت متاثر ہوئے اور انہیں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کورٹ کا ممبر نامزد کر دیا۔

۱۸۹۲ء کے آغاز میں فرسٹ ائیر کے گیارہ طلبہ کے ساتھ شیرانوالہ ہائی سکول کے دو کمروں کو ''اسلامیہ کالج'' کی بنیاد بننے کا شرف حاصل ہوا۔اور اس کا نام ''اسلامیہ کالج لاہور رکھا گیا آئندہ برس پہلے دو کمروں کے ساتھ ایک اور کمرے کا اضافہ کیا گیا۔اسلامیہ ہائی سکول شیرانوالہ دروازہ کے ہیڈ ماسٹر چودھری نبی بخش بی اے کالج کے پہلے پرنسپل مقرر ہوئے۔ان کے علاوہ کالج کے سٹاف میں مندرجہ ذیل حضرات شامل تھے۔

چودھری نبی بخش بی اے	پرنسپل اور پروفیسر انگریزی
خواجہ ضیاالدین بی اے ایل ایل بی	وائس پرنسپل اور پروفیسر فلسفہ
مولوی محمد علی ایم۔اے	پروفیسر تاریخ
میر عبدالوحید بی اے	پروفیسر فلسفہ
مولوی اصغر علی روحی ایم۔او۔ایل	پروفیسر عربی اور فارسی

سال اول میں چھ طلبہ کے ساتھ تعلیم و تدریس کا آغاز کیا گیا بالآخر ان کی تعداد گیارہ ہوگئی۔۱۸۹۳ء میں سال دوم کی کلاس شروع ہوئی۔اسلامیہ کالج، اسلامیہ ہائی

سکول شیرانوالہ دروازہ کے دو کمروں پر مشتمل تھا ایک کلاس روم کا کام دیتا تھا اور دوسرا پرنسپل سٹاف اور کالج کے دفتر کے لئے مخصوص تھا۔۱۸۹۳ء میں سال اول کے داخلے کے وقت ایک اور کمرہ سال دوم کے طلبہ کے لئے سکول مذکور سے حاصل کیا گیا۔چنانچہ اس طرح اب اسلامیہ کالج لاہور تین کمروں پر مشتمل تھا۔

۱۸۹۴ء میں اسلامیہ کالج لاہور کے سات طلبہ کی پہلی جماعت پنجاب یونیورسٹی کے ایف اے کے امتحان میں شریک ہوئی جن میں تین طلبہ نے کامیابی حاصل کی جبکہ چار طالب علم امتحان مذکور میں کامیابی سے ہمکنار نہ ہو سکے۔

۱۸۹۶ء میں میاں محمد شفیع کی ذاتی کوششوں کے نتیجے کے طور پر پنجاب یونیورسٹی نے انٹرمیڈیٹ کالج کی باقاعدہ منظوری دے دی اور اسلامیہ کالج لاہور کا پنجاب یونیورسٹی سے الحاق ہوگیا۔۷ مئی ۱۸۹۶ء سے پنجاب یونیورسٹی سنڈیکٹ نے کالج کے طلبہ کو ہر قسم کے وظائف سے مستفید ہونے کا اہل اور حقدار قرار دے دیا۔

۷ دسمبر ۱۸۹۹ء کو انجمن حمایت اسلام کی جنرل کمیٹی کا اجلاس اسلامیہ کالج میں خواجہ ضیاء الدین بی اے ایل ایل بی کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں کالج سٹاف میں سے مولوی اصغر علی روحی اور منشی حاکم علی پرنسپل اسلامیہ کالج'' نے شرکت کی اور دونوں حضرات مجلس ناظم التعلیم کے رکن منتخب ہوئے ۔نیز شیخ عبدالقادر اور شیخ محمد اقبال کا تقرر بھی عمل میں آیا۔

۲۸ مارچ ۱۹۰۰ء کو انجمن حمایت اسلام کی مجلس منتظمہ ایک اجلاس عبدالقادر کے زیر صدارت منعقد ہوا جس میں خلیفہ عماد الدین انسپکٹر اسلامیہ کالج کے دو ماہ کے لئے اسسٹنٹ انسپکٹر حلقہ ڈیرہ جات مقرر ہونے اور ان کی جگہ خالی ہونے پر شیخ محمد اقبال انسپکٹر اسلامیہ کالج مقرر ہوئے ۔خلیفہ عماد الدین کو دو ماہ کی رخصت دی گئی۔

۱۹۰۰ء میں کالج آغاز ہوا تو اس کے لئے شیرانوالہ ہائی سکول کے شمالی حصے پر بالائی

منزل تعمیر کرنی پڑی مرزا ارشد گورگانی نے بطور تفنن اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا

یار لوگوں نے ہے کوٹھے پہ بٹھایا کالج

۶ مئی ۱۹۰۰ء کو انجمن حمایت اسلام کی مجلس منتظمہ کا ایک اجلاس مولوی محمد عبداللہ کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں شیخ محمد اقبال ایم اے، شیخ عبدالعزیز، خان نجم الدین، رحیم بخش اور علی بخش کی مندرجہ ذیل تحریر پیش ہوئی، اس تحریر میں بی اے کلاس کے نہ کھولنے کی نسبت گزشتہ اجلاس میں جو فیصلہ کیا گیا تھا اس پر مکرر غور کا مطالبہ کیا گیا:۔

''شب گزشتہ کو جو معاملہ افتتاح بی اے کلاس کا مجلس منتظمہ میں پیش ہوا۔اس کے متعلق ووٹ دینے میں مغالطہ ہوا،لہذا ہم چاہتے ہیں کہ تجویز زیر بحث کو اسی ہفتہ میں نظر ثانی کے واسطے پھر مجلس موصوفہ میں پیش کیا جائے''

چنانچہ ایک طویل مدلل اور پر جوش بحث کے بعد منشی احمد دین نے تحریک کی کہ تھرڈ ائیر (سال سوم) کلاس اسی سال کھول دی جائے۔منشی رحیم بخش نے اس کی تائید کی ۔ڈگری کلاسز کے اجراء میں دو مشکلات کا سامنا تھا جس کی وجہ سے یہ معاملہ التواء میں پڑ رہا تھا پہلی وجہ تو جگہ کی کمی تھی جبکہ دوسری مشکل قلیل اور تھوری تنخواہ پر قابل اور تجربہ کار اساتذہ کا دستیاب ہونا۔

اس مشکل وقت میں تین مردان مجاہد نے اپنی خدمات بلا معاوضہ پیش کیں ان میں سے ایک شیخ عبدالقادر اور دوسرے شیخ اور میاں عبدالعزیز تھے۔شیخ عبدالقادر تحریر فرماتے ہیں:

''اسی ثناء میں یہ مرحلہ آیا جب انہوں (شیخ عبدالعزیز) نے ایک اور ضروری اور قومی کام میں میرے ساتھ تعاون کیا۔ہمارے اسلامیہ کالج میں اس وقت صرف ایف۔

اے کے درجے تک پڑھائی تھی مگر بوجہ قلت سرمایہ انجمن کو بی۔ اے کی جماعتیں کھولنے میں تامل تھا۔ میں انجمن میں یہ تجویز پیش کی کہ جب تک بی۔ اے کی جماعتیں چل نہ نکلیں میں بلاتنخواہ انگریزی پڑھانے کا ذمہ لوں گا اور میرے دو اور دوست بھی میری طرح بلاتنخواہ کام کرینگے اور انجمن ہمیں صرف کالج آنے جانے کی گاڑی کا الاؤنس دے گی۔

میرے دو دوستوں میں ایک شیخ عبدالعزیز مرحوم تھے اور دوسرے ان کے ہم نام جواب خان بہادر میاں عبدالعزیز ایم۔ اے فنانشنل کمشنر پنجاب اور حالی چیف منسٹر کپورتھلہ ہیں تینوں نے یہ خدمات عرصہ تک انجام دی۔ اس تجویز سے بہت سے قابل مسلمان گریجوایٹ ان دنوں اسلامیہ کالج سے پڑھ کر جنہوں نے بعد میں نمایاں کامیابیاں حاصل کیں۔ اس کے بعد اسلامیہ کالج اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا اور اچھی اچھی تنخواہوں کے پروفیسروں کی خدمات حاصل کرنے کے قابل ہو گیا''۔

میاں عبدالعزیز جنہوں نے شیخ عبدالقادر اور شیخ عبدالعزیز کے ساتھ اسلامیہ کالج میں درس و تدریس کی خدمات انجام دیں، اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''۱۹۰۰ء میں جب ہمارے محترم دوست سر شیخ عبدالقادر نے اسلامیہ کالج میں بی اے کلاس کھولنے میں امداد دی Primes (خان بہادر شیخ عبدالعزیز) اور Secund us (خان بہادر میاں عبدالعزیز ایم اے فنانشنل کمشنر پنجاب، چیف منسٹر ریاست کپورتھلہ) بھی ان کیساتھ شامل ہوئے اور ہم تینوں ایک مدت تک اسلامیہ کالج کے اعزازی پروفیسر رہے۔ ہمارے اس زمانے کے شاگردوں میں مولوی محمد شفیع ایم۔ اے جو اس وقت اورنٹل کالج کے پرنسپل ہیں اور سید محسن شاہ ایڈووکیٹ بھی شامل تھے''۔

خواجہ محمد حیات پبلسٹی سیکرٹری انجمن حمایت اسلام کا بیان ہے:

''۱۹۰۰ء میں اسلامیہ کالج کو ڈگری کالج بنا دیا گیا مگر انجمن کو قلیل تنخواہ پر حسب منشا قابل پروفسران دستیاب نہ ہوتے تھے۔ آپ (سر شیخ عبدالقادر) نے اس وقت کو محسوس فرمایا اور ۱۹۰۱ء میں جبکہ آپ ''پنجاب آبزرور'' کے چیف ایڈیٹر تھے اپنی خدمات بطور اعزازی پروفیسر پیش کیں جو بصد شکریہ قبول ہوئیں۔ آپ اس خدمت کے لئے اپنے معاون خاص خاں صاحب عبدالعزیز ایم۔ اے (مابعد فنانشنل کمشنر پنجاب) کو بھی ہمراہ لائے چنانچہ کافی عرصہ تک یہ تینوں حضرات اس قومی خدمت کو خوش اسلوبی کے ساتھ انجام فرماتے رہے''

انجمن حمایت اسلام نے ڈگری کلاسز شروع کرنے کا فیصلہ تو کر لیا لیکن اس پر اگلے سال عمل درآمد ہو سکا چنانچہ ۱۹۰۳ء میں بی اے کے طالب علموں کی پہلی کھیپ امتحان میں شریک ہوئی۔ جب اسلامیہ کالج لاہور دوسرے ڈگری کالجز یعنی گورنمنٹ کالج اور ایف سی کالج وغیرہ کی صف میں شامل ہو گیا تو اسی برس سے انگریزی، عربی، فارسی، تاریخ، دینیات اور ریاضی کے مضامین کی تدریس کے لئے طلبہ کو تھرڈ ائیر (سال سوم) داخل کر لیا گیا۔ ۱۸۹۹ء سے لے کر ۱۹۰۰ء تک کالج میں صرف تین اساتذہ درس و تدریس کر رہے تھے یعنی مولوی حاکم علی کے علاوہ حسب ذیل اساتذہ اسلامیہ کالج کے سٹاف میں شامل تھے۔

مولانا حاکم علی بی اے	پرنسپل و استاد ریاضی و فزیکل سائنس
شیخ عبدالقادر بی اے	استاد انگریزی
شیخ عبدالعزیز بی اے	استاد انگریزی
حافظ عبدالعزیز ایم اے	استاد تاریخ
منشی فتح الدین بی اے	استاد انگریزی و فلسفہ

مولوی اصغر علی روحی ایم او ایل　　استاد عربی و فارسی

مولوی حافظ احمد علی منشی فاضل و مولوی فاضل　　استاد دینیات

۲۸ مارچ ۱۹۰۰ء کو مجلس منتظمہ کے فیصلے کے رو سے خلیفہ عماد الدین کی جگہ شیخ محمد اقبال عارضی طور پر انسپکٹر اسلامیہ کالج مقرر ہوئے۔ خلیفہ صاحب موصوف ۱۸ جولائی کو رخصت گزار کر واپس آ گئے چنانچہ ۲۲ جولائی ۱۹۰۰ء کے اجلاس میں جو مفتی محمد عبداللہ کی صدارت میں منعقد ہوا یہ فیصلہ کیا گیا کہ ''چونکہ خلیفہ عماد الدین لاہور واپس تشریف لے آئے ہیں اور انہوں نے ۱۸ جولائی سے چارج لے لیا ہے لہٰذا شیخ محمد اقبال کو سبکدوش کیا جاتا ہے''

انجمن حمایت اسلام کے سالانہ اجلاس منعقدہ

شیخ محمد اقبال نے ۲۲ فروری ۱۹۰۲ء کی دوسری نشست میں اپنی ''خیر مقدم'' پڑھی اور خراج تحسین حاصل کیا۔ اس نشست کی صدارت خان بہادر محمد برکت علی خاں، اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر نے فرمائی۔ اس اجلاس میں سر میگورتھ ینگ سابق گورنر پنجاب اور مسٹر ڈبلیو بیل ڈائریکٹر سررشتہ تعلیم نے شرکت کی۔

سیکرٹری نے ہنر آنز سر میگورتھ ینگ کی اجازت سے شیخ محمد اقبال سے نظم پڑھنے کی درخواست کی۔ انہوں نے نہایت ہی پر درد اور دلگداز لہجہ میں نظم پیش کی جس سے ہنر آنز اور ڈائریکٹر صاحب بہادر بہت خوش اور محفوظ ہوئے۔

گورنر پنجاب کو مخاطب کر کے شیخ محمد اقبال نے کہا:

خوشا نصیب وہ گوہر ہے آج زینت بزم
کہ جس کی شان سے ہے آبروئے تاج وسر پر
وہ کون زیب دہ تخت صوبہ پنجاب
کہ جس کے ہاتھ نے کی قصر عدل کی تعمیر

یہ پہلا موقعہ تھا جب انجمن کے اجلاس میں جو اسلامیہ کالج گراؤنڈ میں منعقد ہوا، دو سرکاری اعلیٰ عہدیداروں نے شرکت کی۔ یہ بات قرین قیاس ہے کہ اس تقریب کے موقع پر سر میگورتھ ینگ اور مسٹر بیل نے اسلامیہ کالج کا معائنہ کیا ہوگا؟

شیخ عبدالقادر اسلامیہ کالج لاہور میں سینئر ریڈر کی حیثیت سے انگریزی پڑھا رہے تھے جب ''پنجاب آبزرور'' کے چیف ایڈیٹر کی وجہ سے ان کی مصروفیات بڑھ گئیں تو انہوں نے ۲۵ مارچ ۱۹۰۳ء کو پرنسپل کے نام ایک مکتوب تحریر کیا جس میں کالج سے سبکدوش کے لئے درخواست کی۔ چنانچہ ۱۳ اپریل ۱۹۰۳ء کو انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کا ایک اجلاس مرزا امان اللہ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں

شیخ عبدالقادر کا استعفٰی پڑھا گیا۔جس میں انہوں نے تحریر کیا تھا۔

اولاً: شیخ عبدالقادر اڈیٹری کا کام گزشتہ دو سال میں اس قدر بڑھ گیا ہے کہ انہیں بقول ان کے کالج میں پڑھانے کا کام لیتے وقت مطلقاً اس کا وہم وگمان تک نہ تھا اور اس وجہ سے اب انہیں کالج کا کام سرانجام دینے کے لئے بہت کم فرصت ملتی ہے۔

ثانیاً: شیخ صاحب کی صحت پر زیادہ محنت نمایاں اثر ڈالتی نظر آتی ہے اور صحت قائم رکھنے کے لئے وہ ضروری سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے کاموں میں جہاں تک ان سے ہوسکتا ہے کمی کر دیں۔

۲۳فروری۱۹۰۲ء(بروز اتوار) انجمن حمایت اسلام کے سترہویں سالانہ اجلاس کی دوسری نشست میں جو میاں نظام الدین سب جج راولپنڈی کی صدارت میں منعقد ہوئی شیخ محمد اقبال نے اسلامیہ کالج کے حوالہ سے ایک نظم بعنوان ''اسلامیہ کالج کا خطاب پنجاب کے مسلمانوں کو'' پڑھی۔اس تقریب میں چونکہ لاہور کے ڈپٹی کمشنر ـــــ بھی موجود تھے چنانچہ شیخ صاحب موصوف نے اس سے پہلے ایک مختصراً مگر پرمغز نظم ڈپٹی کمشنر موصوف کے خیر مقدم اور ان کی تشریف آوری کے شکریہ میں پڑھی اس کے بعد اپنی شہرہ آفاق نظم ''اسلامیہ کالج کا خطاب'' پیش کی۔صدر جلسہ نے اس نظم کے متعلق فرمایا:

''شیخ صاحب کی قابلیت کی تعریف جس قدر کی جائے کم ہے،آپ پنجاب کے **ملک الشعراء** ہیں''

''اسلامیہ کالج کا خطاب'' نو بندوں پر مشتمل ایک طویل نظم تھی۔ہم چند خاص اشعار بطور ہدیہ قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

ہم سخن ہونے کو ہے معمار سے تعمیر آج

آئینے کو ہے سکندر سے ر تقرر آج
نقش نے نقاش کو اپنا مخاطب کر لیا
شوخی تحریر سے گویا ہوئی تصویر آج
زینت محفل ہیں فرہادان شیریں عطا
اس محفل میں ہے رواں ہونے کو جوئے شیر
آج ہم حال دل درد آشنا کہنے کو ہیں
اس بھری محفل میں اپنا ماجرا کہنے کو ہیں
دیکھئے محفل میں تڑپاتا ہے کس کس کو یہ
مرثیہ اپنے دل گم گشتہ کا کہنے کو ہیں
قصہ مطلب طویل ودفتر تقریر تنگ
خود بخود کوئی سمجھ جائے کہ کیا کہنے کو ہیں
خود بخود منہ سے نکل جانا بھی اچھا ہے مگر
دم تو لے آخر تجھے اے مدعا کہنے کو ہیں
مجھ میں وہ جادو ہے روتوں کو ہنسا سکتا ہوں
قوم کے بگڑے ہوؤں کو پھر بنا سکتا ہوں میں
طوسی، ورازی وسینا و ظہیر والغزل
آہ وہ دلکش مرقع پھر دکھا سکتا ہوں میں
آئیں اڑ اڑ کر پتنگے مصر وروم و شام سے
شمع اک پنجاب میں ایسی جلا سکتا ہوں میں
کارواں سمجھے اگر خضر رہ عزت مجھے
منزل مقصود کا رستہ دکھا جاسکتا ہوں میں

بزم میں شوق مئے حکمت ہوا پیدا اگر
مئے بھی بٹ جائے گی پہلے فکر پیمانہ تو ہو
یہ نظامیہ سلامت ہے تو پھر سعدی بہت
پھر ذرا ویسا منور اپنا کا شانہ تو ہو
ہاں ! دعا کن بہر ما اے مایہ ایمان ما
پر شود از گوہر حکمت سر دامان ما

انجمن حمایت اسلام کا انیسواں سالانہ جلسہ برصغیر پاک و ہند کی تاریخ میں ایک خصوصی حیثیت رکھتا ہے یہ ایسا موقع تھا جب آسمان علم وادب کے درخشندہ اور رخشندہ ستارے اسلامیہ کالج میں موجود تھے۔ نیز یہ کہ اس تاریخی اجلاس کو بعض انگریز اور ہندو مسلم دوستوں نے بھی زینت بخشی۔ مسلمانوں میں علامہ اقبال، شمس العلماء مولانا الطاف حسین حالی، شمس العلماء ڈاکٹر نذیر احمد شمس العلماء خواجہ حسن نظامی، مولانا ابوالکلام آزاد، خان بہادر میاں محمد شفیع، شیخ عبدالقادر میاں فضل حسین، مرزا ارشد گورگانی جبکہ غیر مسلموں میں مسٹر کراس، انسپکٹر مدارس حلقہ لاہور، مسٹر رائٹ، پرنسپل سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور، جسٹس بابو پرتول چندر چڑ جی، جج چیف کورٹ پنجاب خصوصیات کے ساتھ قابل ذکر تھے۔

۳ اپریل ۱۹۰۴ء کی دوسری نشت کی صدارت خان بہادر میاں محمد شفیع نے بار ایٹ لاء، رئیس لاہور نے فرمائی۔ اجلاس سے فارغ ہو کر سب مہمانوں نیا سلامیہ کالج اور بورڈنگ ہاؤس کا معائنہ کے اور نہایت پسندیدگی کا اظہار کیا۔

ثالثاً وہ سمجھتے ہیں کہ ان کا کالج سے تعلق ایسے سسٹم کا بقیہ ہے جو قابل عمل تصور ہو کر چھوڑا جا چکا ہے اور انہیں گویا ان کی ذاتی لحاظ کی وجہ سے رہنے دیا گیا لیکن اس تعلق کو وہ باوجود مجلس منتظمہ کی ایسی قدردانی کے جس کے لئے وہ مجلس موصوف کے شکرگزار

ہیں، ان حالات میں جو اوپر بیان کئے گئے ہیں ہرگز جاری رکھنا مناسب نہیں سمجھتے قرار پایا کہ مجلس ناظم التعلیم کو شیخ صاحب کی علیحدگی کا افسوس ہے اور بحالات مندرجہ شیخ صاحب کا استعفیٰ منظور کیا جاتا ہے اور شیخ صاحب کے اس نیک خیال کی جو کالج کی بہتری اور انجمن کے فائدے کے واسطے سسٹم متذکرہ کی اجراء کا باعث ہوا تھا اور ان کی اس کوشش کی جو انہوں نے مذکورہ بالا سسٹم کو کامیاب بنانے میں کی ہے اور ان خدمات کی جو وہ کالج میں اس سسٹم کے متعلق بجالاتے رہے، مجلس شکرگزار ہے"۔

شیخ عبدالعزیز، مولوی حاکم علی کی جگہ قائم مقام پرنسپل مئی ۱۹۰۴ء میں مقرر کئے گئے تھے پرنسپل کے انتخاب کے لئے ۲۹ مئی ۱۹۰۴ء کو ایک سب کمیٹی قائم کی گئی جس کے اجلاس ۵ جون اور ۱۹ جون کو منعقد ہوئے۔ شیخ عبدالعزیز نے اپنی صحافتی مصروفیات کے باعث قائم مقام پرنسپل شپ سے استعفیٰ دے دیا چنانچہ پرنسپل کے انتخاب کے لئے ۱۶۔ جون ۱۹۰۴ء کو جنرل کونسل کا شپ سے استعفیٰ دے دیا ے چنانچہ پرنسپل کے انتخاب کے لئے ۱۲ جون ۱۹۰۴ء کو جنرل کونسل کا ایک اجلاس خلیفہ عمادالدین کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں سیکرٹری نے دیگر امور کے علاوہ دو "تحریریں پیش کیں اول یہ کہ مولوی کرم بخش نے تحریک پیش کی کہ ڈاکٹر عبدالغنی بی اے کو پرنسپل مقرر کیا جائے دوم یہ کی شیخ محمد اقبال نے تجویز کیا کہ مسٹر محمد حیات بی۔ اے کو پرنسپل تعینات کیا جائے اس ضروری مسئلے پر بحث ہوئی اور یہ امر تسلیم کیا گیا کہ موجودہ حالات کے پیش نظر ڈاکٹر عبدالغنی بی۔ اے سے بہتر آدمی کا اس آسامی کے لئے ملنا بہت مشکل ہے لیکن چونکہ ان کا تعلق افغانستان سے رہا ہے اس لئے ضروری ہے کہ بعض اراکین کے اس خیال پر پورا غور کیا جائے کہ شاید حکومت ان کے پرنسپل بننے کو پسند نہ کرے۔ چنانچہ خلیفہ عمادالدین کی تجویز کے مطابق بالاتفاق قرار پایا کہ اس

بارے میں ڈائریکٹر سررشتہ تعلیم سے استمزاج و استصواب کیا جائے اور اس ضرورت کے لئے سیکرٹری خود شملہ جائے اس کے بعد خلیفہ عماد الدین نے تجویز پیش کی کہ۔

الف) سب کمیٹی کی تجویز کے مطابق ڈاکٹر عبدالغنی بی۔اے۔ایم۔بی کو اس شرط پر پرنسپل مقرر کیا جائے کہ کالج کا چارج لینے سے پیشتر دربار کابل سے اپنا تعلق باحسن وجوہ قطع کریں اور امیر صاحب انکو بخوشی اجازت دے دیں۔بعد ازاں منشی حاکم علی سے کہا گیا کہ تعطیلات تک وہ چارج لے لیں مگر اصرار کے باوجود انہوں نے انکار کر دیا۔

ب) اس کارروائی کے بعد بالاتفاق قرار پایا کہ سب کمیٹی کی سفارشات کے مطابق عارضی انتظام کیا جائے۔۲۸ جون ۱۹۰۴ء کی صبح سے ڈاکٹر عبدالغنی پرنسپل کے عہدہ کا چارج لے لیں گے اور ان کو ۲۰ روپے ماہوار الاؤنس تنخواہ کے علاوہ دیا جائے گا اور وہ قائم مقام پرنسپل ہوں گے۔اور مسٹر محمد حیات بی۔اے کو ۷۰ روپے ماہوار پر ایک ماہ کے لئے (۳۱ جولائی تک) پروفیسر مقرر کیا جائے''۔۱۳ نومبر ۱۹۰۴ء کو انجمن کی جنرل کونسل کا اجلاس مرزا عبدالرحیم کے زیر صدارت منعقد ہوا دیگر قراردادوں کے علاوہ مندرجہ ذیل قرارداد منظور ہوئی۔

''چونکہ ۱۲ ماہ سے عارضی انتظام کا خاتمہ ہو گیا ہے اور ڈاکٹر محمد عبدالغنی بی۔اے نے بحثیت پرنسپل چارج لے لیا ہے اس لئے کونسل ضروری تصور کرتی ہے کہ کالج کے وائس پرنسپل کے عہدہ کا بھی مستقل انتظام کیا جائے کیونکہ اس عہدہ کے تصفیہ کے بغیر کام چلنا مشکل ہے اور کونسل کی کارروائی میں بھی دقت پیش آئیگی پس کونسل سفارش کرتی ہے کہ شیخ عبدالغنی ایم۔اے کو وائس پرنسپل مقرر کیا جائے اور ۱۶۔اکتوبر سے ان کو ایک ۱۰۰ سو روپیہ ماہوار کے حساب سے تنخواہ دی جائے جو اس عہدہ کی ابتدائی تنخواہ ہے''۔

۱۹۰۵ء میں انجمن حمایت اسلام نے اسلامیہ کالج اور ہوسٹل کی تعمیر کے لئے ریلوے روڈ اور برانڈ تھ روڈ کے سنگم پر پچاس کنال اراضی کا ایک عظیم قطعہ خریدا۔ دو سال بعد یعنی ۱۹۰۷ء میں امیر حبیب اللہ خان شاہ افغانستان نے اسلامیہ کالج کا سنگ بنیاد رکھا ۱۹۰۸ء میں اسلامیہ کالج نئی عمارت میں منتقل ہو گیا حالانکہ تعمیری کام ۱۹۱۳ء تک ہوتا رہا۔ ۱۹۰۵ء میں اسلامیہ کالج نے کئی لحاظ سے نمایاں ترقی دکھائی اور اس کے اکثر صیغوں میں اصلاح و ترقی ہوئی۔ اندرونی نظم و ضبط کے علاوہ کالج کے بیرونی انتظام میں بہت سے مفید تغیرات کئے گئے۔ یونیورسٹی کے امتحانات کے نتائج بھی ہر طرح سے تسلی بخش رہے نیز طلبہ کی تعداد میں ایک معقول اضافہ ہوا۔ اگر چہ سائنسکے سلسلہ میں انتظام میں بھی بہت سے مفید تغیرات کئے گئے۔ یونیورسٹی کے امتحانات کے نتائج بھی ہر طرح سے تسلی بخش رہے نیز طلبہ کی تعداد میں ایک معقول اضافہ ہوا۔ اگر چہ سائنس کے سلسلہ میں انتظامات تسلی بخش رہے نیز طلبہ کی تعداد میں ایک ہفتے میں سنڈیکیٹ پنجاب یونیورسٹی کی مقرر کردہ معائنہ کمیٹی نے کالج کا معائنہ کیا اور اطمینان کا اظہار کیا۔ معائنہ کمیٹی نے وہ قطعہ اراضی بھی دیکھا اور پسند کیا جو خریدا گیا۔

کالج اور بورڈنگ ہاؤس کا انتظام کالج کونسل کے سپرد رہا اور اس کی تجاویز مجلس منتظمہ میں پیش ہو کر منظور ہوئیں۔ دسمبر کے آغاز میں انجمن کے نئے قواعد و ضوابط کے مطابق کالج کے انتظام کے لئے ایک کالج کمیٹی مقرر کی گئی۔ جو پندرہ ارکین پر مشتمل تھی اس کے ماتحت کالج کونسل تھی جو پرنسپل اور چار پروفیسروں پر مشتمل تھی۔ ۱۹۰۵ء میں کالج سٹاف آٹھ ممبروں پر مشتمل تھی۔ جن میں پرنسپل، وائس پرنسپل، پروفیسر انگریزی، پروفیسر ریاضی، پروفیسر فلسفہ و تاریخ نائب پروفیسر انگریزی و فلسفہ، نائب پروفیسر ریاضی و سائنس، پروفیسر عربی و فارسی اور پروفیسر الھیات جب پروفیسر

ریاضی و طبیعات تھے نومبر میں مستعفی ہو کر اورینٹل کالج چلے گئے تو ان کی جگہ عارضی طور پر مرزا اصغر بیگ بی۔اے تعینات کئے گئے۔

۳۱۔دسمبر ۱۹۰۵ء تک طلبہ کی تعداد بانوے تھی جو گزشتہ برس سے تیرہ زیادہ تھی۔ چنانچہ فرسٹ ائیر میں ۳۴ سیکنڈ ائیر ۳۲، تھرڈ ائیر میں ۱۲ اور فورتھ ائیر میں گیارہ طلبہ تھے۔ یونیورسٹی کے امتحانات کے نتائج تسلی بخش رہے۔ چنانچہ انٹرمیڈیٹ میں بیالیس طلبہ میں سے بائیس طلبہ کامیاب ہوئے اور نتائج ۵۲،۳ رہے جبکہ ۱۹۰۴ء میں ۴۴،۸ نتیجہ تھا۔ایک طالب علم نے سرکاری وظیفہ حاصل کیا۔بی۔اے کا رزلٹ پچاس فیصدی رہا۔

اگست ۱۹۰۵ء میں خان بہادر محمد برکت علی خان نے انتقال کیا جو ایک نیک، ہمدرد، غمخوار اور خیر خواہ قوم بزرگ تھے۔مرحوم کو مسلمانوں کے تعلیمی مسائل سے بہت لگاؤ تھا اور مرحوم انجمن کے مشیر باتدبیر تھے۔اسلامیہ کالج اور بورڈنگ ہاؤس کی تعمیر کے لئے انجمن نے جو قطعہ اراضی پچاس ہزار روپے میں خریدا، وہ خان بہادر کی حسن توجہ اور کوششوں کا مرہون منت ہے۔۲۷ اگست ۱۹۰۵ء کو انجمن کی مجلس منتظمہ نے فیصلہ کیا کہ اسلامیہ کالج لاہور کی عمارت میں ایک ریڈنگ روم قائم کیا جائے اور اس کا نام "برکت علی ریڈنگ روم" رکھا جائے۔

سر چارلس ریواز صاحب بالقابہ لفٹنٹ گورنر بہادر صوبہ پنجاب کی خدمات میں بمقام شملہ انجمن کے ڈیپوٹیشن کی باریابی

انجمن کی درکواست پر ہنر نواب لفٹنٹ گورنر بہادر صوبہ پنجاب نے ازراہ عنایت منظور فرمالیا کہ انجمن کا ایک ڈیپوٹیشن ۳۰ جون ۱۹۰۶ء کو ایک بجے بعد دوپہر کے بمقام بارنس کورٹ شملہ انجمن کی عرضداشت پیش کرے۔ چنانچہ اس ضرورت کے لئے ایک نہایت ہی بارسوخ اور مقتدر ڈیپوٹیشن تجویز کیا جو مندرہ ذیل حضرات پر مشتمل تھا۔

۱۔ آنزیبل نواب حاجی فتح علی خاں صاحب سی آئی ای قزلباش ۔ پریذیڈنٹ انجمن

۲۔ آنزیبل لفٹنٹ ملک عمر حیات خان صاحب سی آئی ای رئیس کالرہ ضلع شاہپور

۳۔ آنزیبل خان بہادر سید خلیفہ محمد حسین خان صاحب مشیر الدولہ ممتاز الملک ممبر کونسل ریاست ۔ پٹیالہ

۴۔ خان بہادر کرنیل عبدالمجید خان صاحب فارن منسٹر ریاست پٹیالہ

۵۔ نواب محمد ذوالفقار علی خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ

۶۔ خان بہادر مولوی شیخ انعام علی صاحب بی اے ڈویژنل جج امرتسر

۷۔ خان بہادر حاجی شیخ خدا بخش صاحب پنشنر اسسٹنٹ سرجن لاہور

۸۔ خان بہادر ڈاکٹر سید میر شاہ صاحب سنئیر اسسٹنٹ سرجن لاہور

۹۔ شیخ غلام صادق صاحب آنریری مجسٹریٹ و رئیس ۔ امرتسر

۱۰۔ خان صاحب میاں حسین بخش صاحب پنشنر ڈسٹرکٹ جج و رئیس بٹالہ

۱۱۔ شیخ امیر الدین صاحب آفسر مال گوڑگوہ حال رخصتی

۱۲۔ میاں محمد شفیع صاحب بیرسٹرایٹ لا۔لاہور

۱۳۔ میاں فضل حسین صاحب بی اے بیرسٹرایٹ لا۔لاہور

۱۴۔ شیخ عبدالعزیز صاحب بی اے ایڈیٹر آبزرور و جائنٹ سیکرٹری انجمن

۱۵۔ شیخ خیرالدین صاحب اسسٹنٹ ٹریفک سپرنٹنڈنٹ نارتھ ویسٹرن ریلوے لاہور۔

۱۶۔ میاں نظام الدین صاحب رئیس۔لاہور۔

۱۷۔ خان صاحب منشی فخرالدین صاحب رئیس۔شملہ

۱۸۔ خلیفہ عمادالدین صاحب اسسٹنٹ انسپکٹر مدراس حلقہ لاہور

۱۹۔ ڈاکٹر محمد عبدالغنی صاحب بی اے پرنسپل اسلامیہ کالج۔لاہور

۲۰۔ شیخ محمد پیر بخش صاحب بیرسٹرایٹ لا۔شملہ

۲۱۔ خان میر محمد خان صاحب بی اے بی ایل پلیڈر۔شملہ

۲۲۔ خواجہ احد شاہ صاحب رئیس۔لودھیانہ

افسوس کہ عین وقت پر تین صاحب علیل ہو گئے اور ان کی معذرت کی تاریں شملہ میں خاکسار کے پاس پہنچ گئیں۔

ایک صاحب بوجہ نہ ملنے رخصت کے شمولیت سے قاصر رہے۔

ایڈریس کا ترجمہ

بحضور عالی جناب نواب مستطاب سر چارلس ریواز صاحب کے سی ایس آئی۔ سی ایس ایس لفٹیننٹ گورنر پنجاب وغیرہ

حضور والا

۱۔ ہم ممبران حمایت اسلام لاہور نہایت ادب سے حضور کی خدمت میں اس عطئے کیلئے تہ دل سے شکریہ ادا کرنے کو حاضر ہوئے ہیں جو حضور کی گورنمنٹ نے اسلامیہ کالج لاہور کی تعمیر کیس واسطے مرحمت فرمایا ہے۔ جب سے اس صوبے کو حضور کے زیر حکومت ہونے کا فخر ملا ہے اس کی تعلیمی حالت نے قابل وقعت ترقی کی ہے اور حضور کی توجہ خاص کی بدولت ان اقوام کی ترقی تعلیم کے بارہ میں جو اس مرحلے میں پیچھے رہ گئی ہیں بلاشبہ عمدہ نتائج مرتب ہوئے ہیں اس سلسلہ میں مسلمانوں کے حقوق بھی نظر انداز نہیں ہوئے۔ جیسا کہ حضور والا پر روشن ہے **ملک** کے اس حصہ کی آبادی زیادہ تر مسلمانوں کی ہے جو بد نصیبی سے تعلیمی دوڑ میں اور قوموں سے پیچھے رہ گئے ہیں مگر حضور نے صوبے بھر کے اکیلے اسلامیہ کالج کی مدد فرمانے اور آئندہ اس کی سرپرستی کی امید دینے سے اس فکر کا ثبوت دیا ہے جو حضور کی گورنمنٹ کو قیصر ہند کی ہر فرقے اور ہر ملت و مذہب کی رعایا کی بہبودی کے لئے دامنگیر رہتا ہے۔ جمیع اہل اسلام حضور کی اس ہمدردانہ توجہ کے شکر گزار ہیں اور ہم اپنے آپ کو خصوصیت سے خوش نصیب تصور کرتے ہیں کہ ہمیں حاضر حضور ہو کر ان خیالات شکر گزاری کے اظہار کا موقع ملا ہے۔

۲۔ حضور نے مہربانی فرما کر باریابی کو جو موقع ہمیں دیا ہے اس سے مستفید ہو کہ ہم انجمن حمایت اسلام لاہور کا کچھ **مفصل** تذکرہ کیا چاہتے ہیں۔ چنانچہ اس کے

اغراض و مقاصد گذشتہ تاریخ۔ موجودہ کیفیت اور آئندہ کی امیدوں اور تمناؤں کی ایک مختصر سی یاداشت خدمت عالیہ میں پیش کرتے ہیں۔ چونکہ ہم محسوس کر چکے ہیں کہ حالات موجودہ نے ہمارے ذمے ایک بڑا وسیع اور اہم کام ڈال دیا ہے اور اب آئندہ کے لئے جرات کے ساتھ طریق عمل کی نسبت تصفیہ کرنے کا موقع آ گیا ہے اس لئے تاریخ انجمن کے اس نازک موقع پر بہی خواہان انجمن کا فرض ہے کہ وہ صوبے کے فیاض حاکم اعلیٰ کی طرف ہمدردی و سرپرستی کے لئے رجوع کریں۔

۳۔(الف) انجمن حمایت اسلام کا کام بہت ہی چھوٹے پیمانے پر ۱۸۸۵ء میں شروع ہوا۔ جبکہ لاہور کے چند مسلمان شرفا نے جمع ہو کر ایک مجلس بدیں غرض قائم کی کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں مغربی علوم کی اشاعت کریں۔ اسے غریب مسلمانوں تک پہنچائیں۔ دنیاوی تعلیم کیے ساتھ ساتھ مذہبی تعلیم بھی دیں۔ شروع شروع میں لڑکیوں کے لئے لوئر پرائمری سکول ۱۸۸۵ء میں کھلا۔ جبکہ ۸۸ طلباء درج رجسٹر ہوئے۔ زنانہ مدراس کی تعداد ۱۹۰۵ء میں ۹ ہو گئی اور تعداد طلباء ۳۹۲ ان مدراس نے مسلمانوں کی ایک نمایاں ضرورت کو پورا کیا اور ہم خوشی سے ظاہر کرتے ہیں کہ اس کام میں تسلی وہ کامیابی ہوئی ہے گو ہم اس کے ساتھ ہی یہ بھی مانتے ہیں کہ اب تک بڑے وسیع پیانے پر یہ کام شروع نہیں کیا گیا۔

(ب) لڑکیوں کی تعلیم۔ کے پہلو بہ پہلو لڑکوں کی تعلیم کا انتظام بھی کیا گیا۔ جواب ہماری کل کاروائیوں میں سے سب سے زیادہ ضروری شاخ ہے۔ ۱۸۸۶ء میں لڑکوں کے لئے ایک اپر پرائمری سکول کھولا گیا۔ مڈل کی جماعتیں دسمبر ۱۸۸۸ء میں بڑھائی گئیں اور ہائی ڈیپارٹمنٹ ۱۸۸۹ء میں کھلا۔ اس وقت یہ مدرسہ اس قدر ہر دلعزیزی حاصل کر چکا تھا کہ چھوٹے بچوں کی آسائش کے لئے شہر کے متفرق حصوں میں پانچ پانچ سکول بھی کھولنے پڑے۔ مسلمانوں کا قومی شعار ہے کہ وہ

مذہبی تعلیم کو وقعت و حرمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور انجمن نے ایسا نصاب تعلیم جاری کیا جس میں سر رشتے کی اس لئے عامہ اہل اسلام نے انجمن کو کوششوں میں بڑی سرگرمی سے امداد دی ۱۸۸۶ء میں ۱۹۱ طلبہ درج رجسٹر تھے۔ ۱۸۹۶ء میں ۸۳۲ ہو گئے اور سال گذشتہ میں کل تعداد ۱۵۸۲ تھی (جو غالباً پنجاب کے کسی اور مدرسے میں نہیں)

(ج) ۱۸۸۷ء میں یتیم خانہ قائم ہوا۔ لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے الگ الگ جگہ تجویز کی گئی۔ ان کی تربیت و پرورش۔ دینی و دینوی تعلیم کے لئے مناسب انتظام کیا گیا۔ اکثر تیامے تو مدارس انجمن میں تعلیم پاتے ہیں بعض کو دستکاریاں سکھائی جاتی ہیں تا کہ وہ عزت سے روزی کمانے قابل ہو جائیں اور یتیم لڑکیاں معمولی ابتدائی تعلیم کے علاوہ سینا پرونا امور خانہ داری وغیرہ بھی سیکھتی ہیں۔ گورنمنٹ کے اعلےٰ افسروں نے کئی ایک مواقع پر اس یتیم خانہ کو مفید ہونا تسلیم کیا ہے۔ اس کے حدود افادہ میں اس میں پنجاب کے جملہ صاحبان ڈپٹی کمشنر کے نام سرکلر جاری فرما کر انہیں اس امر کی ہدایت کی ہے کہ مسلمان یتیم انجمن میں بھیجے جایا کریں اس کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ نہ صرف اس صوبے کی تمام اطراف سے بلکہ حدود پنجاب سے باہر کے بے وسیلہ یتیم بچے بھی اس یتیم خانے میں آتے ہیں۔

(د) انجمن کی کاروائیوں کا ایک اور ضروری پہلو بھی حضور کے پیش کیا جاتا ہے۔ اعلےٰ عربی تعلیم کی اشاعت اور طلبہ کو اس زبان میں یونیورسٹی کے اعلیٰ ترین امتحانوں کے لئے تیار کرنے خاطر ۱۸۹۷ء میں مدرسہ حمیدیہ کھولا گیا جو انجمن کے ایک بانی اور اس کے سب سے پہلے صدر قاضی خلیفہ حمید الدین صاحب مرحوم کے نام پر نامزد ہوا۔ اپنے طریق پر یہ مدرسہ بھی بیش بہا کام سرانجام دے رہا ہے۔ کیونکہ مسلمانوں میں عربی کی تعلیم اور بے ضرر مذہبی لٹریچر کو ہر دل عزیز بنا رہا ہے۔

(ر) انجمن کی روز افزوں وقعت کے ساتھ ساتھ اس کے تعلیمی کام کا پیانہ بھی بڑھتا چلا گیا۔ چونکہ پنجاب میں ایک اسلامی آرٹس کالج کی سخت ضرورت محسوس ہوتی تھی اور ایک ایسی درسگاہ کا قائم کرنا نہایت ہی اہم امر قرار دیا گیا تھا اس لئے پبلک نے انجمن سے توقع کی کہ وہ اس بیڑا بھی اٹھائے۔ علاوہ بر آں اس اثناء میں اسلامیہ ہائی سکول بھی بار آور اور مثمر انسٹیٹیوشن ہو گیا اور اس کی وہم وخیال سے بڑھتی ہوئی کامیابی نے اس کے سرپرستوں کو یہ جرات دلائی کہ اسے ترقی دے کر دوسرے درجے کا کالج بنا دیا گیا۔ چونکہ اس تجربے میں پوری کامیابی ہوئی اس لئے حال ہی میں عربی کی ایم اے کلاس بھی کھول دی گئی ہے۔

۴۔ حضور والا! مندرجہ بالا کیفیت انجمن اور اس شاخوں کی گزشتہ تاریخ کا ایک مختصر سا خاکہ ہے۔ اب ہم اس کے نتائج مجملاً حضور کی خدمت میں پیش کرنے کی اجازت چاہتے ہیں جن سے ثابت ہوگا کہ انجمن کی زیر حمایت گزشتہ اکیس سال میں پنجاب کے مسلمانوں نے اپنی کوششوں کے واسطے جو طریق اختیار کیا وہ بجا تھا۔ قوم نے اس عرصے میں سوا سات لاکھ روپے سے ہمیں مدد دی۔ اگرچہ یہ رقم اس مجلس کی مختلف اقسام کی کاروائیوں اور مسلمانوں کی ضروریات کے واسطے کافی تصور نہ ہو پھر بھی مسلمانوں کے محدود وسائل اور ان میں اجتماعی قوت نہ ہونے کی اعتبار سے کچھ بھی نہیں ہے۔ انجمن کی آمد لگاتار سال بسال بڑھتی چلی گئی ہے۔ چنانچہ ۱۸۸۵ء میں ۷۵۸ روپے سے شروع ہو کر ۱۹۰۵ء میں ایک لاکھ دس ہزار پانسو چھیالیس (۱۱۰۵۴۶) روپے تک پہنچ گئی ہے۔ ان اعداد کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہیں جو یقینی اور کافی طور پر ثابت کرتا ہے کہ عوام کے دلوں پر انجمن کا پورا پورا تسلط ہے اور قوم کو بھی اس کے کارکنوں پر اعتماد کلی ہے۔ ہمیں اس امر کے اظہار کی اجازت بھی مطلوب ہے کہ چاروں طرف ایسے آثار پائے جاتے ہیں کہ پنجاب سرحدی

صوبے بلوچستان اور متصلہ علاقہ کے مسلمان جاگ اٹھے ہیں اور قوم کی تعلیمی ضروریات کی طرف پہلے سے زیادہ توجہ ہو رہی ہے اور اس کی نسبت ہم نہایت ادب سے عرض کرتے ہیں کہ ایسے دل پسند نتیجے کے پیدا کرنے میں انجمن کی محنتوں کا بہت بڑا حصہ ہے۔ ہمارا سالانہ جلسہ شمالی ہند کے اہل اسلام کے واسطے ایک بڑا دلچسپ قومی میلہ بن گیا ہے اور شاید ملک بھر میں اپنی قسم کا سب سے بڑا مسلمانوں کا مجمع ہوتا ہے ایسے اکیس جلسے روز افزوں کامیابی کے ساتھ ہو چکے ہیں اور انہوں نے اس خوابیدہ قوم کی ست پڑی ہوئی قوتوں میں زبردست تحریک پیدا کر دی ہے۔ انجمن کے کثیر الاشاعت رسالے اور اس کے سفیروں اور واعظوں کی باقاعدہ جماعت نے اہل اسلام کو مغربی تعلیم کے حصول پر رضامند کرنے میں امید سے بڑھ کر کامیابی حاصل کی ہے۔ مزید برآں مذکور قانصدر سوا سات لاکھ روپے کی رقم میں سے ایک لاکھ اکیس ہزار روپیہ جائیداد سکنی اور خرید اراضی پر صرف کیا گیا ہے۔ اور باقی انجمن کے متفرق صیغوں کے کام چلانے میں خرچ ہوا ہے۔ جن سے زمرہ آرٹس میں ۱۸ نے ڈگریاں پائیں ۱۹۳ نے ایف اے ۲۷۰ نے انٹرنیس ۴۸۴ نے مڈل اور ۱۱۸ نے اپر پرائمری کا امتحان پاس کیا ایسا ہی مدرسہ حمیدیہ نے تیس مولوی۔ نو مولوی عالم اور پانچ مولوی فاضل (کل ۴۴) پاس کرائے۔ ۶۹۳ لڑکیاں وہ نصاب تعلیم پورا کر چکی ہیں جو ان کے لئے تجویز کیا گیا ہے۔ علاوہ بریں انجمن نے ۳۷۲ یتیموں ۳۰۱ لڑکوں۔ ۷۱ لڑکیوں کی پرورش کی ہے۔ اس امر کے ظاہر کرنے میں ہمیں واقعی خوشی ہے کہ انجمن حمایت اسلام لاہور اپنی اکیس سال کی عمر میں ہی ملک بھر میں اپنے قسم کی ایک نہایت زبردست جماعت بن گئی ہے اور ملک کے کسی حصہ میں مسلمان اس کے نام سے ناآشنا نہیں ہیں۔ اس کے ممبروں کی فہرست میں اسلامی سوسائٹی کے ہر فرقے اور ہر طبقے کے آدمی ہیں اور ان کی تعداد ہر ایک اسلامی

انجمن کے رکنوں سے بڑھ کر ہے۔ لوگوں کی عام خواہش کو پورا کرنے کی غرض سے حال ہی میں انجمن کی انتظامی مشینری میں معتد بہ تغیر سے انجمن کا کام زیادہ قابلیت او رسرعت سے سرانجام پانے لگا ہے۔ انجمن کی جنرل کونسل جس صورت میں کہ اب قائم ہوئی ہے۔ پنجاب اور سرحدی صوبے کے تعلیم یافتہ معززین کے علاوہ باقی صوبجات کے وکلاء پر مشتمل ہے۔

۵۔ یہ امر محال ہے کہ ہم اپنی عرضداشت کے اس حصے کو حکام سرکار خصوصاً افسران سررشتہ تعلیم کے شکریہ ادا کئے بغیر ختم کردیں جن سے ہمیں ہمیشہ مدد ملتی رہی ہے اور جن کی ہمدردانہ توجہ سے اسلامیہ کالج وسکول میں اس قدر اصلاح وترقی ہوئی ہے۔ ہم اس کے لئے اس سررشتے خصوصاً اس کے افسر اعلے کے شکرگزار ہیں کیونکہ انہوں نے جہاں کل سررشتے کی اصلاح میں کوششیں کی۔ اسلامیہ کالج کو بھی نظر انداز نہیں فرمایا۔ صاحب موصوف ہمیشہ ہمارے معاون رہے ہیں اور ان کی تازہ ترین عنایت یہ ہے کہ انہوں نے اسلامیہ کالج کا سب سے پہلا وزیٹر ہونا منظور فرمایا ہے۔ ہم حضور کو اس امر کا یقین دلانا چاہتے ہیں کہ جن حالات کے پیش کرنے جرات کی گئی ہے ان سے کسی طرح بھی خودستائی مقصود نہیں۔ بلکہ کارکنان انجمن سے زیادہ کسی اور کو ان کے نقصوں اور کوتاہیوں سے آگاہی نہیں اور نہ کوئی ان سے زیادہ ان کے دفعیے کا خواہشمند ہے۔ لیکن صوبے کی حکمران کی ہمدردی کے بھروسے نے ہمیں ان تمام حالات کے عرض کرنے کا حوصلہ دلایا ہے۔

۶۔ انجمن کا موجودہ تعلیمی کام ان پانچ عنوانوں کی ذیل میں آسکتا ہے۔

اول ایک اول درجے کا اسلامیہ کالج معہ بورڈنگ ہاؤس۔ اس میں آجکل تو پروفیسر اور نواسی طالبعلم ہیں ماہوار خرچ کی اوسط دو ہزار روپے ہے۔

دوم ایک بارونق اسلامیہ ہائی سکول مع بورڈنگ ہاؤس اور پانچ برانچ سکولوں کے

اس میں ۵۷ مدرس اور ۱۶۳۰ طلبہ ہیں۔اس کے ماہوار اخراجات کی اوسط بھی دو ہزار روپے ہے۔

سوم نو زنانہ مدارس جن میں ۱۴ معلّمات اور ۳۴۷ طلبہ ہیں ۔ ماہوار خرچ اوسطا ڈیڑھ سو روپیہ ہے۔

چہارم مدرسہ حمیدیہ جس میں ۶ مدرس ۶۲ طلبہ اور کوئی سوا دو سو روپے کا ماہوار خرچ ہے ۔

پنجم یتیم خانہ کا تعلیمی پہلو جس میں سردست ۱۲۲ یتیم ۱۰۱ لڑکے اور ۲۱ لڑکیاں ہیں اس کا خرچ تقریباً سات سو روپے ماہوار ہے۔

انجمن کی ان متفرق درسگاہوں میں طلبہ کی ایک کثیر تعداد تعلیم پا رہی ہے جس کی کلّی میزان ۲۲۵۰ ہے مگر بدنصیبی سے مالی حالت کچھ ایسی بہت تسلی بخش نہیں ہے ہر مہینے تقریباً چھ ہزار روپے انجمن کی آمدن کا کوئی مستقل ذریعہ نہیں ہے۔ بلاشبہ چند رقوم مثلاً فیس۔فروخت کتب وغیرہ) ایسی بھی ہیں جن کے استقلال کا کم وبیش یقین ہوسکتا ہے مگر آمد کا زیادہ تر حصہ غیر متیقن اور متغیر اسباب پر منحصر ہے اور ہمارے روزانہ اخراجات کیلئے کافی رقم کا بہم پہنچانا کچھ کم درجے کی سر توڑ محنت کا کام نہیں ۔مزید برآں گو یہ معمولی سی رقم ان نتائج کے پیدا کرنے کے واسطے جواب تک حاصل ہو چکے ہیں کافی تھی مگر ہماری درسگاہوں کی روز افزوں ضروریات کے مقابلہ میں بہت کم ہے۔

۷۔ ہمارا کام ابھی تک کچھ ترقی کے ابتدائی مرحلے میں ہے۔تعلیم نسواں کے بارے میں جو ہمارا مدعا ہے وہ ابھی بہت دور ہے ایک مکمل سنٹرل زنانہ مڈل سکول کی سخت ضرورت ہے اور ہم اس کے بہت جلد پورا ہونے کے خواہاں ہیں کیونکہ ہمارے تعلیمی پروگرام کے اس مرکی تکمیل زنانہ ہائی سکول سے ہوسکتی ہے جس کا یہ

ایک زینہ ہے ہم نہیں کہہ سکتے کہ انجمن کب اپنے اس مدعا کے حاصل کرنے کے قابل ہوگی کیونکہ اس کا انحصار زیادہ تر وسائل آمد پر ہے۔تاہم انجمن اپنے فرائض سے غافل نہیں یتامے کی تعلیم وتربیت کے انتظامات جو بدیں غرض کئے گئے ہیں کہ انہیں ضروریات زندگی کے متفرق پیشوں کیلئے تیار کیا جائے گو خاصے تسلی دہ ہیں مگر ابھی مکمل نہیں اور اس معاملہ پر بالغ نظری امور فکر صائب کی ضرورت ہے یتامے کے متعلق مدرسے کی تعلیم مکمل کرانے ہی پر انجمن کی ذمہ داری ختم نہیں ہو جاتی بلکہ ان کے لئے اس سخت مقابلے کے زمانے میں باعزت ودیانت روزی کمانے کے وسائل بہم پہنچانے کا اہم سوال آسانی سے حل ہونے والا نہیں ہے۔مدرسے کی تعلیم کے معمولی نصاب میں اس ضرورت کے لئے کوئی تدبیر اختیار نہیں کی گئی اس لئے ضرورتاً انجمن نے چھوٹے چھوٹے کارخانے جاری کئے ہیں جن کی تکمیل کے واسطے نو ایجاد کلوں اور اوزاروں کا بہم پہنچانا لازم ہے اور ان میں سے کم سے کم ایک کو ضرور موجودہ سے بڑے پیانے پر چلانا چاہیے۔ان سب تدابیر کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ انجمن کے فنڈ پر اور بار گراں پڑے۔لیکن اس بارہ میں بھی اور ترقی کی گنجائش ہے۔ گر اس درسگاہ سے وہ تمام فوائد قوم کو پہنچانا مقصود ہو جن کی اس میں قابلیت ہے تو یہ بالکل لازمی بات ہے کہ شہر اور نواح شہر میں نئی شاخیں کھول کر اس کی محدود افادہ میں وسعت دی جائے اور دیگر ذرائع سے بھی اسے زیادہ موثر اور مفید بنایا جائے۔

۸۔ حضور والا! مسلمانان کے دلوں میں جو امنگیں ہیں مذکورہ بالا ان میں سے چند ایک ہیں مگر سب سے بڑا مسئلہ جس کی نسبت اس وقت انہیں خاص فکر لاحق ہے ان کے قومی کالج کی موجودہ حالت ہے۔ایک ایسا آراستہ وپیراستہ کالج جو مالی حیثیت سے مستحکم بنیاد پر قائم اور ملک کے باقی کالجوں کا ہمپایہ ہو۔ان کی دلی آرزو ہے جسے وہ جلدی پورا ہوتا دیکھنا چاہتے ہیں ہندوستان کے صوبہ جات میں سے پنجاب سب

سے اخیر انگریزی تسلط میں آیا ہے لیکن اس امر کے باور کرنے کی مضبوط وجوہات ہیں کہ تھوڑے ہی عرصے میں وہ بہت سے امور میں باقی تمام ہندوستان سے سبقت لیجائے گا اور ہمیں اس خیال کرنے کی جرات ہو سکتی ہے ان میں سے ایک امر عمدہ اور بے ضرر تعلیم ہے۔ یہ محض قدرتی بات ہے کہ موجودہ حکومت کی تعلیمی توجہات اور دیگر اقوام کی نظیر دیکھ کر مسلمان بھی زمانے کا ساتھ دینے کی تمنا کریں۔ ان لازمی ضروریات میں سے جو بلا توقف مہیا ہونے چاہیں اور جن کے لئے ہمہ تن کوشش ہو رہی ہے چند ایک یہ ہیں۔ کالج کے واسطے ایک وسیع عمارت موزوں بورڈنگ ہوس۔ معقول تنخواہ کے پروفیسر۔ عمدہ کتب خانہ اور سائنس روم موزوں اور زشگاہ اور وسیع میدان۔ ایک وسیع قطعہ زمین جسے حضور کی پسندیدگی کا فخر حاصل ہو چکا ہے کالج کی عمارت کے لئے خریدا گیا ہے۔ عمارات کے نقشے اور دو لاکھ ۲۸ ہزار روپے کے تخمینے حسب ذیل بنائے گئے ہیں:۔

۱۔	قطعہ زمین	۶۶ ہزار روپیہ اس میں سے ۵۱ ہزار روپیہ خرید کردہ زمین پر صرف ہو چکا ہے
۲۔	عمارات کالج	۹۲ ہزار روپیہ
۳۔	بورڈنگ ہوس	۲۸ ہزار روپیہ
۴۔	پرنسپل صاحب کی کوٹھی	۷ ہزار روپیہ
۵۔	درزشگاہ معہ شاہ نشین	۵ ہزار روپیہ
۶۔	کتب خانہ ریڈنگ روم	۱۰ ہزار روپیہ
۷۔	مسجد	۲۰ ہزار روپیہ
	میزان	۲ لاکھ ۲۸ ہزار

حضور کی گورنمنٹ نے جو امداد ہمیں عنایت فرمائی ہے اس سے ہم بورڈنگ

ہوس کی تعمیر بے فی الفور شروع کرنے کے قابل ہو جائیں گے اور اسے ہم حضور کے نام سے موسوم کرنے کی اجازت چاہتے ہیں۔ایک نفیس بورڈنگ ہوس کی ہمیں سخت ضرورت ہے اور اس درسگاہ کی آئندہ بہبود کے واسطے یہ ایک نیک فال ہوگی کہ سب سے پہلے عمارت جو اسلامیہ کالج کے متعلق ہے وہ حضور کے نام نامی پر ہو۔ مستقل (ریزرو) شڈ جو تھوڑے عرصے سے کالج کے واسطے مختص کیا گیا ہے ۹۳ ہزار تک پہنچ چکا ہے۔اگرچہ یہ رقم عمارات کالج کی مجوزہ لاگت کی تہائی سے کچھ زیادہ ہے مگر قوم کے اس ارادے کی ایک بین دلیل ہے کہ اس کا اکیلا کالج تسلی وہ معیار ترقی پر پہنچ جائے۔کالج کا انتظام پندرہ شرفا کی ایک مضبوط کمیٹی کے سپرد کیا گیا ہے جن میں سے ۱۰ پنجاب یونیورسٹی کے فیلو ۔سررشتہ تعلیم کے گرسٹڈ افسر یا پنجسالہ گریجوایٹ ہیں

۔

۹۔ حضور والا! ہمیں توقع ہے کہ ہم اس امر کے ثابت کرنے میں کامیاب ہوئے کہ انجمن اور اس کی شاخیں اب تک اپنی مدد آپ کرنے کے اصول پر چلتی رہی ہیں اور گو ہمیں یہ دعویٰ نہیں کہ ہم نے اپنے متفرق مقاصد میں پوری پوری کامیابی حاصل کی ہے تاہم ہمیں دلی اطمینان ہے کہ انجمن کی مساعی مفید نتائج پیدا کئے بغیر نہیں رہی ہیں لیکن اب ہمیں محسوس ہو رہا ہے کہ ہماری محنتوں کے سامنے ایک ایسا نازک موقع آ گیا ہے جس سے گورنمنٹ کی امداد بغیر ہم آگے نکل نہیں سکتے۔ہماری ذمہ داریاں بہت بڑھ گئی ہیں اور ابھی اور اس قدر بڑھتی نظر آتی ہیں کہ شاید ہمارے حوصلوں سے بڑھ جائیں۔اندریں حالت ہماری قسمت میں ایک ایسا پلٹا کھانے کا وقت آ گیا ہے۔

کہ اگر اس معاملے پر کافی غور نہ ہوا اور آئندہ کے لئے ایک جامع دستور العمل تجویز نہ کیا جائے تو انجمن کا کام نہ صرف ترقی کرنے سے رک جائے گا بلکہ صورت

تنزل اختیار کریگا ہمیں اندیشہ ہے کہ دوسری قوموں کے مقابلہ میں ہماری اس لاپرواہی کی حالت میں انجمن کے لئے ممکن نہ ہوگا کہ وہ اس انقلاب سے فائدہ اٹھائے جب تک کہ گورنمنٹ کا مضبوط ہاتھ ہمارے کام کی آمداد اور دستگیری کو نہ بڑھے۔ حضور نے ہماری ایک ہمسایہ قوم کو ایسی ہی مشکلات کا سامنا ہونے کے وقت مدد دی ہے اور ہمیں بھروسا ہے کہ حضور کے فیاض ہاتھوں میں اپنی قسمت کو سپرد کر کے ہم ایک ایسی جماعت کے درسگاہ قومی کی کامیابی یقینی بنا رہے ہیں جو تاج برطانیہ کی نمک حلالی اور اطاعت میں کسی اور سے دوسرے درجے پر نہیں ہے۔ حضور کے عہد کی نمایاں تعلیمی ترقی آئندہ نسل تک حضور کے انتظام کی ایک نہایت ہی مفید اور مشہور یادگار رہے گی اور آج ہم نے باریابی حاصل کرنے کی جرات بدیں التجا کی ہے کہ اہل اسلام کو بھی ایسے مواقع دیئے جائیں کہ گورنمنٹ کی ان تعلیمی توجہات سے پورے پورے مستفید ہوسکیں۔

تخت برطانیہ اور ذات والا صفات شہنشاہ معظم کی مستحکم نمک حلالی کا حضور کو یقین دلانے والے اور حضور کی درازی عمر اور دائمی اقبالمندی کے لئے دعا کرنے والے۔

ہم ہیں حضور کے نہایت فرمانبردار خادم

ایڈریس کا جواب

منجانب حضور نواب لفٹننٹ گورنر بہادر

صاحبان! آپ کے اس وقیع ڈیپوٹیشن کی ملاقات اور ایڈریس کے سننے سے ہمیں نہایت فرحت حاصل ہوئی ہے۔ آپ کی انجمن کے متعلقہ تعلیمی درسگاہوں کے حالات جو اس میں درج ہیں نہایت ہی دلچسپ اور سبق آموز ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ کم سے کم ہندوستان کے حصے میں مسلمانوں نے تعلیم کے فوائد کو بخوبی محسوس کر کے یہ عہد کر لیا ہے کہ اس دوڑ میں پیچھے نہ رہیں گے۔ اس کا مسرت آمیز نتیجہ یہ ہے کہ مسلمانان پنجاب سرکاری ملازمت کے مدراج اور پرائیویٹ مساعی کے متفرق صیغقوں میں اچھی طرح سے اپنے قدم جمائے ہوئے ہین اور ہم وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ وہ آئندہ بھی ایسا ہی کرتے رہیں گے۔ ہم آپ کے اس مصمم ارادے کی تہ دل سے تعریف کرتے ہیں کہ آپ ایک سنٹرل کالج اپنی محترم قوم کے شایان شان بنانا چاہتے ہیں جو صوبے کی اور بڑی بڑی تعلیمی درسگاہوں کا ہمپایہ ہو آپ کی اس تجویز کی جو قدر گورنمنٹ کی نگاہ میں ہے اس کا ثبوت آپ کی عمارت کے فنڈ میں امداد منظور کر کے ہم دے چکے ہیں۔ یہ امر کہ آپ ایک بورڈنگ ہوس ہمارے نام سے موسوم کر کے اینجانب کی یادگار کالج میں قائم رکھنا چاہتے ہیں خوش آئند ہے اور ہم بڑی خوشی سے اس کے لئے اپنی رضا مندی ظاہر کرتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اپنے ایڈریس کے اخیر میں آپ گورنمنٹ سے آئندہ امداد کے واسطے ایک عام اپیل کرتے ہیں۔ اس کے متعلق ہم آپ کو یقین دلا سکتے ہیں کہ اگر آپ اپنی مطلوبہ امداد کو نوعیت کا اظہار کریں تو ہم آپ کی پیش کردہ درخواست پر کامل اور ہمدردانہ غور کریں گے۔ جب ہم آپ سے یہ وعدہ کرتے ہیں

تو اس کے ساتھ ہی غالباً ہمیں اس بات کے یاد دلانے کی ضرورت نہیں ہے کہ آپ کی کامیابی کی یقینی اور مستحکم بنیاد گورنمنٹ کی امداد پر نہیں ہے بلکہ حصول مقاصد کے لئے آپ کے عزم بالجزم اور آپ کی اپنی منضبط اور مجموعی عملی کاروائی پر اس کا مدار ہے۔

صاحبان! ہم اخیر میں صدق دل سے امید کرتے ہیں کہ آپ کی قابل تعریف تجویز وہ مکمل کامیابی اور صوبے بھر کے ہر ایک طبقے اور درجے کے مسلمانوں کی وہ دلی ہمدردی حاصل کریگی جس کی وہ مستحق ہے۔

۱۴ مارچ ۱۹۰۷ء انجمن کی تاریخ میں ایک یادگار دن کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ اس روز پنجاب کے دو اعلیٰ ترین حکام تشریف لائے ان میں سے ایک مسٹر ٹپر فنانشل کمشنر جو یونیورسٹی کے وائس چانسلر بھی تھے اور دوسرے مسٹر ڈبلیو بیل ڈائریکٹر سررشتہ تعلیم تھے۔ مجلس منتظم کے اراکین پرنسپل کالج اور سیکرٹری صاحبان نے استقبال کیا۔ اور انہیں کالج، مدرسہ، بورڈنگ ہاؤس اور یتیم خانہ دکھایا۔ شیخ عبدالقادر نے مختصر الفاظ میں سکول اور کالج کی تاریخ بیان کی مہانوں نے انجمن کو مبارکباد دی۔

آخر مارچ ۱۹۰۷ء میں انجمن حمایت اسلام کا بائیسواں سالانہ جلسہ منقد ہوا جس میں امیر حبیب اللہ خان شاہ افغانستان نے اسلامیہ کالج کا سنگ بنیاد رکھا اور انجمن کو ایک گراں قدر عطیے سے نوازا اس تقریب سعید میں یہ اعلان کیا گیا کہ عمارت کے چار بڑے اور سولہ چھوٹے کمرے ہوں گے ایک ہال ہوگا۔ ہر بڑے کمرے پر چار ہزار روپے اور چھوٹے کمرے پر دو ہزار روپے صرف ہوگا۔ جو صاحب اس کالج کے لئے کمرہ بنوائے ان کا نام کمرے پر بطور یادگار کندہ ہوگا۔ اس موقع کی مناسبت سے سید الطاف علی برق نے ایک نظم پڑھی جس میں سنگ بنیاد رکھے جانے

کی پروقار اور پر سعادت تقریب کی طرف اس طرح اشارہ کیا۔

سنا ہو گا ہمارا بن رہا ہے آجکل کالج

کچھ اس کے واسطے بھی ہو رہا چندے کا سامان
شہ کابل امیر المومنین نے ہے رکھی بنیاد
کہ جس کے فیض عالم گیر کا عالم ثنا خواں ہے
ہر اک کو ہے محبت آپ کے اسم مبارک
ہے ورد بجہ زاہد یہ حرز اہل ایماں ہے
رہے اقبال ان کا ہمدم و یاور قیامت تک
خدا کی بارگاہ میں ملتجی ہر ایک انساں ہے
رہے ظل ہمایوں میں سدا یہ کالج اسلامی
معاون اور مربی اس کا اب سلطان افغان ہے
الٰہی کالج اسلامیہ ہو اوج و رفعت پر
ترقی بخشیو اس کو یہی اب دل کا ارماں ہے

۳۰ مارچ ۱۹۰۷ء کے اجلاس میں جس قدر کی صدارت نواب فتح علی خان نے کی، میاں محمد شفیع نے قرارداد پیش کی کہ

''اعلیٰ حضرت شوکت سراج الملت والدین شاہ کابل نے جو عطیہ یک مشت کالج کے لئے اور علاوہ چھ ہزار روپے سالانہ سابقہ کے چھ ہزار روپے سالانہ یتیم خانہ کے لئے اب عطا فرمایا ہے اس کا شکریہ بھی اس عظیم الشان جلسے میں ادا ہونا چاہئے اور اعلیٰ حضرت کے لئے دعائے خیر کی جائے''

اس قرارداد کی پرزور تائید ہوئی اور اتفاق رائے سے منظور کی گئی۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ کالج حبیبیہ ہال شاہ افغانستان کے نام پر تعمیر کیا گیا ہے۔

جون ۱۹۰۶ء میں انجمن حمایت اسلام کے ایک وفد نے سر چارلس ریواز، گورنر پنجاب کی خدمت میں ایک عرضداشت پیش کی۔ ۷۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو سر چارلس ریواز اپنے پرائیویٹ سیکرٹری اور ڈائریکٹر سر رشتہ تعلیم مسٹر ڈبلیو بیل کے ہمراہ بغرض معائنہ اسلامیہ کالج رونق افروز ہوئے۔ شہر کے دروازے سے کالج کے دروازے کے بالمقابل دو رویہ چھوٹی جماعتوں کے ننھے ننھے طلبہ صف بستہ کھڑے تھے۔ برلب سڑک ایک عارضی نمائشی دروازہ بنایا گیا۔ اس دروازے سے کالج کے گیٹ تک ارکین انجمن استقبال کے لئے کھڑے تھے۔ صحن کے چاروں طرف اور گیلریوں میں اعلیٰ جماعتوں کے طلبہ صف بستہ کھڑے تھے جنہوں نے گورنر پنجاب کو صحن میں داخل ہونے پر فوجی طریقے پر سلامی دی جس کا گورنر نے خیر مقدم کیا۔ بعد ازاں معزز مہمان نے کالج کے سٹاف اور اراکین انجمن کے ہمراہ کالج کا معائنہ کیا مدرسہ اور کالج کے معائنہ کے بعد اراکین کی خصوصیات اور ضرورتوں سے آگاہ کرتے رہے۔ کتب خانہ اور یتیم خانہ ملاحظہ کرنے کے بعد اراکین انجمن اور کالج سٹاف نے معزز مہمانوں کا شکریہ ادا کیا اور بکمال ممنونیت اور احسان مندی رخصت کیا۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ ۱۹۰۷ء ہی میں اسلامیہ کالج کا سنگ بنیاد رکھے جانے کے بعد ریواز ہوسٹل کی تعمیر شروع کی گئی اور یہ ہوسٹل گورنر پنجاب سر چارلس ریواز کے نام سے معنون کیا گیا جب ۱۹۰۸ء میں ریواز ہوسٹل کی عمارت مکمل ہوگئی تو اس کے عربی حصہ میں کالج کی جماعتیں لائی گئیں۔ جناب غلام رسول شوق (ولادت ۱۸۹۳ء) جنہوں نے ۱۹۰۹ء میں فرسٹ ائیر میں اسلامیہ کالج میں داخلہ لیا اور ۱۹۱۱ء میں پنجاب یونیورسٹی میں ایف ایس سی میں تیسری پوزیشن حاصل کی، کالج مذکور میں داخل ہوئے تو ان کے بقول ''ریواز ہوسٹل میں کلاسز بھی ہوتی تھیں اور ان کی رہائش

بھی وہیں تھی"۔اسی طرح ہمارے ملک کے نامور شاعر سید ضمیر جعفری بھی اپنے طالب علمی کے زمانے میں اسلامیہ کالج کے ریواز ہوسٹل میں مقیم رہے۔انہوں نے ریواز ہوسٹل کے بارے میں ایک نظم بھی لکھی جو کالج کی محفلوں کے علاوہ ادبی حلقوں میں بھی حد مقبول ہوئی ہم ان کے شکریے کے ساتھ نظم پیش کر رہے ہیں، یہ دلچسپ اور مزاحیہ نظم یاران مکتب میں اشاعت پذیر ہوئی تھی۔ہم صاحب کتاب کے بھی ممنون ہیں۔

معرکہ درپیش ہے ریواز کی تفسیر کا
طالبان علم وفن کی بزم خوش تقدیر کا
کھینچ کر نقشہ دکھانا ہے پلاؤ کھیر کا
کھیر کا کھانا مگر لانا ہے جوئے شیر کا
شاعری میں باندھنا ہے دیگچے کفگیر کا
ایک پہلو یہ بھی ہے ریواز کا تصویر کا
بلیاں یہ زردہ پر وردہ ہماری بلیاں
یہ پلاؤ خور فیرنی کی ماری بلیاں
موٹی موٹی پتلی پتلی بھاری بھاری بلیاں
کاروباری بلیاں، بے اعتباری بلیاں
غل ہے جن کے لقمہ بے تاب و نغمہ گیر کا
ایک پہلو یہ بھی ہے ریواز کا تصویر کا
فرسٹ ایئر والوں کی گھبرائی ہوئی سے ٹولیاں
کم سن ہم جولوں کی شرمائی ہوئی ہم جولیاں
میٹھے میٹھے قہقہے ،یہ پیاری پیاری بولیاں

ان سے کھیلی جا رہی ہیں شور بے کی ہولیاں
ان کے کپڑوں پر گماں گلمرگ ئی کشمیر کا
ایک پہلو یہ بھی ہے ریواز کا تصور کا
کچھ پڑھا کو کورسوں کو بھی غذا سمجھے ہوئے
زندگی کو اک مشقت کی سزا سمجھے ہوئے
پاس ہونے کے لئے مرنا روا سمجھے ہوئے
دل معمر کے خلاصوں کو خدا سمجھے ہوئے
نقش فریادی ہے جن کی شوخی تحریر کا
ایک پہلو یہ بھی ہے ریواز کی تصویر کا
تنگنائے کیوبکل میں شاعروں کا اک ہجوم
پچھلی دو صدیوں کے مستعمل تخلص بالعموم
انکے شعر ترکی ہے پورے عرب ہوٹل میں دھوم
ان کے شعر سن کے میں جھومتا ہوں تو بھی جھوم
کچھ ہنر ہے تاجور کا کچھ اثر تاثیر کا
ایک پہلو یہ بھی ہے ریواز کی تصویر کا
فیل ہو ہو کے جو بن جاتے ہیں ابطال عظیم
جو ہیں اک مدت سے ان محبوب حجروں میں مقیم
اپنے استادوں کے بھائی بندیا ران قدیم
کتنی ہڑتالوں کے بانی کتنے جلسوں کے زعیم
جذبہ ناپیدا مگر غسل نعرہ تکبیر کا
ایک پہلو یہ بھی ہے ریواز کی تصویر کا

اسلامیہ کالج میں تین ہوسٹل مشہور معروف تھے جن میں ہمارے ملک کے جلیل القدر اور نامور فرزندوں نے قیام کر کے اپنے تعلیمی سال پورے کئے مجموعی طور پر یہ ہوسٹل بہت اچھے تھے اور ان کا معیار بھی قابل تعریف میاں محمد شفیع کے بقول ''اسلامیہ کالج کے ہوسٹل بہت اچھے معیار کے تھے۔ ریواز ہوسٹل، ہیلی ہوسٹل، اور کریسنٹ ہوسٹل ،تینوں کا معیار بہت عمدہ تھا''۔ ریواز ہوسٹل کا سنگ بنیاد سر لوئیس ڈین نے رکھا تھا۔ ۱۹۰۸ء میں انجمن حمایت اسلام کے حلقوں میں نفاق اور تشتت کا زور تھا اور انجمن کے اراکین دو پارٹیوں میں بٹے ہوئے تھے۔

انجمن کے بانیوں کے گروہ کو ''قدامت پسند'' فریق کہا جاتا تھا۔ یہ لوگ مغربی علوم سے کچھ زیادہ بہرہ نہیں تھے لیکن ان میں اخلاص اور جب قومی کی کوئی کمی نہیں تھی اور انجمن کے تمام اداروں پر قابض تھے۔ اس فریق کے سالار غالباً حاجی میر شمس الدین مرحوم تھے جن کا مزار کالج کے حبیبہ ہال کے بڑے دروازے کے سامنے بنا ہوا ہے۔ سر فضل حسین اور خلیفہ عماد الدین بھی اسی فریق سے تعلق رکھتے تھے۔ سر فضل حسین اگرچہ اس فریق سے متعلق تھے لیکن وہ مغربی علوم سے بہرہ ور تھے۔

دوسرے فریق کو اس زمانے کی بولی میں ''نیو لائٹ'' والے کہتے تھے یہ وہ لوگ تھے جو مغربی علوم وفنون سے بہرہ اندوز ہو چکے تھے اس فریق میں سر میاں محمد شفیع ،سر شہاب الدین مولوی محبوب عالم اور شیخ عبدالعزیز شامل تھے۔ یہ حضرات کہتے تھے کہ اس میں شک نہیں کہ قدامت پسند فریق نے انجمن اور اس کے اداروں کی بنیاد رکھی اور اور انہیں بڑی کامیابی کے ساتھ چلایا لیکن اب یہ معاملہ ان کے بس کا نہیں رہا انجمن کے سکولوں اور کالجوں کو کامیابی کے ساتھ چلانے کے لئے مغربی علوم و فنون کے ماہرین کی ضرورت ہے اس لئے قدامت پسند فریق کو انجمن سے علیحدگی اختیار کر لینی چاہیے اور انجمن کے تمام اداروں کی زمام اختیار ''نئی روشنی'' کے لوگوں

کے ہاتھ میں دے دینی چاہیے یہ کشمکش بہت عرصہ تک جاری رہی آخری دونوں فریقوں میں سمجھوتہ ہوگیا اور انجمن کے بہت سے عہدے دونوں فریقوں کے ارکان میں قریباً مساوی طور پر تقسیم ہوگئے۔اس سمجھوتے کی رو سے شیخ عبدالعزیز بھی انجمن کے جائنٹ سیکرٹری قرار پائے۔

مذکورہ بالا سمجھوتہ درحقیقت ایک ''ثالثی بورڈ'' یا کورٹ آف آربی ٹریشن کے قیام کے نتیجہ تھا جس کا سہرا ڈاکٹر شیخ محمد اقبال، میاں محمد شفیع میاں فضل حسین، حاجی رحیم بخش، نواب ذوالفقار علی خان اور نواب علی خان کے سر ہے۔ثالثی بورڈ یا کورٹ آف آربی ٹریشن کی مکمل کاروائی کی تفصیلات مندرجہ ذیل ہیں۔

۲۹ اپریل ۱۹۱۰ء بروز جمعۃ المبارک بوقت پانچ بجے شام اسلامیہ کالج لائبریری میں انجمن کی جنرل کونسل کا ایک اجلاس صدر انجمن نواب حاجی فتح علی خان قزلباش کی صدارت منعقد ہوا۔ اجلاس میں اکتالیس احباب نے شرکت کی۔ ڈاکٹر شیخ محمد اقبال بھی اجلاس میں موجود تھے۔صدر جلسہ نے ''ثالثی بورڈ'' (جیسا کہ ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں کہ انجمن ۱۹۰۸ء میں دو فریقوں میں بٹ گئی کیونکہ اس میں اتحاد کی بجائے نفاق پیدا ہوگیا تھا، اس نفاق کو دور کرنے کے لئے یہ ''ثالثی بورڈ'' مقرر کیا گیا) کے قیام کے لئے مندرجہ ذیل قرارداد پیش کی۔

ا۔ یہ اجلاس قرار دیتا ہے کہ مفصلہ ذیل بزرگان کا ''کورٹ آف آربی ٹریشن'' مقرر کیا جائے۔

ا۔ شیخ اصغر علی بی اے، ڈپٹی کمشنر گوجرانوالہ

۲۔ مولوی حاجی رحیم بخش، سی آئی ای، صدر کونسل ایجنسی بہاولپور

۳۔ میاں فضل حسین ایم اے بیرسٹرایٹ لاہور

۴۔ آنریبل میاں محمد شفیع بیرسٹرایٹ لاء لاہور

۵۔ ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم اے پی ایچ ڈی بیرسٹر ایٹ لاء لاہور

۶۔ آنریبل نواب محمد ذوالفقار علی خاں

۷۔ نواب فتح علی خاں سی آئی ای، صدر کورٹ آف آربی ٹریشن

اس کورٹ آف آربی کو کامل اختیار ہوگا کہ جملہ امور متنازعہ انجمن حمایت اسلام کے متعلق جو مناسب فیصلہ کرے اس فیصلے پر خود بھی عمل کرے اور کروائے۔ اس کا ساختہ پرداختہ قطعی ہوگا۔

خاں صاحب حاجی خیر الدین نے اس قرارداد کی تائید کی۔ میاں فضل حسین نے صدر جلسہ کی آمادگی اور توجہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ان کی تجویز کی مزید تائید کی۔ اس اجلاس میں شیخ عبدالقادر بی اے بیرسٹر ایٹ لاء تالیف واشاعت کمیٹی کے چیئر مین اور مولوی احمد الدین بی۔اے پلیڈر سیکرٹری چنے گئے۔ بعد ازاں کالج (اسلامیہ کالج) کمیٹی کے پندرہ ممبران کا انتخاب عمل میں آیا۔ اس کمیٹی کے چیئر مین میاں محمد شفیع، اور میاں فضل حسین سیکرٹری چنے گئے۔ جبکہ اراکین میں شیخ عبدالقادر، شیخ عبدالعزیز بی اے، پرنسپل اسلامیہ کالج، ڈاکٹر شیخ محمد اقبال، میاں حسام الدین، شیخ عمر بخش چودھری نبی بخش پلیڈر، چودھری شہاب الدین پلیڈر، مولوی احمد الدین پلیڈر اور میاں شاہ نواز بیرسٹر ایٹ لاء شامل تھے۔

ثالثی بورڈ کے سلسلہ میں ۱۷ اگست ۱۹۱۰ء کو اسلامیہ کالج میں جنرل کونسل کا ایک اجلاس شمس العلماء مولوی مفتی عبداللہ سینئر وائس پریذیڈنٹ انجمن کی صدارت میں منعقد ہوا اور فیصلہ ہوا کہ

''جنرل کونسل انجمن نے اپنے اجلاس منعقدہ ۲۹۔ اپریل ۱۹۱۰ء میں بذریعہ ریزولیوشن مندرجہ ذیل بالاتفاق ہم سات خادمان قوم ایک بورڈ آف آربی ٹریشن (کمیٹی ثالثان) با اختیار کامل اس غرض کے لئے مقرر کیا کہ جملہ متعلقہ انجمن

کا مناسب فیصلہ کریں۔

یہ اجلاس نواب فتح علی خان قزلباش، نواب ذوالفقار علی خاں، میاں محمد شفیع مولوی رحیم بخش شیخ اصغر علی، میاں فضل حسین، ڈاکٹر شیخ محمد اقبال، کا کورٹ آف آربی ٹریشن مقرر کرتا ہے۔ان کو کامل اختیار ہوگا کہ جملہ امور متنازعہ انجمن کے متعلق جو فیصلہ مناسب سمجھیں دیں اور اس فیصلہ مناسب سمجھیں دیں اور اس فیصلہ پر عمل درآمد کریں اور کروائیں، ان کا ساختہ پرداختہ قطعی ہوگا۔

چنانچہ اس اختیار کے مطابق ہم نے یکم، چودہ، پندرہ، سولہ اور سترہ مئی ۱۹۱۰ء کو متواتر اجلاس کر کے مناسب تحقیقات کی اور ہم تبادلہ خیالات کے بعد مل کر بعد کامل غور اختلافات گزشتہ کو مٹانے، انجمن کی موجودہ حالت کی درستگی اور آئندہ بہبودی کے حصول کے ہم مفصلہ ذیل صادر کرتے ہیں:

۱۔ موجودہ کمیٹی ہائے انتظامی کے تین سلسلے یعنی جنرل کونسل، مجلس منتظمہ اور کمیٹی ہائے ماتحت کے بجائے آئندہ انتظام انجمن کے لئے جنرل کونسل اور پانچ مستقل کمیٹی ہائے مقرر کرتے ہیں جو براہ راست جنرل کونسل کے ماتحت ہوں گی۔موجودہ قواعد کی رو سے جو اختیارات جنرل کونسل اور مجلس منتظمہ کو حاصل ہیں، نئے قواعد تیار ہونے تک وہ سب نئی جنرل کونسل کو حاصل ہوں گے۔

۲۔ جنرل کونسل کے ممبروں کی تعداد ایک سو گیارہ ہوگی جن میں سے ساٹھ ممبران مقامی اور اکاون مفصلات کے رہنے والے ہوں گے۔پہلی جنرل کونسل کے ممبر اس فیصلہ میں ہم نے خود انتخاب کر دیئے ہیں آئندہ چار سال کے بعد اور بعد ازاں ہر تین سال کے بعد 1/3 حصہ ممبران مقامی اور 1/3 حصہ ممبران مفصلات بذریعہ قرعہ اندازی نکل جایا کریں گے اور ان کی بجائے ۲/۳ حصہ ممبران جنرل کونسل نئے ممبر بقیہ مقام منتخب کیا کریں گے۔ممبران خارج شدہ دوبارہ بطور امیدوار پیش

ہو سکیں گے۔

۳۔ عہدہ داران انجمن مفصلہ ذیل ہوں گے۔ پریذیڈنٹ، وائس پریزیڈنٹ، سینئر وجونیئر، سیکرٹریاں، فنانشل سیکرٹری، اگزامینر، انجینئر،

۴۔ عہدہ داران انجمن مفصلہ ذیل ہوگے۔ پریذیڈنٹ (سینئر) شمس العلماء مولوی محمد عبداللہ ٹونکی، وائس پریزیڈنٹ (جونیئر) خان صاحب میاں نظام الدین پنشنر ڈسٹرکٹ جج باغبانپورہ، سیکرٹریاں، حاجی شمس الدین و شیخ عبدالعزیز بی اے ایڈیٹر ابزرور فنانشل سیکرٹری: بابو قادر بخش اکاؤنٹ کرنسی آفس، اگزامنیر، ماسٹر احمد بابا انجینئر: میر فدا حسین ہیڈ ڈرافٹسمین نارتھ ویسٹرن ریلوے۔

۵۔ جنرل کونسل کے ماتحت پانچ مستقل کمیٹیاں حسب ذیل ہوں گی۔

کالج کمیٹی، سکولز کمیٹی، تالیف واشاعت کمیٹی، یتیم خانہ کمیٹی، فنانس کیمٹی کے ممبروں کی تعداد گیارہ ہوگی اور جنرل کونسل ان کا انتخاب ہر تین سال کے بعد کیا کرے گی۔

۶۔ جنرل کونسل آئندہ ان پانچ ماتحت کمیٹیوں کے چیئرمین اور سیکرٹری اپنے ممبران مقامی کے زمرہ سے منتخب کیا کرے گی۔ انجمن کے دونوں سیکرٹری اپنے اپنے ڈیپارٹمنٹ کی کمیٹیوں کے بحیثیت عہدہ ممبر ہوں گے: علاوہ ان کے ممبران جنرل کونسل میں سے گیارہ ممبروں سے زیادہ ماتحت کمیٹیوں کے ممبر نہیں ہوسکیں گے

۔

۷۔ حاجی شمس الدین تالیف واشاعت کمیٹی، یتیم خانہ کمیٹی اور غیر مستقل کمیٹی تعمیرات (بلڈنگ کمیٹی) کا کام جنرل کونسل میں پیش کیا کریں گے اور ان کے بل وغیرہ انہی کی معرفت محکمہ مال میں پیش ہوا کریں گے۔ شیخ عبدالعزیز کالج کمیٹی، سکولز کمیٹی اور فنانس کمیٹی کا کام جنرل کونسل میں پیش کیا کریں گے اور ان کے بل وغیرہ انہی کی معرفت محکمہ مال میں جایا کریں گے۔

۸۔ ان ماتحت پانچ کمیٹیوں کے ممبروں میں سے ماسوائے سیکرٹریوں کے جو اپنے اپنے ڈیپارٹمنٹ کی متعلقہ کمیٹیوں کے ممبر ہوں گے کوئی اور شخص دو ماتحت کمیٹیوں کا ممبر نہیں ہو سکے گا۔

۹۔ پرنسپل اور ہیڈ ماسٹر کے سوا کوئی اور ملازم انجمن جنرل کونسل یا اس کی ماتحت کمیٹی کا ممبر نہیں ہو سکے گا اور حاجی شمس الدین پر اس قاعدہ کا اطلاق نہ ہوگا۔

۱۰۔ جنرل کونسل یا ماتحت کمیٹیوں کا کوئی ممبر انجمن کے کسی کام کو ٹھیکہ یا اجرت پر نہ لے سکے گا اور نہ کوئی اور تجارتی کاروبار انجمن کے ساتھ کر سکے گا اور نہ ہی کوئی شخص جس کے پاس کسی کام کا ٹھیکہ ہو یا جو انجمن کے ساتھ تجارتی کاروبار یا لین دین کرتا ہو، جنرل کونسل یا ماتحت کا ممبر ہو سکے گا۔

۱۱۔ جنرل کونسل عہدہ داران انجمن کا انتخاب پہلے چار سال کے بعد اور پھر ہر تین سال کے بعد کیا کرے گی نیز پرانے عہدہ داروں کے نام دوبارہ انتخاب کے لئے پیش ہو سکیں گے۔

۱۲۔ جنرل کونسل کے ممبروں کی فہرست کو ہم نے انتخاب کر دیا ہے بطور ضمیمہ منسلکہ فیصلہ ہذا ہے اور مستقل کمیٹیوں اور نیز غیر مستقل کمیٹی تعمیرات کے عہدہ دار اور ممبر جو ہم نے منتخب کر دئیے ہیں ضمیمہ میں درج ہیں۔

۱۳۔ مندرجہ بالا قواعدہ اور اصولوں کو مدنظر رکھ کر جن کی پابندی لازمی ہوگی نئی جنرل کونسل قواعدہ کو از سر نو مرتب کرے گی۔

۱۴۔ جب تک نئے قواعد بن کر جنرل کونسل سے منظور نہ ہو جائیں ماتحت کمیٹیاں اپنے اختیارات بموجب قواعد موجودہ استعمال میں لائیں گی ماسوائے تبدیلیوں کے جو ہم نے فیصلہ میں کر دی ہیں۔

۱۵۔ انجمن کے دونوں سیکرٹری ہمارے اس فیصلہ کا بہت جلد بذریعہ اخبارات

اعلان کر دیں اور ہمارا فیصلہ انجمن کے ممبروں کے پاس ارسال کر دیں اور فیصلہ کے وصول ہونے کے دو ہفتہ کے اندر نئی جنرل کونسل کا اعلان کر کے انجمن کے ممبروں کی رائے اس کے سامنے پیش کر دیں نئی جنرل کونسل کے اجلاس کی تاریخ سے جس میں ممبروں کی رائے اس کے سامنے پیش کر دیں نئی جنرل کونسل کے اجلاس کی تاریخ سے جس سے ممبران انجمن کی آراء پیش ہوں گی ماتحت کمیٹیاں اپنا اپنا کام شروع کر دینگی اوران کو اختیار ہوگا کہ اپنے اپنے ڈیپارٹمنٹ کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے قواعد کے مطابق اپنے اپنے اختیارات استعمال میں لائیں۔

۱۶۔ ان اصلاحات کو مدنظر رکھ کر جو ہم نے اس فیصلہ میں کر دی ہیں اور انجمن کی آئندہ بہبودی کے لحاظ سے ہم مناسب خیال کرتے ہیں کہ جو مقدمات فوجداری انجمن اور مولوی انشاءاللہ خان کی طرف سے بعض ممبروں اور ملازمین انجمن کے خلاف دائر ہیں، نہ چلائے جائیں اور انجمن اور مولوی صاحب موصوف سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ان مقدموں کو باجازت عدالت واپس لے لیں۔

آخر میں ہماری دلی دعا ہے کہ خداوند کریم اپنے فضل و کرم سے اس نئے نظام کے نیک نتائج پیدا کرے اور انجمن حمایت اسلام کو دن بدن ترقی ہو۔آمین

مورخہ ۱۹ جولائی ۱۹۱۰ء

فتح علی، رحیم بخش ،محمد ذوالفقار علی خاں ،محمد شفیع ،اصغر علی ،فضل حسین ،محمد اقبال ہفت روزہ حمایت اسلام لاہور نے بورڈ کے اس فیصلہ پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھا۔

''اس بورڈ کے فیصلہ کی رو سے مجلس عاملہ کو توڑ کر انجمن کا کل انتظام ایک جنرل کونسل اور ماتحت کمیٹیوں کے سپرد کر دیا گیا اور ترکیب جنرل کونسل میں بھی کچھ تغیر و تبدل ہوا ۔تعداد ممبران جنرل کونسل ۸۷ اور زیادہ سے زیادہ ایک اور سو گیارہ مقرر کی گئی ان ممبروں میں سے ایک ممبر بطور قائم مقام اولڈ بوائز اسلامیہ کالج اور باقی ممبر

مفصلات اور لاہور سے ۶، ۵ کی نسبت سے مقرر کیے گئے جن میں سے پچیس فیصد پنجسالہ یونیورسٹی گریجوایٹ (فیلو یونیورسٹی) اور کم از کم چھ عالم دین تھے"۔

مارچ ۱۹۰۹ء میں اسلامیہ کالج کمیٹی کے فعال رکن مولوی فضل الدین بی اے پلیڈر کو پنجاب یونیورسٹی نے سنڈیکٹ کا رکن مقرر کیا، نیز پرنسپل اسلامیہ کالج، چودھری نبی بخش بی اے اور پروفیسر ایم اے غنی، ایم اے آرٹس فکلٹی پنجاب یونیورسٹی کے رکن مقرر کیے گئے۔ مسٹر جی۔ این چڑجی کی وفات کے باعث بورڈ آف میتھی میٹکل سٹڈیز پنجاب یونیورسٹی میں جو آسامی خالی ہوئی تھی پرنسپل اسلامیہ کالج جناب ایم اے عزیز کا انتخاب عمل میں آیا نیز قابل ذکر بات یہ ہے کہ گورنر پنجاب جو پنجاب یونیورسٹی کے چانسلر تھے، انہوں نے حاجی شمس الدین جنرل سیکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور کو پنجاب یونیورسٹی کے چانسلر تھے، انہوں نے حاجی شمس الدین جنرل سیکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور کو پنجاب یونیورسٹی کا فیلو مقرر کیا۔ ان کا انتخاب ان کی دیرینہ تعلیمی خدمات کے اعتراضات کا نتیجہ ہے۔ تمام مسلمانوں نے ان انتخابات کا پرجوش خیر مقدم کیا۔

اسلامیہ کالج لاہور کی تاریخ میں ۱۱ مارچ ۱۹۰۹ء خصوصی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس روز جلسہ اسناد کا انعقاد ہوا۔ ریواز ہوسٹل کے ملحق گراؤنڈ میں ایک بہت بڑا خیمہ نصب کیا گیا، ڈاکٹر جے۔ سی۔ آر ایوننگ مسٹر واتھن مسٹر نولٹن، خان بہادر میاں محمد شفیع، رائے بہادر شادی لال، میاں فضل حسین، مسٹر حق نواز جیسی نامور شخصیات نے شرکت کی۔

مسٹر جسٹس رابرٹسن نے انعامات تقسیم کیے۔ جسٹس رابرٹسن نے اپنے صدارتی خطبے کے دوران اعلان کیا کہ وہ آئندہ سال سے "تاریخ" میں اول آنے والے طالب علم کو پندرہ روپے کا انعام دیں گے جو ہر سال جاری رہے گا۔ چنانچہ ۲۱ مارچ

۱۹۰۹ء کو انہوں نے اس مقصد کے لئے مسٹر ایم اے عزیز پرنسپل اسلامیہ کالج کو پندرہ روپے کا چیک ارسال کیا۔

صدر کے صدارتی خطبہ سے قبل پرنسپل نے کالج کی سالانہ رپورٹ پیش کی ہم صدارتی خطبہ اور رپورٹ ضمیمہ نمبر ا کی صورت میں انگریزی حصہ میں پیش کر رہے ہیں۔

۱۹۔مارچ ۱۹۰۹ء کو آنریبل مسٹر اورنج، ڈائریکٹر جنرل تعلیمات نے مسٹر گاڈلے کی معیت میں اسلامیہ کالج لاہور کا معائنہ کیا۔چونکہ جمعۃ المبارک کا دن تھا۔کالج میں چھٹی کے باعث طلبہ کلاسوں میں نہ تھے تاہم انہوں نے عمارت زیر تعمیر کے نقشہ جات اور ڈیزائن ملاحظہ کئے اور انہیں دیکھ کر اطمینان و مسرت کا اظہار کیا۔

۳۔اپریل ۱۹۰۹ء اسلامیہ کالج لاہور کی تاریخ میں ایک تاریخی، یادگار اور قابل ذکر دن کی حیثیت رکھتا ہے۔کیونکہ اس روز وائسرائے ہند لارڈ منٹو، لیڈی منٹو کے ہمراہ تشریف لائے اور کالج کا معائنہ فرمایا علی گڑھ کالج کے بعد ہندوستان بھر میں یہ پہلا موقع ہے کہ وائسرائے ہند نے اسلامیہ کالج کا معائنہ فرمایا۔اس شرف اور عزت کے لئے تمام مسلمان وائسرائے ہند کے ممنون و احسان مند ہیں۔

اگرچہ یہ تقریب مختصر تھی لیکن نہایت شاندار تھی۔حاضرین میں جنرل کونسل، مجلس منتظمہ کے علاوہ تمام نامور شخصیات شامل تھیں۔کالج گراؤنڈ میں ایک خوبصورت شامیانہ لگایا گیا جہاں تین سو سے لیکر چار سو سیٹوں کا انتظام کیا گیا۔ریواز ہوسٹل کو نہایت شاندار طریقے سے مزین کیا گیا، موقع کی مناسبت سے اردو، عربی اور فارسی کے اشعار سنہرے حروف میں لکھوا کر آویزاں کئے گئے۔تمام راستے کو خوبصورت جھنڈیوں سے آراستہ کیا گیا۔قریباً دو سو طلبہ (سکول اور کالج کے) استقبال کے لئے قطار در قطار کھڑے تھے۔

پونے نو بجے وائسرائے ہند لارڈ منٹو، گورنر پنجاب سر لوئیس ڈین کے ہمراہ تشریف لائے۔ استقبالیہ کمیٹی کے مندرجہ ذیل اراکین نے مہمانوں کا خیر مقدم کیا۔

۱۔ نواب فتح علی خان، صدر انجمن حمایت اسلام

۲۔ ایم اے عزیز بی اے (کینٹب) پرنسپل اسلامیہ کالج

۳۔ نواب بہرام خاں، سی آئی ای

۴۔ ملک عمر حیات خانہ ٹوانہ۔ سی آئی ای

۵۔ نواب ذوالفقار علی خاں، مالیر کوٹلہ

۶۔ نواب ابراہیم علی خاں کنج پورہ

۷۔ شمس العلماء مفتی محمد عبداللہ ٹونکی، نائب صدر انجمن

۸۔ حاجی شمس الدین، جنرل سیکرٹری

۹۔ خان بہادر میاں محمد شفیع، بار ایٹ لاء، چیئرمین کالج کمیٹی

۱۰۔ میاں فضل حسین بار ایٹ لاء سیکرٹری کالج کمیٹی

۱۱۔ میاں نظام الدین رئیس لاہور

۱۲۔ میاں نظام الدین ریٹائرڈ سب جج

۱۳۔ خلیفہ امداد الدین

۱۴۔ چودھری نبی بخش بی اے ایل ایل بی

۱۵۔ شیخ خیر الدین

۱۶۔ شیخ عبدالحق، بی اے ایل ایل بی (ملتان)

نواب فتح علی خاں، صدر انجمن نے وائسرائے ہند سے ان سب کا تعارف کرایا بعد ازاں معزز مہمانوں کو زیر تعمیر کالج بلڈنگ تک لے جایا گیا جہاں شامیانے کے نیچے میزوں پر نقشہ جات (زیر بلڈنگ) رکھے ہوئے تھے۔ میاں فضل حسین سیکرٹری کالج

کمیٹی نے نقشہ جات اور دیگر امور متعلقہ کالج وائسرائے ہند کے گوش گزار کئے اور بتایا کہ ریواز ہوسٹل کی تعمیر پر پچاس ہزار روپے لاگت آئی ہے جبکہ کالج کی بقیہ عمارت کی تعمیر پر خرچ کا تخمینہ ڈیڑھ لاکھ روپے ہوگا۔علاوہ ازیں ریڈنگ روم کی تکمیل پر دس ہزار روپے صرف ہوں گے جس کا وعدہ صدر انجمن نواب فتح علی خاں نے فرمایا ہے ۔معزز مہمانوں نے تمام منصوبوں کو سراہا اور انجمن کالج نے تعلیمی میدان میں جد خدمات انجام دی ہیں، ان کی تعریف کی ۔اس تقریب سعید میں شیخ آزاد بخش نے موقع کی مناسبت سے ایک جامع اور پر مغز نظم پیش کی جس سے حاضرین بہت محفوظ ہوئے۔اس مبارک موقع پر پچاس ہزار کے لگ بھگ چندہ جمع ہوا جس میں نواب آف بہاولپور اور نواب ممدوٹ کے عطا کردہ چھتیس ہزار روپے کے عطیات بھی شامل تھے۔

جون ۱۹۰۹ء میں خان بہادر میاں محمد شفیع چیئر مین اسلامیہ کالج کمیٹی پنجاب لیجسلو کونسل کے رکن نامزد کئے گئے جبکہ وہ پنجاب چیف کورٹ۔بار کے بھی ایک مقرر رکن تھے۔نیز وہ علی گڑھ کالج کے فیلو تھے، پنجاب مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری کی حیثیت سے ان کی خدمات قابل ستائش تھیں، مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کی ضمن میں انہوں نے گراں قدر خدمات انجام دیں،میاں صاحب موصوف کے پنجاب کونسل کے رکن نامزد ہونے پر اسلامیہ کالج کونسل نے ۵۔ جون ۱۹۰۹ء کو ایک قرارداد منظوری کے جس کے ذریعہ میاں کو اس تقرر پر مبارکباد پیش کی اس کے علاوہ اسی قسم کا ایک ریزولیوشن اسلامیہ کالج سٹاف نے پاس کیا،میاں محمد شفیع کو جب یہ مبارکباد کی قراردیں،موصول ہوئیں تو انہوں نے ۶ جون ۱۹۰۹ء کو سکرٹری کالج کونسل کے نام ایک مکتوب ارسال کیا جس میں تحریر کیا کہ

’’براہ کرم میری جانب سے اسلامیہ کالج کونسل کے تمام اراکین کا شکریہ ادا کیجئے

جنہوں نے میرے تقرر مبارک باد کا پیغام ارسال کیا ہے۔اسی طرح اسلامیہ کالج سٹاف کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے اسی قسم کے خیالات اور جذبات کا اظہار کیا ہے۔نیز کالج کونسل کا جتلا دیجئے۔کہ اسلامیہ کالج کی ترقی اور فلاح و بہبود کے لئے میری خدمات حسب سابق ہر وقت حاضر رہینگی''۔

نومبر ۱۹۰۹ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور نے میں محمد شفیع چیئر مین اسلامیہ کالج کمیٹی اور میاں فضل حسین ،سیکرٹری اسلامیہ کالج کمیٹی کی تعلیمی خدمات کے پیش نظر انہیں پنجاب یونیورسٹی سنڈیکٹ کا رکن منتخب کیا۔ ان کا تقرر ۱۶۔نومبر ۱۹۰۹ء کو ہوا۔ اسلامیہ کالج میگزین نے اپنے ادارتی نوٹ میں یونیورسٹی پر زور دیا کہ انہیں ان کی حیثیت ،مراتب اور خدمات کی روشنی میں پنجاب یونیورسٹی کی ایگزیکٹو کمیٹی میں شامل کرنا چاہیے،مجلّے نے میاں صاحبان کو اس انتخاب پر دلی مبارکباد پیش کی۔

یہ امر اقابل ذکر ہے کہ میاں محمد شفیع (۱۰۔مارچ ۱۸۲۹ء ۔ ۷۔جنوری ۱۹۳۲ء) ۱۸۸۹ء میں انگلستان تشریف لے گئے قیام کے دوران انہوں نے انجمن اسلامیہ لندن کی بنیاد ڈالی اور اس کے صدر رہے ۔۱۸۹۲ء میں بارایٹ لاء کر کے وطن واپس آئے ۔۱۸۹۳ء میں ینگ مینز محمڈن ایسوسی ایشن کے جنرل سیکرٹری مقرر ہوئے۔ شملہ وفد میں بحیثیت مندوب شرکت کی نومبر ۱۹۰۷ء میں آل انڈیا پنجاب مسلم لیگ کی بنیاد ڈالی اور اس کی سیکرٹری جنرل بنے۔

میاں فضل حسین (۱۸۷۷ء،۱۹۳۶ء) علامہ اقبال کے گورنمنٹ کالج لاہور میں ہم جماعت ہے۔کیمبرج یونیورسٹی سے ڈگری لی اور بارایٹ لاء کر کے ۱۹۰۱ء میں سیال کوٹ میں وکالت شروع کردی۔مخزن اور آبزرور میں مضامین لکھتے رہے قومی کاموں میں بہت دلچسپی لیتے تھے ۱۹۰۵ میں انجمن حمایت اسلام لاہور کی مجلس منتظمہ کے رکن بنے ۱۹۰۶ء میں کالج کمیٹی کے سیکرٹری مقرر ہوئے یہ خدمات انہوں نے

۱۹۲۱ء تک انجام دیں جب وہ وزیر تعلیم تعینات کیے گئے۔

۵ مارچ ۱۹۱۰ء (بروز ہفتہ) کو اسلامیہ کالج لاہور کی تاریخ میں ایک منفرد اور ممتاز حیثیت حاصل ہے کیونکہ اس دن کالج کا سالانہ جلسہ تقسیم اسناد منعقد ہوا۔ سر لوئیس ڈین مہمان خصوصی تھے جنہوں نے اجلاس میں صدارت کی اور طلبہ میں انعامات تقسیم کئے۔ تقریب کا آغاز چار بجے سہ پہر اس مقام پر ہوا جو کالج گراؤنڈ (متصل ریواز ہوسٹل) سجایا گیا تھا۔ اس پروقار تقریب میں جن بزرگوں نے شرکت کی ان میں مسٹر ای۔ ڈی میک لیگن، چیف سیکرٹری، لیفٹیننٹ کرنل پارسنز، کمشنر لاہور، مسٹر ایم ای ڈی بٹلر، ڈپٹی کمشنر، سر پی سی چیٹر جی، ڈاکٹر جے سی آر ایونگ، انریبل مسٹر گاڈلے، انریبل لالہ شادی لال، نواب فتح علی خاں، آنریبل میاں محمد شفیع لالہ ہنس راج، رائے بہادر رام سرن داس، رائے صاحب لالہ رچی رام، پروفیسر واتھن، پروفیسر جونز، پروفیسر دیوی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

سر لوئیس ڈین نے طلبہ سے خطاب کے دوران انہیں چند نصیحتیں کیں اور بتایا کہ ''وہ مزید کچھ کہنا نہیں چاہتے وہی کافی ہے جو انہوں نے ریواز ہوسٹل کی سنگ بنیاد رکھے جانے کی تقریب کے موقع پر کہا تھا۔ بہر حال انہوں نے بعض باتوں کا اعادہ کیا اور کالج تشریف لائے تھے، اس وقت کالج کی۔ انہوں نے کہا کہ سات ماہ قبل جب لارڈ منٹو اسلامیہ کالج کا ایک بہت بڑا حصہ تیار ہو چکا ہے جو نہایت خوبصورت دکھائی دے رہا ہے۔ انہوں نے مقبرہ جہانگیر کے قریب بنائے جانے والے ''منٹو پارک کا بھی ذکر کیا انہوں نے بتایا کہ وہ اسلامیہ کالج کی ترقی سے اس قدر خوش ہوئے ہیں کہ انہوں نے اس تسلی کے ثبوت کے طور پر پرنسپل اسلامیہ کالج کے پنجاب یونیورسٹی کے فیلو ہیں''۔

مہمان خصوصی سر لوئیس ڈین کے انعامات تقسیم کرنے سے قبل مسٹر ایم اے عزیز،

پرنسپل اسلامیہ کالج نے سالانہ رپورٹ بابت ۱۰-۱۹۰۹ء پیش کی۔ہم مکمل رپورٹ بطور ضمیمہ نمبر ۲ پیش کرر ہے ہیں۔

۲۹ اپریل ۱۹۱۰ء کو انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کا ایک اجلاس اسلامیہ کالج میں منعقد ہوا۔اس اجلاس میں کورٹ آف آربی ٹریشن قائم کیا گیا اسلامیہ کالج اور دیگر تعلیمی امور کے ضمن میں بعض فیصلے کئے گئے ۔چنانچہ شیخ عبدالقادر بی اے بارایٹ لاء تالیف واشاعت کمیٹی کے چیئر مین اور مولوی احمدالدین پلیڈر سیکرٹری چنے گئے۔ بعدازاں کالج کمیٹی کا انتخاب عمل میں آیا خان بہادر میاں محمد شفیع چیئر مین کالج کمیٹی اور میاں فضل حسین سیکرٹری منتخب ہوئے۔اراکین مندرہ ذیل منتخب ہوئے۔

شیخ عبدالقادر بی اے بارایٹ لاء ، شیخ عبدالعزیز بی اے ایڈیٹر آبزرور، پرنسپل صاحب اسلامیہ کالج ، ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم اے پی ایچ ڈی بارایٹ لاء ، میاں حسام الدین ، شیخ عمر بخش، چودھری نبی بخش پلیڈر، چودھری شہاب الدین پلیڈر، مولوی احمدالدین پلیڈر، میاں شاہنواز بارایٹ لاء

۱۱ ستمبر ۱۹۱۰ء بروز اتوار انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کا ایک اجلاس شمس العلماء ئک مولوی حاجی مفتی محمد عبداللہ کی صدارت میں منعقد ہوا۔اسلامیہ کالج کمیٹی کے حوالے سے جو تجویز پیش ہوئی اس کی رو سے طے پایا کہ

"میاں فضل حسین سیکرٹری کمیٹی کی عدم موجودگی میں ڈاکٹر شیخ محمد اقبال کو سیکرٹری منتخب کیا جائے"

چنانچہ ڈاکٹر شیخ محمد اقبال جو اسلامیہ کالج کمیٹی کے رکن تھے میاں فضل حسین کی عدم موجودگی میں بحیثیت سیکرٹری خدمات انجام دیتے رہے۔

۲۵ ستمبر ۱۹۱۰ء بروز اتوار کے انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کے اجلاس میں جو شمس العماء مولوی محمد عبداللہ کی صدارت میں اسلامیہ کالج میں انعقاد پذیر ہوا،

اسلامیہ ہائی سکول کے معاملات کی تحقیقات کرنے کے لئے ایک نو رکنی کمیٹی تشکیل دی گئی تاکہ وہ اس کے ہر پہلو پر غور کر کے مکمل رپورٹ پیش کرے کمیٹی مندرجہ ذیل بزرگوں پر مشتمل تھی:

شمس العلماء مولوی محمد عبداللہ

شمس العلماء مولوی عبدالحکیم

ماسٹر احمد بابا مخدومی

مولوی احمدالدین بی اے بلیڈر

شیخ عبدالقادر بی اے بار ایٹ لاء

مرزا عبدالرحیم

ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی سکول

مولوی غلام اللہ

ڈاکٹر شیخ محمد اقبال

سیکرٹری مرزا محمد عبدالرحیم قرار دئے گئے اور کورم ۳ طے پایا

اسلامیہ کالج کے معاملات کی تحقیقات کرنے کے لئے بھی ایک نو رکنی تحقیقاتی سب کمیٹی بنائی گئی جس کے ارکان حسب ذیل تھے:

خان بہادر میاں محمد شفیع

ڈاکٹر شیخ محمد اقبال

میاں حسام الدین

شیخ عبدالقادر

خان بشیر علی خان

شیخ نصیر علی

مولوی احمد الدین پلیڈر

شیخ عبدالعزیز اور

سیکرٹری کالج کمیٹی میاں فضل حسین کورم ۳ قرار پایا

اسلامیہ کالج کمیٹی کے اجلاس منعقدہ ۱۷ ستمبر ۱۹۱۰ء کی قرار پر غور کرنے کے لئے ۱۳ اکتوبر ۱۹۱۰ء کو جنرل کونسل کا ایک اجلاس اسلامیہ کالج میں مولوی محبوب عالم ایڈیٹر پیسہ اخبار لاہور کی صدارت میں منعقدہ ہوا۔ اسلامیہ کالج کے قواعد و ضوابط مرتب کرنے کی غرض سے ایک قواعد کمیٹی قائم کی گئی جو مندرجہ ذیل بزرگوں پر مشتمل تھی:

خان بہادر میاں محمد شفیع

ڈاکٹر شیخ محمد اقبال سیکرٹری

چودھری شہاب الدین

شیخ عمر بخش : کورم ۲ قرار پایا

جناب عبدالعزیز، پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور جو پروانشل محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس (پنجاب) کے سیکرٹری تھے، انہوں نے اپنے اس عہدہ سے استعفیٰ دے دیا اور لکھا کہ ان کی جگہ کسی اور بزرگ کو اس منصب پر تعینات کیا جائے۔ اس استعفیٰ پر غور کرنے اور اس آسامی پر نیا تقرر کرنے کے لئے ۲۳ اکتوبر ۱۹۱۰ء کو میاں نظام الدین رئیس لاہور کی صدارت میں انجمن کی جنرل کونسل کا ایک اجلاس اسلامیہ کالج میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں جناب ایم اے عزیز کی وہ چٹھی پڑھی گئی جسمیں انہوں نے پراونشل کانفرنس کی سیکرٹری شپ سے استعفیٰ دیا تھا اور درخواست کی تھی کہ اس جگہ کسی اور صاحب کا تقرر کیا جائے۔

میاں فضل حسین کی تحریک پر یہ طے پایا کہ کانفرنس قائم رکھی جائے اور ڈاکٹر شیخ محمد اقبال سیکرٹری اور پرنسپل اسلامیہ کالج اور ہیڈ ماسٹر ہائی سکول جائنٹ سیکرٹری مقرر

رکھے جائیں اور کانفرنس کے ریزولیوشن بنانے کا کام بھی انہی صاحبان کے سپرد کیا جائے۔

اکتوبر ۱۹۱۰ء میں اسلامیہ کالج لاہور کے پرنسپل جناب ایم۔اے عزیز نے کالج کی پرنسپلی سے استعفیٰ دے دیا۔انہوں نے تعلیمی ترقی اور کھیلوں کے میدان میں خصوصی دلچسپی لی اور کالج کو ایک ممتاز مقام عطا کیا۔کالج میں سپورٹس کلب کا قیام انہی کا مرہون منت رہے گا۔

جناب ایم۔اے عزیز کے مستعفی ہونے پر ان کی جگہ فوری تقرر نہ ہوسکا چنانچہ میاں فضل حسین ایم اے بار ایٹ لاء سیکرٹری اسلامیہ کالج کمیٹی قائم مقام پرنسپل کے فرائض انجام دیتے رہے۔انہوں نے یہ خدمات یکم اکتوبر سے دسمبر ۱۹۰۳ء تک انجام دیں، اس کے بعد پروفیسر ہنری مارٹن کا تقرر بحثیت پرنسپل عمل میں آیا جنہوں نے ۴۔دسمبر ۱۹۱۰ء سے اپنی ذمہ داریاں سنبھالیں۔

۱۹۱۰ء میں اسلامیہ کالج کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوا۔کالج میں ٹیوٹوریل سسٹم متعارف کروایا گیا چنانچہ اکتوبر سے اس سسٹم پر باقاعدگی سے عمل درآمد ہوا۔گروپوں کی تقسیم اس طرح کی گئی:

گروپ اے	:	پروفیسر عبدالغنی ایم اے	انتیس طلبہ
گروپ بی	:	پروفیسر حاکم علی بی اے	انتیس طلبہ
گروپ سی	:	پروفیسر محمد حسین، ایم اے	انتیس طلبہ
گروپ ڈی	:	پروفیسر دل محمد ایم اے	انتیس طلبہ
گروپ ای	:	پروفیسر ولایت احمد ایم اے	انتیس طلبہ

۱۲ نومبر ۱۹۱۰ء کو پنجاب یونیورسٹی کی معائنہ کمیٹی نے اسلامیہ کالج لاہور کا معائنہ کیا، کمیٹی نے معائنہ کے بعد اطمینان کا اظہار کیا۔

۲۴۔فروری ۱۹۱۱ء اسلامیہ کالج لاہور کی تاریخ میں ایک یادگار اور ''سنہری دن'' کی حیثیت سے یاد رکھا جائے گا۔ ہز ہائی نس سر سلطان محمد سلطان محمد شاہ آغا خان نے کالج کو یہ عزت اور شرف بخشا کہ انہوں نے سالانہ تقسیم انعامات میں نہ صرف شرکت فرمائی بلکہ انعامات بھی تقسیم کئے۔

اس شاندار اور پروقار تقریب کا انعقاد جمعہ کے روز بعد از نماز ہوا اسلامیہ کالج گراؤنڈ میں خصوصی شامیانے لگائے جنہیں دلاویز اور خوبصورت جھنڈیوں سے سجایا گیا، چھ سو زیادہ مہمانوں کو دعوت نامے جاری کئے گئے تھے لیکن اس سے قدرے زیادہ حاضری تھی ۔علی گڑھ مسلم کالج کے خصوصی وفد کے علاوہ بعض ممتاز ہندوستانی اور یورپین شخصیات نے شرکت کی۔

تقریب کا آغاز قرآن کریم کی تلاوت سے ہوا۔ بعد ازاں ایک نعت رسول پیش کی گئی، جو یکے بعد دیگرے محمد سرور اور اولاد علی نے پیش کیں۔ پروفیسر خواجہ دل محمد نے فارسی زبان میں ایک استقبالیہ نظم اپنے مخصوص انداز میں پڑھ کر سنائی۔اس کے بعد اسلامیہ کالج کے پرنسپل پروفیسر ہنری مارٹن نے کالج کی سالانہ رپورٹ پیش کی ۔رپورٹ کے اختتام پر سر آغا خان نے نہ صرف انعامات تقسیم کئے بلکہ طلبہ کو بہت مفید اور کارآمد نصیحتیں بھی کیں۔ بعد ازاں خان بہادر میاں محمد شفیع، چیئرمین کالج کمیٹی نے اپنی مختصر تقریر میں مہانوں اور بالخصوص سر آغا خان کا شکریہ ادا کیا۔ہم پروفیسر ہنری مارٹن، پرنسپل اسلامیہ کالج کی پیش کردہ سالانہ تفصیلی رپورٹ، سر آغا خان کا صدارتی خطبہ اور انعامات کی تفصیل بطور ضمیمہ نمبر ۴ کتاب کے آخر میں پیش کر رہے ہیں۔

۱۸۔مئی ۱۹۱۱ء کو جناب جے۔اے فرگوسن سابق ڈپٹی کمشنر لاہور کالج معائنہ کے لئے تشریف لائے۔پروفیسر ہنری مارٹن، پرنسپل کالج نے انہیں کالج کی تمام عمارت

اور ریواز ہوسٹل دکھایا۔مہمان موصوف نے روانگی سے قبل کالج کا معائنہ کر کے خوشی و مسرت کا اظہار کیا۔

۲۷ ستمبر ۱۹۱۱ء کو آنریبل نواب سید محمد مدراس نے اسلامیہ کالج معائنہ فرمایا۔نواب فتح علی خان قزلباش، سی آئی ای صدر انجمن اور میاں فضل حسین ایم اے (کینٹب) بار ایٹ لاء، سیکرٹری کالج کمیٹی ان کے ہمراہ تھے۔معائنہ کے بعد انہوں نے نہایت خوشی اور پسندیدگی کا اظہار کیا۔

جنوری ۱۹۱۲ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور نے پرنسپل سر ہنری مارٹن اور پروفیسر عبدالغنی اور پروفیسر خواجہ دل محمد کو آرٹس فیکلٹی کا فرداً "فرداً" رکن منتخب کیا۔
نیز سر لوئیس ڈین، گورنر پنجاب نے پنجاب یونیورسٹی کے چانسلر کی حیثیت میں پرنسپل سر ہنری مارٹن کو پنجاب یونیورسٹی کا آرڈنری فیلو مقرر کیے جانے کے احکامات صادر کیے۔
جنوری ۱۹۱۲ء میں اسلامیہ کالج کا حبیبیہ ہال تعمیر مراحل طے کرتا ہوا پایہ تکمیل تک پہنچ گیا۔پینٹنگ اور روغن کا کام قدرے باقی تھا۔دیواروں اور گیلری پر جو رنگ روغن کیا گیا وہ قدرے مختلف تھا، ریلوے روڈ کی جانب ایک بہت بڑی دیوار تعمیر کی گئی جبکہ دو صدر دروازے ابھی زیر تعمیر تھے۔
۱۱ اپریل ۱۹۱۲ء (بروز بدھ) اسلامیہ کالج کے سالانہ جلسہ تقسیم اسناد کی تاریخ طے ہو گئی۔یہ امر قابل ذکر ہے کہ ہز آنر سر لوئیس ڈین، گورنر پنجاب نے صدارت کرنے اور انعامات تقسیم کرنے پر رضامندی کا اظہار کیا۔
جیسا کہ قبل ازیں ذکر کیا گیا کہ کالج کا سالانہ جلسہ تقسیم اسناد بدھ کے روز مورخہ ۱۱

اپریل ۱۹۱۲ء کو سر لوئیس ڈین، گورنر پنجاب کی صدارت میں منعقد ہوا یہ پہلا پبلک فنکشن تھا جو حبیبیہ ہال (نئے تعمیر شدہ) میں انعقاد پذیر ہوا حبیبیہ ہال نئی نویلی دلہن کی طرح سجا ہوا تھا اور نہایت دلاویز اور خوبصورت دکھائی دیتا تھا تمام مہمانوں نے اس کی بہت تعریف کی۔تقریب کا آغاز مسٹر غلام محمد احمدی، طالب علم فورتھ ایئر کی قرآن کریم کی تلاوت سے ہوا۔اس کے بعد سر ہنری مارٹن، پرنسپل اسلامیہ کالج نے سالانہ رپورٹ بابت ۱۲۔۱۹۱۱ء پیش کی۔رپورٹ کے بعد سر لوئیس ڈین نے ایک مختصر تقریر کے بعد انعامات تقسیم کیے۔

میاں فضل حسین، سیکرٹری اسلامیہ کالج کمیٹی نے آخر میں مہمان خصوصی کا شکریہ ادا کیا۔ہم پرنسپل کی تفصیلی رپورٹ بابت ۱۲۔۱۹۱۱ء بطور ضمیمہ نمبر ۶ پیش کر رہے ہیں۔

اسلامیہ کالج لاہور کی تاریخ میں ایک قابل ذکر واقعہ یہ ہے کہ تمام طلبہ سے پرزور اپیل کی گئی کہ ستمبر ۱۹۱۲ء سے وہ کالج یونیفارم پہن کر آئیں اول کرمچی رنگ کی ترکی ٹوپی کا پہننا ضروری قرار دیا گیا۔اس سلسلے میں کالج حکام نے انارکلی لاہور کی ایک فرم میسرز رشید برادرز سے رابطہ قائم کیا جنہوں نے سستی قیمت (ڈھائی روپے) پر فی ٹوپی مہیا کرنے کا وعدہ کیا۔ٹوپی کے اندرونی حصے میں ''اسلامیہ کالج'' کے الفاظ لکھوائے گئے۔دوم۔ایک لمبا کالے رنگ کا ترکی کوٹ پہننا لازمی قرار پایا، اس ضمن میں بھی ایک درزی سے گفت وشنید ہوئی اور تمام انتظامات طے پائے۔یہ طے پایا کہ تمام طلبہ ایک ہی وضع قطع کا کوٹ زیب تن کیا کریں۔سوم طلبہ کو اختیار دیا گیا کہ وہ اپنی مرضی سے شلوار، پاجامہ یا انگریز طرز کے پتلون پہنیں، جوتوں اور جرابوں کے سلسلے میں بھی طلبہ کو یہ سہولت دی گئی کہ وہ اپنی مرضی سے انگریزی یا ہندی ساخت کے جوتے اور جرابیں پہنیں۔

۹۔اکتوبر ۱۹۱۲ء کو امپیریل لیجسلیٹو کونسل کے ایڈیشنل ممبر جناب اے کے ابواحمد خان

غزنوی اسلامیہ کالج تشریف لائے۔انہوں نے کالج کی معائنہ کیا اور نہایت خوشی اور مسرت کا اظہار کیا۔

۳ نومبر ۱۹۱۲ء کو آنریبل میاں محمد شفیع ،چیئرمین اسلامیہ کالج کمیٹی نے کمیٹی مذکور کے اعزاز میں عشائیہ دیا۔اراکین کمیٹی کو توقع تھی کہ میاں صاحب موصوف اس موقع پر تقریر رقم عشائیے پر صرف ہوئی ہے، اتنی رقم وہ ''ٹرکش ریلیف فنڈ'' میں پیش کریں گے۔

نومبر ۱۹۱۲ء میں اسلامیہ کالج میں بڑی گھما گھمی رہی اور متعدد برگزیدہ اور چیدہ چیدہ ہستیوں نے کالج کا معائنہ کیا۔ پنجاب یونیورسٹی کی طرف سے مسٹر اے سی وولنر، مسٹر واتھن، مسٹر رچی رام اور مسٹ بدرا نے ۱۶۔نومبر کو کالج کا معائنہ کیا۔

اس کے چند روز بعد مسٹر مانٹیگو (انڈر سیکرٹری آف سٹیٹ فار انڈیا) ہز آنر سر لوئیس ڈین کے ہمراہ کالج تشریف لائے۔

۲۳ نومبر ۱۹۱۲ء کو آنریبل سید علی امام ،سی ایس آئی (لاءممبر، وائسرائے ایگزیکٹو کونسل) اسلامیہ کالج تشریف لائے تو ان کے اعزاز میں صدر انجمن آنریبل نواب فتح علی خاں قزلباش ،سی آئی ای نے اسلامیہ کالج میں ایک گارڈن پارٹی کا اہتمام کیا معزز مہمان نے پرنسپل کے ہمراہ کالج ک ادورہ کیا۔انہوں نے معزز مہمان کو خاص کر ریواز ہوسٹل دکھایا جنہوں نے کالج کے معائنہ کے بعد کالج بلڈنگ، تعلیمی ترقی اور انتظام وانصرام کی بہت تعریف کی۔

۲۵ نومبر ۱۹۱۲ء کو مولانا محمد علی جوہر، ایڈیٹر کامریڈ لاہور کے دورے پر تشریف لائے انہوں نے اسلامیہ کالج کا معائنہ کیا۔کالج کے طلبہ نے معزز مہمان کے اعزاز میں چائے کی دعوت دی۔

انجمن حمایت اسلام لاہور کی جنرل کونسل کے اجلاس منعقدہ ۱۵ دسمبر ۱۹۱۲ء کو جو میاں نظام الدین رئیس لاہور کی صدارت میں انعقاد پزیر ہوا، اس میں اسلامیہ کالج کے بورڈنگ ہاؤس کی توسیع، سکولوں کے لئے گورنمنٹ سے گرانٹ، یتیم خانہ کے لئے گرانٹ، پنجاب میں مسلمانوں کی اعلیٰ اور ابتدائی تعلیم کی حالت زار اور پنجاب یونیورسٹی میں مسلمان فیلوز کی افسوس ناک کمی پر غور کرنے اور ایک ڈیپوٹیشن بمعہ عرضداشت گورنمنٹ کی خدمت میں بھیجنے کے لئے ایک تیرہ رکنی سب کمیٹی بنائی گئی جو مندرجہ ذیل اصحاب پر مشتمل تھی:

ڈاکٹر شیخ محمد اقبال

چودھری شہاب الدین

میاں حسام الدین

شیخ عمر بخش

شیخ امیر الدین

مولوی انشاء اللہ خان

خلیفہ عماد الدین

شیخ گلاب دین

خواجہ رحیم بخش

مولوی فضل الدین

مولوی احمد الدین

پرنسپل اسلامیہ کالج

میاں فضل حسین چیف سیکرٹری کالج کمیٹی کورم ۳ قرار پایا

دسمبر ۱۹۱۲ء میں حکومت ہند نے اعلان کیا کہ مجوزہ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے ساتھ کسی اور کالج کا الحاق نہیں ہوگا سوائے علی گڑھ کالج کے چنانچہ اس اعلان کے بعد مجوزہ مسلم یونیورسٹی سے متعلق انجمن حمایت اسلام کی رائے کے بارے میں ۱۵۔ دسمبر ۱۹۱۲ء کے جنرل کونسل کے اجلاس میں جو میاں نظام الدین کی زیر صدارت منعقدہ ہوا، بحث و تمحیص ہوئی۔ انجمن حمایت اسلام کی طرف سے مسلم یونیورسٹی فاؤنڈیشن کمیٹی کے اجلاس میں شرکت کرنے کے لئے ایک قائمقام رکن بھیجنے، اس کے انتظام نیز اہل پنجاب کے اس ضمن میں خیالات و جذبات پر غور کرنے کے لئے ایک رکنی سب کمیٹی بنائی گئی جس کا کام حکومت کے اس اعلان کے خلاف پروٹسٹ (احتجاج) تیار کر کے مناسب جگہ بھیجنا اور اخبارات میں بھی شائع کروانا تھا۔ یہ کمیٹی مندرجہ ذیل اصحاب پر مشتمل تھی:

خان بہادر میاں محمد شفیع، چیئرمین اسلامیہ کالج کمیٹی

میاں فضل حسین سیکرٹری اسلامیہ کالج کمیٹی

چودھری شہاب الدین بی اے

شیخ عبدالعزیز

شیخ عمر بخش بی اے

مولوی احمد الدین بی اے پلیڈر

ڈاکٹر شیخ محمد اقبال

حاجی شمس الدین

چودھری نبی بخش بی اے

میاں نظام الدین رئیس لاہور

خواجہ ضیاء الدین بی اے

سیکرٹری شیخ عبدالعزیز کورم ۴ طے پایا

جنرل کونسل انجمن حمایت اسلام لاہور کے اجلاس منعقدہ ۱۵ دسمبر ۱۹۱۲ء کے فیصلے کے مطابق

۶ جنوری ۱۹۱۳ء کو انجمن حمایت اسلام لاہور کے ایک ڈیپوٹیشن (وفد) نے پنجاب کے نئے گورنر سر لوئیس ولیم ڈین سے ملاقات کی اور پنجاب کے مسلمانوں کی تعلیمی ضروریات کے بارے میں ایک ''عرضداشت'' پیش کی وفد کے سربراہ نواب فتح علی خاں صدر انجمن تھے۔ میاں فضل حسین، سیکرٹری کالج کمیٹی نے گورنر پنجاب سے وفد کے اراکین کا تعارف کرایا اور عرضداشت پڑھ کر سنائی۔ وفد میں انجمن کے دوسرے عہدیدار اور پنجاب کی ممتاز شخصیات شامل تھیں۔

وفد نے اسلامیہ کالج کے لئے مزید سرکاری گرانٹ لڑکیوں کے اسلامیہ ہائی سکولوں کے لئے زمین خریدنے کے لئے گرانٹ اور لڑکیوں کے لئے سکولوں کیلئے نئی عمارت کی خاطر سرکاری امداد پر زور دیا۔ نیز پنجاب یونیورسٹی سینٹ میں مسلمانوں کو زیادہ نمائندگی دینے کے لئے درخواست کی۔ گورنر نے وفد کی یادداشت اور مطالبہ کو غور سے سنا اور تمام مسائل حل کرنے کا وعدہ کیا نیز کالج ہوسٹل کے لئے پچیس ہزار روپے بطور گرانٹ دینے کا یقین دلایا۔

ہم انجمن حمایت اسلام لاہور کے وفد کی عرضداشت اور گورنر پنجاب کو جواب بطور ضمیمہ نمبر ۷ پیش کر رہے ہیں۔

پریذیڈنسی کالج کلکتہ کے پروفیسر ڈاکٹر بوس ایک مختصر دورے پر لاہور تشریف لائے تو انہوں نے اسلامیہ کالج لاہور دیکھنے کا اشتیاق ظاہر کیا چنانچہ ۲۳ فروری ۱۹۱۳ء کو موصوف نے اسلامیہ کالج کا معائنہ کیا اور اسے دیکھ کر اطمینان و مسرت کے ملے جلے جذبات کا اظہار کیا۔

۱۰۔ مارچ ۱۹۱۳ء کو اسلامیہ کالج لاہور کو یہ شرف حاصل ہوا کہ ریاست بھوپال کے ملٹری ایڈوائز اور چیف سیکرٹری کالج کے معائنہ کے لئے تشریف لائے اور معائنہ کے بعد کالج کی عمارت اور تعلیمی ترقی کی بہت تعریف کی۔

مارچ ۱۹۱۳ء میں میاں فضل حسین، سیکرٹری اسلامیہ کالج کمیٹی نے یہ خوشخبری سنائی کہ انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کے فیصلے کا مطابق آئندہ سالانہ جلسہ تقسیم انعامات شاہدرہ میں منعقد ہوگا جہاں اسلامیہ کالج کو منتقل کیا جائے گا۔ اس مسئلے پر خوب بحث وتمحیص ہوئی اور کثرت رائے (سنتالیس ووٹ حق میں آئے جبکہ صرف تین نے مخالف کی) فیصلہ ہوا کہ کالج کو شاہدرہ منتقل کرنے کے سلسلے میں حکومت کی مالی پیشکش کو فوری طور پر قبول کرلیا جائے۔ اس فیصلے کا بڑی گرم جوشی کے ساتھ خیر مقدم کیا گیا، کالج کے طلبہ کی اکثریت نے اس فیصلے کا استقبال کیا چنانچہ اگلے روز پرنسپل کی صدارت میں کالج کونسل کا اجلاس منعقدہ ہوا جس جنرل کونسل کے فیصلے کو سراہا گیا اور ہر قسم کے تعاون دلایا گیا۔ کالج کونسل کے اجلاس کے بعد کالج کے طلبہ کا ایک ہنگامی اجلاس حبیبیہ ہال میں منعقد ہوا جس کی صدارت پرنسپل نے کی مسٹر عبدالرحمٰن (تھرڈ ائیر) نے کالج کو شاہدرہ منتقل کرنے کے حق میں ایک قرارداد پیش کی جس کی مسٹر اللہ بخش (فرسٹ ائیر) نے تائید کی بالاخر یہ قرارداد کثرت رائے سے بالاتفاق منظوری کی گئی۔ لیکن اس ساری کاروائی کے باوجود یہ منصوبہ دھرے کا دھرا رہ گیا چنانچہ اسلامیہ کالج کا سالانہ جلسہ تقسیم انعامات ۱۳۔ اپریل ۱۹۱۳ء (بروز سوموار بوقت پانچ بجے) حبیبیہ ہال میں منعقدہ ہوا۔ آنریبل جسٹس عبدالرحیم، جج مدارس ہائی کورٹ، جو رائے سے بالاتفاق منظور کی گئی۔ لیکن

اس ساری کارروائی کے باوجود یہ منصوبہ دھرے کا دھرا رہ گیا چنانچہ اسلامیہ کالج کا سالانہ جلسہ تقسیم انعامات ۱۹۱۳ء (بروز سوموار بوقت پانچ بجے حبیبیہ ہال میں منعقد ہوا۔آنریبل جسٹس عبدالرحیم، جج مدارس ہائی کورٹ، جو رائل سول سروس کمشن کے رکن کی حیثیت میں لاہور تشریف لائے ہوئے تھے۔انہوں نے اجلاس کی صدارت کی اور انعامات تقسیم کئے۔معزز مہمان جنہوں نے اس تقریب میں شرکت کی ان میں سر پی سی چٹرجی، سی آئی ای، آنریبل مسٹر شادی لال، ایم اے، ڈاکٹر اور مسز کیلب، نواب بہرام خاں خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

تقریب کا آغاز قرآن کریم کی تلاوت سے ہوا جو فورتھ ائیر (سال چہارم) کے طالب علم کریم بخش نے کی۔تلاوت کے بعد پرنسپل صاحب نے کالج کی سالانہ رپورٹ بابت ۱۳۔۱۹۱۲ء پڑھ کر سنائی۔بعد ازاں صدر تقریب مسٹر جسٹس عبدالرحیم نے کامیاب طلبہ میں انعامات تقسیم کئے۔صدر محترم کی صدارتی تقریر اور پرنسپل صاحب کی رپورٹ افادہ عام کے لئے ہم ضمیمہ نمبر ۸ میں پیش کر رہے ہیں۔

بیگم صاحبہ بھوپال کی لاہور میں تشریف آوری اور ان کے اسلامیہ کالج کے نئے معائنے اور ان کی خدمت میں سپاس نامہ پیش کرنے کے سلسلے میں انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کا اجلاس ۱۳۔اپریل ۱۹۱۳ء کو شمس العلماء مولوی حاجی محمد عبداللہ کی صدارت میں منعقد ہوا۔

چندہ کی فراہمی، اسلامیہ کالج کے لئے زمین کی خریدگی اور سپاس نامہ تیار کرنے کی غرض سے ایک تیئس ۲۳ رکنی استقبالیہ سب کمیٹی تشکیل دی گئی۔جس کے چیئرمین خان بہادر میاں محمد شفیع، سیکرٹری میاں فضل حسین اور اراکین میں ڈاکٹر شیخ محمد اقبال شامل تھے۔کمیٹی کا کورم ۷ قرار پایا۔

ایف ایس سی کلاسز کے اجراء کے ضمن میں میاں افضل حسین، ایم ایس سی، جو میاں

فضل حسین، سیکرٹری کالج کمیٹی کے برادر حقیقی ہیں، نے ایک نہایت جامع اور حقائق پر مبنی رپورٹ مرتب کی جس جون ۱۹۱۳ء میں میاں فضل حسین نے اسلامیہ کالج کمیٹی میں منظوری کے لئے پیش کیا اور کثرت رائے سے یہ سکیم منظور ہو گئی لیکن بدقسمتی سے انجمن حمایت اسلام نے اسے التواء میں ڈال دیا کہ انجمن مذکور کے پاس فنڈ نہیں چنانچہ کمیٹی نے فیصلہ کیا کہ اس مقصد کے لئے فنڈ جمع کئے جائیں ابتدائی اخراجات کا تخمینہ پچاس ہزار روپے لگایا گیا اور قرار پایا کہ آئندہ ٹرم (ستمبر ۱۹۱۳ء) سے ایف ایس سی کلاسز جاری کر دی جائیں نیز مسلمان مخیّر حضرات کو اس کار خیر میں حصہ لینے کی دعوت دی گئی چنانچہ دوسرے کالجوں میں سائنس میں داخلہ مشکل سے ملتا تھا اس لئے اس بات پر زور دیا گیا کہ اگر ستمبر ۱۹۱۳ء میں ممکن نہ ہو تو ۱۹۱۴ء میں کلاسز کا اجراء ضروری ہونا چاہیے کیونکہ میڈیکل کالج میں داخلے کے حصول کا یہی واحد ذریعہ اور راستہ ہے جس میں مسلمان بہت پیچھے ہیں۔

اسلامیہ کالج لاہور کی مسلمان مخیّر حضرات وقتاً فوقتاً دامے درمے قلمے، سخنے اعانت کرتے رہے ہیں ان بزرگوں میں محمد شفیع، چیئرمین اسلامیہ کالج کمیٹی کا نام سرفہرست آتا ہے چنانچہ ستمبر ۱۹۱۳ء میں انہوں نے اپنے بیٹے کی اعلیٰ تعلیم کے حصول کے بعد وطن واپسی پر نیک شگونی کے طور پر چھ وظائف مسلمان طالب علموں کو دینے کا اعلان فرمایا یہ امر قابل ذکر ہے کہ ایک سال قبل انہوں نے وظائف دینے کا عدہ کیا تھا جسے انہوں نے اب پورا کر دیا۔ انہوں نے تین وظائف تو اسلامیہ کالج کے طلبہ کے لئے مخصوص فرمائے اور چوتھا وظیفہ اسلامیہ ہائی سکول کے میٹرک میں کامیاب ہونے والے اس طالب علم کے لئے مختص کیا جو آئندہ برس اسلامیہ کالج لاہور میں داخلہ لے گا، دیگر دو وظائف کے بارے میں انہوں نے فرمایا کہ یہ وظائف ایم اے او کالج علی گڑھ میں زیر تعلیم طلبہ کو دیئے جائیں۔ میاں محمد شفیع کے

اس اقدام کا تمام حلقوں میں خیر مقدم کیا گیا۔

۲۲ نومبر ۱۹۱۳ء کو (ہفتہ کے روز) پنجاب یونیورسٹی معائنہ کمیٹی اسلامیہ کالج کے معائنے کے لئے آئی۔ اس کمیٹی میں رجسٹرار پروفیسر ای ڈی لوکس ایم اے (ایف سی کالج) پروفیسر اے ایس ہمیی ایم ایس سی (گورنمنٹ کالج لاہور) اور پروفیسر ای کینڈلر (مہندرا کالج پٹیالہ) شامل تھے۔ کمیٹی نے کالج میں تین گھنٹے (گیارہ بجے تا ۲ بجے دوپہر) قیام اور کالج کی صورت حال اور تعلیم کے طریق کار کا بغور مطالعہ کیا۔ کالج کے شاہدرہ منتقل کئے جانے یعنی ''شاہدرہ سکیم'' خصوصی دلچسپی کا اظہار کیا اس تجویز کے بارے میں متعدد سوالات کئے۔ ایف ایس سی کلاسز، لیبارٹریوں اور سائنس ڈیپارٹمنٹ کے بارے میں مفید تجاویز زیر بحث آئیں۔

پروفیسر رامسے میور ۲۵ نومبر ۱۹۱۳ء کو اسلامیہ کالج تشریف لائے انہوں نے کالج کی عمارت اور تعلیمی ترقی کے بارے میں معلومات حاصل کر کے نہایت خوشی اور مسرت کا اظہار کیا۔ پروفیسر موصوف ہندوستانی یونیورسٹی، خاص کر تعلیم میں خاصی دلچسپی رکھتے ہیں چنانچہ انہوں نے اس ضمن میں بہت سے مفید اور کارآمد مشورے دئے انہوں نے ہسٹاریکل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے قیام کی تجویز پیش کی تا کہ ہندوستانی تاریخ داں ریسرچ کے میدان میں آگے آئیں اور سائنسی بنیادوں پر تحقیق و تدقیق کریں۔

قواعد میں تبدیلی و ترمیم اور جنرل کونسل اور ماتحت کمیٹیوں کے عہدیداروں کے انتخاب کے سلسلہ میں انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کا اجلاس ۲۲ فروری ۱۹۱۴ء کو نواب حاجی فتح علی خان قزلباش کی صدارت میں منعقد ہوا۔

اجلاس میں اسلامیہ کالج کے سلسلہ میں جو فیصلہ ہوا اس کی رو سے خان بہادر میاں محمد شفیع چیئر مین اسلامیہ کالج کمیٹی اور میاں فضل حسین سیکرٹری منتخب ہوئے۔

اسلامیہ کالج کالج کمیٹی کے اراکین کے لئے پنجاب یونیورسٹی گریجوایٹس میں سے مولوی احمدالدین پلیڈر، ڈاکٹر شیخ محمد اقبال عمر بخش بی اے چودھری نبی بخش بی اے اور میاں شاہ نواز صاحب بی اے کا انتخاب ہوا۔

مارچ ۱۹۱۴ء کے دوسرے ہفتے میں مولانا ابوالکلام آزاد کی معیت میں ایک ترکی وفد نے لاہور کا دورہ کیا۔ اس دوران وفد نے مولانا ابوالکلام آزاد کے ہمراہ اسلامیہ کالج اور ہوسٹل کا معائنہ بھی کیا اور دیکھ کر نہایت مسرت وانبساط کا اظہار کیا۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ ارکان وفد نے بادشاہی مسجد میں نماز جمعہ ادا کی عجیب اتفاق تھا کہ امام نے سجدے بہت طویل کئے۔ رئیس وفد نے نماز سے فارغ ہو کر علامہ اقبال سے پوچھا اس کا سبب پوچھا۔ ترکی میں چونکہ غیر معمولی طور پر لمبے سجدے کرنے کا رواج نہیں اور ترکی اس کے عادی نہیں اس لئے انہیں حیرت ہوئی۔ علامہ اقبال نے ''غلاموں کی نماز'' کے عنوان سے ضرب کلیم میں جو نظم تحریر کی اس میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں:

کہا مجاہد ترکی نے مجھ سے بعد نماز
طویل سجدہ ہیں کیوں اس قدر تمہارے امام؟
وہ سادہ مرد مجاہد، وہ مومن آزاد
خبر نہ تھی اسے کیا چیز ہے نماز غلام

۱۴۔ مارچ ۱۹۱۴ء کو انجمن حمایت اسلام لاہور کے عہدیداران اور اراکین نے دوسرے اسلامیہ ہائی سکول یعنی اسلامیہ ہائی سکول بھاٹی دروازہ لاہور کا سنگ بنیاد رکھنے پر ہز ہائی سر مائیکل فرانسیس اڈوائر، بی اے، کے سی، ایس آئی، آئی سی ایس، گورنر پنجاب کی خدمت میں ایک سپاس نامہ پیش کیا۔ یہاں اس کی وضاحت ضروری ہے کہ مختصر تاریک انجمن حمایت اسلام لاہور مولفہ خواجہ محمد حیات کے صفحہ ۳۴

پر یکم جنوری ۱۹۱۲ء تحریر ہے جو درست نہیں کیونکہ گورنر پنجاب نے اس سکول کا سنگ بنیاد ۲۴ مارچ ۱۹۱۴ء کو رکھا اور موصوف کی خدمت میں سپاسنامہ اسی روز پیش کیا گیا جس میں گورنر موصوف کی مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کے سلسلے میں دلچسپی کا شکریہ ادا کیا اور بتایا کہ اس وقت انجمن حمایت اسلام کے زیر انتظام وانصرام ایک فرسٹ گریڈ آرٹس کالج (جس میں ایم اے تک تعلیم کا انتظام موجودہ ہے) دو ہائی سکول (اینگلوورنیکلر)، پانچ پرائمری سکول، چار بنیادی (ایلی مینٹری) مکاتب اور نو لڑکیاں کے سکول نہایت کامیابی کے ساتھ چل رہے ہیں جن میں سے ایک اینگلوورنیکلر مڈل سکول اور مدرسہ حمیدیہ ہے۔ تفصیل کے لئے انجمن حمایت اسلام لاہور کا سپاس نامہ ملاحظہ فرمائیے جو ہم بطور ضمیمہ نمبر ۹ گورنر پنجاب کے جواب کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔

مارچ ۱۹۱۴ء کے پہلے عشرے میں مسٹر ہنری مارٹن، پرنسپل اسلامیہ کالج سخت بیمار ہو گئے تو ان کا آپریشن ہوا چنانچہ وہ کئی روز ہسپتال میں زیر علاج رہے۔ ان کی عدم موجودگی میں مسٹر منوہر لال ایم اے۔ بارایٹ لاء سال چہارم کی اکنامکس کی کلاسوں کو پڑھاتے رہے تاکہ انکی پڑھائی کا حرج نہ ہو۔ مسٹر ہنری مارٹن کی خطرناک بیماری سے صحت یابی کے بعد کالج کے طلبہ نے جن میں کچھ سابقہ طلبہ (اولڈ بوائز) اور کالج کمیٹی کے متعدد ارکان بھی شریک تھے، ۲۷ مارچ ۱۹۱۴ء بروز جمعتہ المبارک کوریواز ہوسٹل میں ایک ''گارڈن پارٹی'' کا اہتمام کیا۔ اس موقع پر بعض دیگر معزز مہمان بھی مدعو کئے گئے۔ ریواز ہوسٹل میں ایک خوبصورت شامیانہ لگایا جسے بہت اچھی طرح سے سجایا گیا تھا۔ مسٹر وزیر احمد طالب علم سال چہارم نے خان بہادر میاں محمد شفیع چیئرمین کالج کمیٹی سے درخواست کی کہ وہ تقریب کی صدارت فرمائیں۔ سال چہارم کے طالب علم مسٹر محمد حسین نے مسٹر ہنری مارٹن کی

خدمت میں سپا نامہ پیش کیا، سال چہارم ہی کے طالب علم مسٹر شمس الدین نے پرنسپل کی خدمت میں سپاس نامے کا ایک نسخہ پیش کیا جو چاندی کی ایک خوبصورت بڑے میں چاندی ڈبے میں محفوظ کیا گیا تھا۔ سپانامے کے بعد خان بہادر میاں محمد شفیع نے تقریر کی بعد ازاں پرنسپل نے جوابی تقریر کی۔ آخر میں سب مہمانوں نے مل کر کام و دہن سے تواضع کی ہم سپاس نامہ، خان بہادر میاں محمد شفیع اور مسٹر ہنری مارٹن کی تقاریر بطور ضمیمہ نمبر ۱۰ پیش کر رہے ہیں۔ اس موقع پر مسٹر غلام رسول مہر (بعد ازاں مولانا غلام رسول مہر) جو اس وقت کالج میں زیر تعلیم تھے ایک نظم کی جو حسب ذیل ہے:

نظم دوبارہ تہنیت

خدا کا شکر ہے جس نے دکھائے دن سعادت کے
کے جلسے آج ہوتے ہیں خوشی کے اور مسرت کے
بہت ہی نیک سیرت ہیں ہمارے پرنسپل صاحب
کہ ہیں چرچے بہت جن کی نجابت اور شرافت کے
ذکاء وعلم و دانش میں فضیلت خاص رکھتے ہیں
دیئے حق نے بڑے جوہر ہیں اور اک روایت کے
وہ ہیں ہر دلعزیز اور نیک خولی میں بھی لاثانی
نہیں رکھتے نظیر اپنا خداقت اور ذکاوت میں
انہیں اسلامیہ کالج سے ہمدردی والفت ہے
نمایاں ہر گھڑی ہوتے ہیں آثار اس محبت کے
انہیں ماں باپ سے بڑھ کر ہے شفقت سارے طلبا پر
تو ہیں طلاب یہی مفتوں اس الفت اور شفقت کے
نصیب دشمناں وہ ہو گئے تھے سخت تر بیمار
بہت صدمے اٹھے تھے، علالت اور زحمت کے
علالت تھی نہ معمولی پڑے تھے جان کے لالے
کسی کو دن نہ دکھلائے خدا ایسی علالت کے
ستایا آپ کو زنجوریوں نے حد سے بڑھ کر تھا
نہایت پرقلق تھے دن علاالت اور عیادت کے
جو گھڑیاں رنج وغم کی تھیں کٹیں شکر الٰہی ہے
بفضل ایزدی ہم کو ملے اوقات فرحت کے

ہوئے ہم سب تھے مضطر دیکھ کر اس پر درد حالت کو
کہ راتیں تھیں، غم واندوہ کی دن تھے مصیبت کے
شفا دی آپ کو خالق نے اب لطف وعنایت سے
بہت ممنون اور مشکور ہیں ہم اس عنایت کے
مگر ہم سے ادا ہو شکر حق یہ بات کب ممکن
ہوئے ہم اس شفا سے خاص مورد اس کی رحمت کے
ہمارے گلستان آرزو میں ہے بہار آئی
کہ ہر سو کھل رہے ہیں پھول بہجت اور مسرت کے
جدہر دیکھو ادھر ہر ہی شادمانی کے نظارے ہیں
جہاں جاؤ وہیں سامان ہیں فرحت اور راحت کے
عجب فرط نشاط اور ہر طرب کی آج افزونی
اگر راتیں خوشی کی ہیں تو دن ہیں عیش وعشرت کے
خدا ان کو رکھے شاداں و فرحاں اور سدا خورم
نہ آلام ان کو دکھلائے عناد رنج و آفت کے

۳۰ اپریل ۱۹۱۴ء کا دن اسلامیہ کالج کی تاریخ میں ایک یادگار اور تاریخ ساز حیثیت کا حامل ہے، اس روز کالج کا سالانہ جلسہ تقسیم انعامات منعقد ہوا جس میں مہمان خصوصی مسٹر جے سی گاڈلے، آئی سی ایس ڈائریکٹر سررشتہ تعلیمات تھے۔

یہ تاریخی اہمیت کی حامل تقریب جمعرات کے روز حبیبہ ہال میں منعقد ہوئی جس میں انجمن حمایت اسلام لاہور کے عہدیداران، کالج کمیٹی کے اراکین طلبہ اور دیگر معزز مہمانوں نے شرکت کی۔ پنڈال کو نہایت خوبصورت طریقے سے سجایا گیا تھا۔ تقریب کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جس کی سعادت مسٹر محمد حسن طالب علم

سال دوم نے حاصل کی بعد ازیں پرنسپل اسلامیہ کالج مسٹر ہنری مارٹن نے کالج کی سالانہ رپورٹ بابت ۱۹۱۴-۱۹۱۳ء پڑھ کر سنائی۔ رپورٹ کے بعد مہمان خصوصی مسٹر جے سی گاڈلے نے کامیاب طلبہ میں انعامات اور اسناد تقسیم کیں۔

اس تمام کاروائی کے بعد خان بہادر میاں محمد شفیع، چیئرمین کالج کمیٹی نے مہمان خصوصی اور دیگر معزز مہمانوں کا شکریہ ادا کیا اور یوں یہ تقریب خوشگوار اختتام کو پہنچی ۔ہم افادہ عام کی خاطر پرنسپل کی رپورٹ اور مہمان خصوصی مسٹر گاڈلے کی تقریر خان بہادر میاں محمد شفیع کی تقریر، انعامات و میڈلز کی تفصیل اور سال کا نتیجہ بطور ضمیمہ نمبر ۱۱ پیش کر رہے ہیں۔

ایک طویل مدت سے سرکاری گرانٹ برائے اسلامیہ کالج اور انجمن حمایت اسلام کے زیر انتظام و انصرام چلنے والے سکولوں کی دیکھ بھال، عمارت، کتابوں اور سٹاف کا مسئلہ چل رہا تھا، چنانچہ مختلف سالوں کے دوران جب بھی کوئی سرکاری عہدیدار او راہل کار اسلامیہ کالج یا اسلامیہ کلاج کے سالانہ جلسہ تقسیم انعامات کے موقعہ پر صدارت کی تو پرنسپل اسلامیہ کالج یا چیئرمین اسلامیہ کالج کمیٹی، خان بہادر میاں محمد شفیع یا سیکرٹری کالج کمیٹی نے اسلامیہ کالج کمیٹی کے ایک اجلاس میں یہ مسئلہ پیش کیا تا کہ اس پر غور و خوض کیا جا سکے۔ نیز ڈائریکٹر سر رشتہ تعلیم نے سیکرٹری موصوف کے نام ۲۱ جولائی ۱۹۱۳ء اور ۱۸ مئی ۱۹۱۴ء کو خطوط لکھے تھے ان کا ذکر بھی کیا۔اس کے علاوہ کالج کمیٹی اور جنرل کونسل نے جو قراردادیں منظور کی تھیں، وہ بھی زیر بحث آئیں شاہدرہ سکیم انڈین ایجوکیشنل سروس کے دو افسروں کی عارتیا خدمات کے بارے میں بھی تبادلہ خیال ہوا۔مختصر یہ کہ سیکرٹری کالج کمیٹی میاں فضل حسین اور چیئرمین کالج کمیٹی میاں محمد شفیع کے نام جس قدر خط و کتابت ہوئی تھی س پر غور کیا گیا ۔حکومت نے پروفیسروں کی فراہمی، کالج اکاؤنٹ کی پڑتال، گرانٹ کے استعمال

وغیرہ پر جو ناجائز اور نا روا پابندیاں لگائی تھیں، ان کے پیش نظر کالج کمیٹی نے فیصلہ کیا کہ سرکاری گرانٹ کی بجائے اپنے ذرائع سے چندہ جمع کر کے خرچ پورا کرے گی ۔ انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل نے بھی سرکاری گرانٹ کے سلسلے میں پابندیوں کو ناروا اور ناقابل عمل قرار دیا اور گرانٹ لینے سے معذوری کا اظہار کیا ۔ یہ ساری تفصیلات اور خط و کتابت ہم بطور ضمیمہ نمبر ۱۲ پیش کر رہے ہیں ۔

اسلامیہ کالج لاہور کا سالانہ جلسہ تقسیم انعامات ۲ اپریل ۱۹۱۵ء بروز جمعہ المبارک حبیبیہ ہال میں منعقد ہوا ۔ ہال کو بڑی خوبصورتی سے مزین کیا گیا تھا ۔ اس مرتبہ مہمان خصوصی جسٹس سر ڈونلڈ جان سٹون تھے ۔ سابقہ سالوں کی طرح یہ تقریب اتنی پر شکوہ نہ تھی کیونکہ انجمن کے عہدیداران، کالج کمیٹی کے اراکین اور طلبہ کی تعداد رخصت کی وجہ سے نسبتاً کم تھی ۔

تقریب کا آغاز حسب سابق ہوا ۔ سب سے پہلے پرنسپل مسٹر ہنری مارٹن نے کالج کی رپورٹ پیش کی اس کے بعد مہمان خصوصی جسٹس سر ڈونلڈ جان سٹون نے صدارتی خطبہ پیش کیا اور کامیاب طلبہ میں انعامات تقسیم کئے ۔ صدر کی تقریر کے اختتام پر خان بہادر میاں محمد شفیع چیئرمین کالج کمیٹی نے جسٹس سر ڈونلڈ جان سٹون کا شکریہ ادا کیا ۔ نیز انہوں نے ۱۴-۱۹۱۳ء کے مالی سال کے حوالے سے پنجاب میں تعلیمی ترقی کا جائزہ پیش کیا اور پرائمری، سیکنڈری، کالج، پروفیشنل اور ٹیکنیکل تعلیم پر سیر حاصل تبصرہ کیا ۔ آخر میں پرنسپل مسٹر ہنری مارٹن نے اعلان کیا کہ خان بہادر میاں محمد شفیع نے سابقہ وظائف کے علاوہ دو نئے وظائف کا وعدہ کیا ہے جو آئندہ سال سے متعلقہ موضوعات میں اول آنے والے طلبہ کو دیئے جائیں گے ۔ آخر میں ہم پرنسپل کی رپورٹ بابت ۱۵-۱۹۱۴ء جسٹس سر ڈونلڈ جان سٹون کی تقریر، خان بہادر میاں محمد شفیع کی تقریر اور سال رواں میں کالج سٹاف کی فہرست بطور ضمیمہ

نمبر ۱۳ پیش کر رہے ہیں۔

۲۲ فروری ۱۹۱۴ء کے جنرل کونسل کے اجلاس میں قرارداد نمبر ۹ کے مطابق ڈاکٹر شیخ محمد اقبال اسلامیہ کالج کمیٹی کے رکن منتخب ہوئے تھے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے کمیٹی کی رکنیت قبول کرنے سے انکار کر دیا چنانچہ ۲۰ جون ۱۹۱۵ء کو جنرل کونسل کا جو اجلاس شمس العلماء مولوی عبدالحکیم کی صدارت میں منعقد ہوا اس میں اس مسئلے پر غور کیا گیا اور ڈاکٹر صاحب کی جگہ منشی محمد حفیظ کو اسلامیہ کالج کمیٹی کا رکن مقرر کیا گیا۔

اجلاس مذکور میں ماتحت کمیٹیوں کی خالی جگہوں کے لئے ممبران کا انتخاب عمل میں آیا۔ خان بہادر میاں محمد شفیع بار ایٹ لاء کے لاہور سے باہر چلے جانے پر چیئرمین کالج کمیٹی کی جگہ خالی ہوئی۔ چنانچہ ان کی جگہ خان بہادر شیخ عبدالقادر بار ایٹ لاء بالاتفاق چیئرمین منتخب کئے گئے۔ نیز ڈاکٹر شیخ محمد اقبال اسلامیہ کالج کمیٹی کے دوبارہ رکن منتخب ہوئے۔

نومبر ۱۹۱۸ء میں ڈاکٹر ہیگ جو اسلامیہ کالج لاہور میں فلسفہ کے پروفیسر تھے۔ چیچک کی بیماری کی وجہ سے اچانک انتقال کر گئے۔ ڈاکٹر ہیگ اسلامیہ کالج میں آنے سے قبل مسلم کالج علیگڑھ میں پڑھا رہے تھے۔ ان کی وفات کے بعد جب کسی دوسرے استاد کا انتظام نہ ہو سکا جو فلسفہ پڑھا سکے تو انجمن حمایت اسلام لاہور کی جنرل کونسل نے ڈاکٹر شیخ محمد اقبال سے رابطہ قائم کیا اور اصرار کیا کہ وہ عارجی طور پر طلبہ کو فلسفہ پڑھا دیا کریں۔ لسان العصر اکبر الہ آبادی کے نام ایک مکتوب محررہ ۲۸ نومبر ۱۹۱۸ء میں علامہ اقبال اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

''جواب دینے میں تاخیر ہوئی جس کے لئے معافی چاہتا ہوں۔ وجہ یہ ہے کہ آجکل معمول سے زیادہ مصروفیت ہے۔ اسلامیہ کالج لاہور کے پروفیسر فلسفہ ڈاکٹر ہیگ چیچک کی بیماری سے دفعتاً انتقال کر گئے اور انجمن حمایت اسلامیہ کے اصرار پر دو ماہ

کے لئے کالج کی ایم ۔اے کی جماعت مجھ کو لینی پڑی ۔امید ہے دو ماہ تک نیا پروفیسر مل جائے گا۔ یہ لڑکے شام کو ہر روز میرے کان پر آجاتے ہیں ۔دن میں جو تھوڑی بہت فرصت ہوتی ہے اس میں ان کے لیکچر کے لئے کتب دیکھتا ہوں ۔لیکچر کیا ان کی ذہنی مایوسیوں اور ناکامیوں کا افسانہ ہے جسے عرف عام میں تاریخ فلسفہ کہتے ہیں ۔ابھی کل شام ہی میں ان کو آپ کا یہ شعر سنا رہا تھا:

میں طاقت ذہن غیر محدود جانتا تھا، خبر نہیں تھی
کہ ہوش مجھ کو ملا ہے تل کر نظر مجھے مل گئی ہے نپ کر

سبحان اللہ! کیا خوب کہا ہے ۔جزاک اللہ:

بہر حال ان لیکچروں کے بہانے سے ان لڑکوں کے کان میں کوئی نہ کوئی مذہبی نکتہ ڈالنے کو موقع مل جاتا ہے۔

جان حاضر ہے مگر راہ خدا ملتی نہیں!

اس دور ثانی تک اسلامیہ کالج ریلوے روڈ والی بلڈنگ میں اٹھ آیا تھا اور کالج کے ایم ۔اے فلسفہ کے طلبہ اس عمارت سے علامہ اقبال کے مکان پر حاضر ہوا کرتے تھے۔

مسلمانان لاہور کا اجلاس جو ۲۹۔ مارچ ۱۹۲۰ء کو منعقد ہوا تھا اس میں بعض ریزیلوشن پاس کئے گئے تھے ۔ایک ریزولیوشن انجمن حمایت اسلام لاہور کے متعلق تھا جس میں کہا گیا تھا کہ

''مسلمانان لاہور یہ جلسہ ان سنگین بدعنوانیوں کو جو انجمن حمایت اسلام کی کارفرما جماعت کے بعض افراد سے سرزد ہو کر انجمن کے اغراض و مقاصد کو خطرناک نقصان پہنچا رہی ہیں، نہایت تشویش اور اضطراب کی نظر سے دیکھتا ہے اور بدرجہ مجبوری اپنے اس آخری اختیار کو کام میں لا کر جو انجمن حمایت اسلام کی امانت کے امین اعلیٰ

ہونے کے لحاظ سے اس کو حاصل ہے، انجمن کے کارفرماؤں سے مطالبہ کرتا ہے کہ عہدہ داران مجلس نظم ونسق انجمن کے آئندہ انتخاب میں حسب ذیل حضرات کو جن پر قوم کا پورا اعتماد ہے منتخب کرے''۔

پریذیڈنٹ	نواب ذوالفقار علی خان
جنرل سیکرٹری	ڈاکٹر شیخ محمد اقبال + حاجی شمس الدین
صدر مجلس انتظامیہ اسلامیہ کالج	میاں فضل حسین

۳۱۔مارچ ۱۹۲۰ء کو جنرل کونسل انجمن حمایت اسلام کا ایک اجلاس نواب ذوالفقار علی خان کی صدارت میں منعقد ہوا، صدر جلسہ کی اجازت سے مولانا ظفر علی خان نے مذکورہ بالا تحریک پیش کی جو بالاتفاق منظور ہوئی۔

اسلامیہ کالج ہوسٹل کے لئے زمین کی خریداری کا مسئلہ چل رہا تھا، اس پر مزید غور و خوض اور بحث وتمحیص کرنے کے لئے انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کا ایک خصوصی اجلاس اسلامیہ کالج میں ۱۸۔ اکتوبر ۱۹۲۰ء کو زیر صدارت نواب ذوالفقار علی خان منعقد ہوا جس میں پچیس اصحاب نے شرکت کی۔ ڈاکٹر شیخ محمد اقبال نے بحیثیت سیکرری (آنریری) بیان کیا

''آج کا خاص اجلاس صرف اس غرض سے منعقد کیا گیا ہے کہ ہوسٹل کے لئے جس اراضی کے خریدے جانے پر گزشتہ اجلاس کونسل میں ذکر آیا تھا اور سرمایے کی کمی کی وجہ سے جس کا خریدنا سردست ملتوی کیا گیا تھا، مزید غور کے لئے آپ کے پھر پیش کیا جاتا ہے تحریک اس امر کی ہے کہ گراونڈ کا وہ حصہ جو کیلیانوالی سڑک سے ملحق ہے اور جس کا رقبہ تین کنال بنتا ہے، فروخت کی جائے اور زر فروخت اور کچھ رقم انجمن کے سرمایے سے لے کر میاں دین محمد خلف میاں غلام رسول سوداگر چوب کٹھ والی زمین ہوسٹل کی توسیع کے لئے خریدی جائے''۔

اس پر دیر تک بحث ہوتی رہی اکثر صاحبان نے اس بحث میں حصہ لیا۔ بعض صاحبان کا خیال تھا کہ گراؤنڈ والی زمین فروخت کرنے سے گراؤنڈ اور کالج کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہے اس لئے گرواںڈ کا کوئی حصہ فروخت نہ کیا جائے۔ اراضی مطلوبہ موجودہ سرمایہ سے خرید لی جائے۔

بالآخر کثرت رائے سے قرار پایا کہ گراؤنڈ والی زمین فروخت نہ کی جائے اور مطلوبہ تیس کنال زمین خرید لی جائے۔ تمام اخراجات متعلقہ خریداری زمین منظور ہیں''۔

اسلامیہ کالج لاہور کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس نے مسلمانان ہند کی تقریباً تمام تعلیمی ،مذہبی اور سیاسی تحریکوں میں فکری اور عملی حصہ لیا۔ تحریک خلافت ہو یا تحریک ترک موالات یا تحریک پاکستان اس عظیم مسلم ادارے کے طلبہ اور اساتذہ نے قابل ذکر خدمات انجام دیں اور تاریخ ساز کردار ادا کیا۔ آئندہ مورخ جب تحریک پاکستان اور اسلامیہ کالج کی تاریخ لکھیں گے تو اس کی شاندار اور سنہری خدمات کو خصوصی جگہ دیں گے۔ یہ بات تحریک پاکستان کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ اس ادارے نے ہر موقع پر ہراول دستے کا کام کیا ہے اور یہ اعزاز بھی اسی ادارے کو حاصل ہے کہ جب قائداعظم نے ملک کے سیاسی حالات کے پیش نظر طلبہ کو تعلیم کی بجائے سیاست کے میدان میں کودنے کو کہا تو یہ اسلامیہ کالج کے طلبہ تھے جو کلاسوں کو چھوڑ کر میدان سیاست میں آ گئے۔

قائداعظم کو اسلامیہ کالج کے طلبہ کے ساتھ ایک خاص ذہنی لگاؤ اور خصوصی محبت تھی اور یہی کیفیت طلبہ کی تھی قائداعظم جب بھی اشارہ کرتے طلبہ ان کے حکم کی تعمیل میں تن من دھن کی قربانی دینے کے لئے تیار رہتے۔ اس سلسلے میں پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی خدمات سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہیں اس کا ذکر متعلقہ باب میں کیا جائے گا۔

تحریک موالات:

۱۹۲۰ء کا زمانہ برصغیر پاک و ہند کی تاریخ میں "تحریکوں کا دور" کہلانا چاہئے کیونکہ اس دور میں تحریک خلافت تحریک ترک موالات وغیرہ زوروں پر تھیں، اسی زمانے میں علامہ اقبال نے انجمن حمایت اسلام لاہور کے آنریری جنرل سیکرٹری کی حیثیت سے اہم ذمہ داریاں سنبھالی تھیں، اسی دور میں انجمن کو تحریک ترک موالات کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ بڑا نازک دور تھا اور ان مسائل سے کماحقہ عہدہ برآ ہونا علامہ اقبال جیسی شخصیت کا کام تھا۔

۵ نومبر ۱۹۲۰ء بروز یکشنبہ جنرل کونسل انجمن حمایت اسلام کا اجلاس، صدر انجمن نواب سر ذوالفقار علی خان کی کوٹھی پر منعقد ہوا جس میں بقول مولانا ظفر علی خاں مدیر زمیندار "بڑے بڑے جاگیردار، خان بہادر، آنریبل اور سر جمع ہوئے تھے۔ اجلاس میں اسلامیہ کالج کے حوالے سے ترک موالات پر بحث و تمحیص ہوئی۔ ڈاکٹر سیف الدین کچلو نے کہا: "تین قراردادیں گذشتہ اجلاس میں پیش ہوئی تھیں صرف ایک قرارداد پر بغیر کسی بحث کے ووٹ لے لئے گئے تھے لیکن دو قراردادیں ابھی باقی ہیں۔ ایک تو میری قرارداد تھی کہ جمعیت العلماء ہند کے اجلاس ابراہیم صاحب سیالکوٹی کی تھی کہ ٹرسٹیاں لاہور میں ایک اور جمعیت العلماء منعقد کی جائے اس طرح مسئلہ سرانجام دیا جائے۔

علامہ اقبال نے بھی اس امر کی تائید کی کہ "گزشتہ اجلاس میں الحاق برقرار رکھنے کے متعلق جس طریق سے رائیں لی گئیں وہ طریقہ قطعاً غیر آئینی تھا" ڈاکٹر سیف الدین کچلو نے کہا کہ اس جلسہ میں جناب صدر نے تو اپنی طرف سے اس امر کا اعلان نہیں کیا کہ یہ قرارداد منظور ہو چکی ہے، شوروغل کی وجہ سے جلسہ برخاست ہو گیا تھا اور الحاق کی حمایت کرنے والے اشخاص نے اپنے ووٹ نہیں ڈالے تھے۔

اس پر جناب صدر نے کہا کہ واقعات صحیح ہیں۔ میں نے کوئی اعلان نہیں کیا تھا لیکن صرف عام حالت دیکھ کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ کثرت رائے الحاق کی جلسے کی برقراری کی طرف تھی۔

اس کے بعد کالج کمیٹی کی رپورٹ پیش ہوی لیکن چونکہ اس میں سیکرٹری کالج میاں فضل حسین۔۔۔ نے بہت سی جھوٹی اور بے بنیاد باتیں درج کر رکھی تھیں اس لئے ڈاکٹر کچلو نے اس کے پیش ہونے پر اعتراض کیا اور وہ پیش نہ ہو سکی۔

اس کے بعد یہ قرارداد پیش کی گئی کہ اسلامیہ کالج گیارہ تاریخ کو کھول دیا جائے۔ مسٹر ہنری مارٹن معزول کر دیئے جائیں۔ مولوی غلام محی الدین صاحب نے تجویز کیا کہ پروفیسر حاکم علی بھی موقعف کر دیئے جائیں کیونکہ انہوں نے بیہودہ تحریریں اور فتویٰ شائع کر کے انجمن کے قواعد کی خلاف ورزی کی ہے لیکن کسی صاحب نے یہ ترمیم پیش کی کہ پروفیسر حاکم علی معطل کر دیئے جائیں اور ان سے جواب طلب کیا جائے کہ کیوں انہیں موقوف نہ کیا جائے۔ چنانچہ یہ ترمیم منظور ہوئی اور ریزولیوشن پاس ہوا۔

صدر نے اس موقع پر اقرار کیا کہ اس سے پہلے میں قراردادوں کی منظوری کے متعلق اعلان نہیں کرتا رہا لیکن آئندہ ہر قرارداد کے نتیجے کے متعلق اعلان کیا کروں گا۔

اس موقع پر جنرل کونسل کا جلسہ نماز مغرب کے لئے ملتوی ہوا۔ نماز کے بعد یہ تجویز پیش ہوئی کہ اگر گیارہ تاریخ کو کالج کھولنے کیلئے پولیس کی ضرورت بھی پڑے تو بلا لی جائے لیکن اس پر ڈاکٹر کچلو صاحب نے کہا کہ یہ سخت غلطی ہوگی جمہور مسلمان اس کے خلاف آواز بلند کریں گے اور کالج میں آئیں گے۔ میں بھی چونکہ ان کا خادم اور اس طرز عمل کا مخالف ہوں، ان کے ساتھ آؤں گا، اس تجویز کے عمل درآمد سے بہت بڑے خطرے کا احتمال ہے۔ مسلمان ترک موالات کے حامی ہیں، علماء کرام اس

کے متعلق فتویٰ دے چکے ہیں کہ حکومت سے اشتراک عمل قطعاً حرام ہے اور جمعیت العلماء ہند کی یہ قرارداد ہے کہ جن طلبہ نے ترک موالات کے ماتحت مدارس چھوڑ دیئے ہیں انہوں نے احکام اسلام کی پابندی کی ہے ان حالات میں اب کالج کو کھولنے کی غلطی نہ کیجئے۔

خان بہادر شیخ عبدالقادر نے کہا کہ علمائے کرام بھی مسٹر گاندھی اور حکیم محمد اجمل خان کے زیر اثر ہیں۔اس پر ڈاکٹر کچلو نے جواب دیا کہ ایسا کہنا علمائے کرام کی توہین ہے ۔جمعیت العماء کی سب جیکٹ کمیٹی میں اس امر پر بہت زور کا مباحثہ ہوا ہے بلکہ ہندو عورت کے ہاتھ سے قشقہ لگوانے اور تلک مہاراج کی ارتھی کو کندھا دینے پر بھی اعتراض کیا گیا چنانچہ مولانا شوکت علی کو بھرے مجمع میں علماء حضرات سے معافی مانگنی پڑی اور جمعیت العلماء ہند کی قراردادوں میں یہ بھی بیان کر دیا گیا ہے کہ ہندو مسلم اتحاد اسی حالت تک برقرار رہ سکتا ہے جب تک مسلمانوں کی شرعی حیثیت کم نہ ہو۔ جب اتنی بڑی باتوں پر علماء اس قدرت بحث فرماتے ہیں تو یہ کہنا کہ وہ مہاتما گاندھی کے زیر اثر ہیں نہ صرف علماء کرام بلکہ اسلام شعار کی توہین ہے۔

گیارہ تاریخ کو کھلنے کی تجویز منظور ہوئی اور یہ بھی منظور ہوا کہ پولیس بھی بشرط ضرورت بلالی جائے۔ڈاکٹر کچلو نے کہا کالج بند رہنا چاہیے چونکہ مذہبی حکم ہے کہ مسلمانوں اپنے کالجوں کا الحاق سرکاری یونیورسٹیوں سے قطع کر لینا چاہئے اس لئے فی الحال کالج کو بند رکھئے۔آپ دوسرے طلبہ کو اور کالج میں داخل کرا ہی چکے ہیں مناسب یہی ہے کہ جب تک الحاق کے متعلق فیصلہ نہ ہو جائے کالج نہ کھولا جائے۔

تحریک ترک موالات کے سلسلے میں علی برادران علی گڑھ میں مہم سر کرنے کے بعد لاہور پہنچے تا کہ اسلامیہ کالج کی ٹرسٹیوں اور اساتذہ کو ترک موالات میں شامل کیا جائے۔علامہ اقبال ان دنوں انجمن اسلام کے آنریری جنرل سیکرٹری (جیسا کہ

قبل ازیں ذکر کیا جا چکا ہے)اور میاں فضل حسین اسلامیہ کالج کمیٹی کے سیکرٹری تھے ۔جناب محمد احمد خان نے لکھا ہے کہ

’’ڈاکٹر اقبال اس زمانہ میں اسلامیہ کالج کے سیکرٹری تھے۔‘‘

یہ بات درست نہیں میاں فضل حسین اسلامیہ کالج کمیٹی کے سیکرٹری تھے جبکہ علامہ اقبال انجمن حمایت اسلام کے آنریری جنرل سیکرٹری تھے ۔علامہ اقبال نے علی برادارن سے اختلاف کیا کیونکہ ان کا خیال تھا کہ اس سلسلے میں علماء سے فتویٰ لے لیا جائے تب کس نتیجے پر پہنچا جائے اس ضمن میں مولانا محمد علی رقمطراز ہیں۔

’’ہم لاہور پہنچے اور اسلامیہ کالج کے ٹرسٹیوں اور اساتذہ کو دعوت الی الخیر دی تو ان کو علی گڑھ کالج کے ٹرسٹیوں اور اساتذہ سے بھی زیادہ مستعد پایا اور اسی سے انداز کیا کہ کہ طلبہ کس قدر مستعد ہوں گے مگر ڈاکٹر اقبال سیکرٹری تھے اور آپ سے جن سے ہم نے اسلام سیکھا تھا (نہ کہ کسی مولوی سے)ہماری دعوت کو یہ کہہ کر ٹال دیا کہ پہلے علمائے کرام کا فتویٰ لے لیا جائے خیر!پانچ سو علماء نے بھی چند ماہ بعد فتویٰ صادر فرما دیا مگر ڈاکٹر اقبال نے اس پر بھی توجہ نہیں فرمائی البتہ اجتہاد فرمایا تو علم الاقتصاد کے ماہر کی حیثیت سے ،اس وقت جب کہ مہاتما گاندھی ایک کروڑ روپیہ جمع کرلائے ۔اور وہ اجتہاد یہ کہ اس سے ٹکنولاجیکل صنعتی انسٹی ٹیوٹ کا افتتاح کیا جائے‘‘۔

علی برادران کے ایما پر انجمن حمایت اسلام لاہور کی جنرل کونسل کا ایک اجلاس زیر صدارت آنریبل سر ذوالفقار علی خان ریواز ہوٹل میں مورخہ ۱۴۔نومبر ۱۹۲۰ء کو ساڑھے آٹھ بجے صبح منعقد ہوا۔اس جلسے میں بڑے بڑے اکابر قوم جمع ہوئے جن میں اکثر ایسے تھے جو اپنی سرکاری مصروفیتوں کی وجہ سے کبھی جنرل کونسل کے اجلاس میں بھی نہ پھٹکتے تھے لیکن اس دن جبکہ اسلامیہ کالج کی قسمت کا فیصلہ ہونے والا تھا، سب جمع ہو کر آئے تھے کسی نہ کسی طرح ’’اپنے کالج‘‘ کو ’’تباہی‘‘ سے بچا لیں۔

نواب سر عبدالرحیم بخش کے سی ایس آئی بہاولپور، نواب خدا بخش خان صاحب بہاولپور شیخ اصغر علی ایڈیشنل سیکرٹری حکومت پنجاب، آنریبل جسٹس سید عبدالرؤف آنریبل میاں فضل حسین، چودھری شہاب الدین اور خان بہادر خواجہ غلام صادق بھی اپنی بھاری بھرکم شخصیتوں کو لئے بیٹھے تھے۔ کونسل کے اراکین کے علاوہ ڈھائی تین سو دیگر مسلمانوں کو مجمع بھی تھا۔ سب سے پہلے صاحب صدر نے افتتاحی تقریر کی اور ان کے بعد ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب آنریری سیکرٹری جنرل کونسل نے جلسہ گزشتہ کی رپورٹ پڑھی اور بتایا کہ

''اس عرصے میں ہمارے پاس متعدد فتوے موصول ہو چکے ہیں جن میں علمائے ہند کا ایک فتویٰ ہے جس پر انتالیس علمائے کرام دستخط ہیں علمائے فرنگی محل، علمائے دہلی، علمائے مدرسہ الٰھیات کانپور کے فتوے بھی موصول ہو چکے ہیں ان کے علاوہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب کا فتویٰ بھی پہنچا ہے۔ یہ سب فتوے عدم تعاون کے حق میں ہیں میں نے پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑہ کو لکھا تھا لیکن ان کی طرف سے اب تک کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ عدم تعاون کے خلاف جو فتوے میرے پاس موصول ہوئے ان میں ایک فتویٰ مولانا اصغری علی روحی کا ہے جس میں انہوں نے عدم تعاون کی تو تائید کی ہے لیکن سکولوں اور کالجوں کے متعلق لکھا ہے کہ جب تک کوئی اپنا انتظام نہ ہو جائے لڑکوں کو ان مدارس سے اٹھانا درست نہیں''

ڈاکٹر صاحب کے بیان کے دوران میں جب حضرت شیخ الہند کا نام مبارک آیا تو گل محمد پلیڈر فیروز پور اور ایک رکن کونسل نے کہا کہ وہ تو نعوذ باللہ پاگل ہیں اس پر تمام مسلمانوں نے ''شرم، شرم'' اور ''لعنت، لعنت'' کے نعرے لگائے مولانا عبدالقادر صدر مجلس خلافت پنجاب نے فرمایا کہ جن بزرگوں نے شیخ الہند کی شان مبارک میں یہ الفاظ کہے ہیں انہیں فوراً معذرت کرنی چاہیے کیونکہ ہم اپنے مقدس بزرگ کی

شان میں ایسے الفاظ نہیں بن سکتے، اس پر بہت شور مچا۔

اس کے بعد خان بہادر خواجہ غلام صادق اٹھے اور بہت طویل طویل لیکن مجہول المعنی سی تقریر کی۔ آپ کے بعد ڈاکٹر سیف الدین کچلو، شیخ عبدالقادر بار ایٹ لاء، میاں افضل حسین نے تقریریں کیں۔ مولانا عبدالقادر صدر مجلس خلافت نے ان تمام تقریروں پر تنقید کی اور کہا کہ مسلمانوں کو اپنے ہر معاملے کا فیصلہ مذہبی لحاظ سے کرنا چاہئے۔ آپ کے بعد احمد حسین خان صاحب ڈاکٹر محمد بن ناظر، اور شیخ عبدالقادر بار ایٹ لاء نے پھر بحث شروع کی۔

اس کے بعد ڈاکٹر شیخ محمد اقبال نے ایک پر جوش اور مدلل تقریر میں فرمایا کہ:

''میں ہمیشہ ہر معاملے کو مذہبی نقطہ نظر سے دیکھتا ہوں اور جب تک کسی امر پر پورا پورا غور وخوض نہیں کر لیتا، قطعی رائے قائم نہیں کرتا۔ میں مسلمانوں کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ اگر وہ آج شریعت کے احکام پر نہ چلے تو ہندوستان میں ان کی حیثیت اسلامی نقطہ نظر سے بالکل تباہ ہو جائے گی''۔

مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی نے کہا کہ میری یہ تجویز ہے کہ انجمن حمایت اسلام لاہور علمائے کرام اور جدید تعلیم یافتہ لوگوں کا ایک جلسہ منعقد کرے جس میں یہ مسئلہ پیش کیا جائے کہ علمائے کرام اس کا جو فیصلہ کریں وہ منظور کیا جائے''۔

اس کے بعد پھر بحث ہوتی رہی۔ نواب سر رحیم بخش نے مولوی صاحب کی تائید کی لیکن ڈاکٹر کچلو صاحب نے فرمایا کہ جمعیت علمائے ہند کا اجلاس دہلی میں ہونے والا ہے، اس کا فیصلہ تمام ہندوستان کے لئے ہوگا۔ یہاں الگ جلسہ منعقد کرنا علمائے ہند کی توہین ہے۔ مناسب یہ ہے کہ پنجاب سے کچھ علماء اس جلسہ میں جائیں اور جو فیصلہ ہو اس سے انجمن کو مطلع کریں یہ بہت سے حضرات نے اس کی تائید کی۔ اس پر میاں فضل حسین صاحب نے اپنی قرارداد پیش کی جس جس

کا مدعا یہ تھا کہ ''انجمن کی تعلیمی درس گاہوں کا الحاق سرکاری یونیورسٹی سے برتنا چاہیے''۔ مولوی غلام محی الدین وکیل نے جناب صدر کو اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ ہمیں اظہار خیالات کو موقع نہیں دیا گیا اور میاں فضل حسین صاحب نے اپنی تحریک پیش کر دی ہے میں اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتا ہوں لیکن صدر نے انہیں بٹھا دیا اور نہایت مطلق العنانی سے رائیں لینا شروع کر دیں۔ سنتیس رائیں الحاق کے حق میں تھیں اور پندرہ اصحاب نے اس بناء پر رائے نہ دی کہ جمعیت علمائے ہند کے فیصلہ پر ہمارا فیصلہ ملتوی ہے۔

لطف یہ ہے کہ جو لوگ اس تحریک کے پیش ہونے سے پہلے جمعیت علماء ہند کے فیصلہ پر حصر کرتے تھے۔ ان میں سے بھی اکثر لوگوں نے الحاق کے حق میں رائیں دے دیں۔ ان لوگوں میں مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی بھی شامل تھے۔ ایک عالم دین کی طرف سے اس قسم کے ضعیف ایمانی کا اظہار سخت افسوس ناک ہے ان کے علاوہ میاں فضل حسین، جسٹس عبدالرؤف، مولوی فضل الدین، چودھری شہاب الدین، منشی دین محمد میونسپل گزٹ، سر رحیم بخش بہاولپور نواب خدا بخش بہاولپور، شیخ انعام علی محمد رفیع، منشی محبوب عالم پیسہ اخبار، شیخ عبدالقادر، مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی، مولوی انشاء اللہ ایڈیٹر وطن، خواجہ غلام صادق اور ان کے تمام حوارین نے الحاق کے حق میں رائے دی۔ ڈاکٹر محمد اقبال، حاجی شمس الدین، مولوی غلام محی الدین نے کہہ دیا کہ

''ہم مذہب کو تمام چیزوں سے بالاتر سمجھتے ہیں'' اور علمائے کرام کو اپنا حکم سمجھتے ہیں۔ جمعیت علماء ہند جو کچھ فیصلہ کرے گی وہی ہمارے رائے ہے ہم سب اسلام پر سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہیں''۔

اس کے بعد جنہوں نے الحاق کے حق میں رائے دی تھی ان میں سے بعض لوگوں

نے اپنی رائیں واپس لینی چاہیں اس پر بحث شور مچ گیا اور جلسہ بغیر کسی فیصلے کے برخاست ہو گیا اور جب یہ اکابر" روانہ ہونے لگے تو جن لوگوں نے ملت فروشی اور ضعف ایمانی کا ثبوت دیا تھا ان کے خلاف نفرین و ملامت کے نعرے بلند کئے گئے"۔

روزنامہ پیسہ اخبار (۱۲ نومبر ۱۹۲۰ء صفحہ نمبر ۵) نے جو رپورٹنگ کی وہ قدرے مختلف تھی۔ روزنامہ مذکور نے اس کا آغاز یوں کیا:

"۱۴۔ نومبر کو انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کا اجلاس اس غرض سے منعقد کیا گیا کہ مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی صاحبان کے سامنے جو انیس ممبران جنرل کونسل نے دستخط کئے تھے کونسل کے ایک باضابطہ اجلاس میں یہ تحریک پیش کی جائے کہ اسلامیہ کالج ک الحاق پنجاب یونیورسٹی سے توڑ دیا جائے اور سرکاری امداد بند کی جائے"۔

ڈاکٹر محمد اقبال نے بحیثیت سیکرٹری بتایا کہ آج کے جلسہ کی غرض و غایت کیا ہے اور کس طرح مندرجہ بالا تینوں صاحبوں کے لاہور میں تشریف لانے کے موقع پر ممبران کونسل سے ان کی گفتگو ہوئی اور کس طرح طلبہ اسلامیہ کالج پر ان کا اثر پڑا اور طلبہ نے پہلے جلسہ کر کے دھمکی دی کہ اگر سرکاری امداد بند نہ کی گئی اور یونیورسٹی سے الحاق نہ توڑا گیا تو ہم سب کالج چھوڑ دیں گے تو بعد میں طلبہ نے جلسہ کر کے اپنے پہلے ارادے کو واپس لے لیا لیکن طلبہ کے اس پچھلے ارادہ کی کوئی تحریری کیفیت ان کو وصول نہیں ہوئی۔ ساتھ ہی انہوں نے بتایا کہ یہ مناسب سمجھا گیا کہ طلباء کو دس روز کی تعطیل دے دی جائے۔ جب یہ دس روز کی تعطیل دی گئی اس کے بعد بتایا کہ ہم نے اسلامیہ کالج کے تمام طلبہ کے والدین کو بھی اس بارے میں خط لکھ کر انکی رائیں دریافت کیں۔ چنانچہ کل ۴۴۱ (چار سو اکتالیس) والدین کو خط لکھے گئے جن نے

الحاق توڑنے کو ناپسند کیا ہے اور صرف گیارہ نے پسند کیا ہے اور چھ نے موافق یا مخالف رائے نہیں دی''۔

محمد احمد خان نے لکھا ہے کہ علامہ اقبال نے اپنی تقریر میں فرمایا۔

''مسٹر محمد علی، مسٹر شوکت علی اور مولانا ابوالکلام آزاد اور دوسرے اصحاب لاہور آئے ہوئے ہیں ان کے خیالات سننے کے لئے ارکان انجمن کے دو جلسے ہو چکے ہیں، اسلامیہ کالج میں جو جلسہ ہوا تھا، اس میں مجلس عامہ کیا اکیس ارکان شریک ہوئے تھے جن میں سے انیس ارکان نے انجمن کے غور وخوض کے لئے ذیل کی دو تجاویز پیش کیں۔

۱۔ اسلامیہ کالج اور سکولوں کے لئے حکومت سے جو سالانہ عطیات اور امداد لی جاتی ہیں انہیں ترک کر دیا جائے۔

۲۔ اگر اسلامیہ کالج کے طلبہ کی اکثریت موجودہ نظام تعلیم پر عدم اطمینان کا اظہار کرے تو کالج کا رشتہ الحاق پنجاب یونیورسٹی سے منقطع کر لیا جائے۔

حامیان ترک موالات نے (حکومت کی مالی امداد کے بجائے) انجمن کو گیارہ ہزار روپے سالانہ رقم دینے کا وعدہ کیا ہے۔ میرا یہ عقیدہ ہے کہ انجمن الحاق اور حکومت سے امداد لینے کے مسائل کا فیصلہ مذہبی علماء سے مشورہ لئے بغیر اور دینی احکام معلوم کئے بغیر نہیں کر سکتی''۔

علامہ اقبال کی تجویز نامنظور ہوئی اس کے بعد میاں فضل حسین نے یہ تجویز پیش کی کہ اسلامیہ کالج اور سکول بدستور پنجاب یونیورسٹی سے ملحق رہیں۔ یہ تجویز کافی بحث کے بعد منظور کر لی گئی۔ چھتیس ارکان نے اس کے حق میں رائے دی۔ علامہ اقبال اور پندرہ دوسرے ارکان نے رائے دینے کا حق محفوظ رکھا''۔

یہ ایک تاریخی خط جو علامہ اقبال نے روزنامہ زمیندار کے مدیر کے نام ترک موالات

اور اسلامیہ کالج کے یونیورسٹی سے الحاق کے بارے میں تحریر فرمایا۔اس کے ذریعے بعض گوشے بالکل پہلی بار بے نقاب ہو رہے ہیں۔نیز علامہ اقبال کے مذہب اور سیاست کے بارے میں دوٹوک نظریات کا پتہ چلتا ہے۔یہ خط آج تک کسی مجموعے میں شائع نہیں ہوا۔

مخدومی جناب ایڈیٹر صاحب زمیندار، السلام علیکم!

آج کے ''زمیندار'' جنرل کونسل انجمن حمایت اسلام لاہور کے جلسہ منعقدہ ۴ انومبر ۱۹۲۰ء کی کاروائی پر آپ نے جو لکھا ہے، اس میں ایک آدھ فروگذاشت ہوگئی ہے۔ جس کا ازالہ عام مسلمانوں کی آگاہی کے لئے ضروری ہے لہذا یہ چند سطور لکھتا ہوں۔مہربانی کر کے اپنے اخبار میں درج فرما کر مجھے ممنون کیجئے۔

اراکین کونسل کے سامنے تین تجویزیں تھیں۔

۱۔ اسلامیہ کالج لاہور کا الحاق پنجاب یونیورسٹی سے جاری رکھا جائے۔محرک میاں فضل حسین صاحب سیکرٹری کالج موید مولوی فضل الدین صاحب وائس پریذیڈنٹ انجمن۔

۲۔ انجمن حمایت اسلام لاہور اپنے طور پر علماء پنجاب و ہندوستان کی ایک کانفرنس کرے جس میں حالات حاضرہ سے واقف کار لوگ بطور مشیر کام کریں تا کہ حضرات علماء مسائل متنازعہ فیہ کے ہر پہلو پر پوری بحث وتمحیص کے بعد نتائج پر پہنچیں۔علماء کی اس بحث میں مشیروں کو رائے دینے کا کوئی حق نہ ہوگا اور فیصلہ کثرت آراء سے ہوگا۔اختتام کانفرنس تک اسلامیہ کالج کا الحاق یونیورسٹی سے قائم رہے۔محرک مولوی ابراہیم سیالکوٹی۔

۳۔ جمعیت علماء کا اجلاس دہلی میں عنقریب ہونے والا ہے، ان کے فتوے کا انتظار کیا جائے اور چند حضرات انجمن کی طرف سے بطور وفد اس جلسے کی بحث و

مباحثے میں شریک ہوں ۔محرک ڈاکٹر کچلو۔

پہلو تجویز میں قطعہ کی مباحثہ نہیں ہوا۔نہ مذہبی نقطہ خیال سے نہ تعلیمی نقطہ نگاہ سے۔ اس کے متعلق میں نے عرض کیا کہ اگر ارکان کونسل مذہبی نقطہ نگاہ سے اس تجویز پر بحث مباحثہ نہیں کر سکتے تو تعلیمی نقطہ نگاہ سے اس پر معقول ومدلل بحث ہو سکتی ہے ۔عدم تعاون یا ترک ترک موالات سے قطع نظر کر کے بھی تعلیم کو ''نیشنلائز'' کرنے کے دلائل دیئے جاسکتے ہیں ۔مولوی غلام محی الدین صاحب نے بھی صدر جلسہ سے اجازت بحث کی چاہی مگر افسوس ہے کہ انہوں نے اجازت نہ دی۔ اصل بات یہ ہے کہ میاں صاحب کی تجویز کے فوراً بعد دوسری اور تیسری تجاویز پیش کی دی گئیں۔ اور بحث انہی تجاویز پر ہوتی رہی ۔بہر حال تجویز اول پر ووٹ لئے گئے جن کا نتیجہ یہ ہے کہ کثرت آراء میاں فضل حسین کی تجویز کے حق میں تھی ۔۲۱ ممبروں نے جن میں مولوی عبد القادر صاحب قصوری ، حاجی شمس الدین صاحب اور خاکسار شامل تھے ووٹ دینے سے اس بناء پر انکار کیا کہ ان ممبروں کے رائے میں معاملہ زیر بحث کا ایک نہایت اہم حمایت اسلام کے نام سے موسوم ہو۔پہلی تجویز کے فیصلہ ہو جانے پر باقی دو تجاویز پر ووٹ لینا تھے اور بعض مولوی ابراہیم صاحب کی تجویز کی مدی تھے ۔میری رائے یہ تھی کہ مولوی ابراہیم صاحب کی تجویز کے مطابق انجمن خود علماء کی ایک کانفرنس مدعو کرے تاکہ اس نازک مسئلے کے ہر پہلو پر پوری بحث ہو سکے۔ جو فتوے دفتر انجمن میں موصول ہوئے ہیں ان کو حضرات علماء سے فرداً فرداً حاصل کیا گیا ہے اور نیز بعض نہایت ضروری سوالات ان سے پوچھے ہی نہیں گئے ۔مثلاً حضرت مولانا محمود الحسن صاحب کے فتویٰ میں الحاق کے متعلق کوئی سوال نہیں کیا گیا۔اسی طرح مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کی خانقاہ کا فتویٰ یا مضمون ترک موالات کے مسئلے پر ایک عام بحث ہے جس میں استفتا بھی درج نہیں۔علیٰ ہذا

القیاس علمائے سندھ کے فتوے میں زرامداد یا الحاق کے متعلق کوئی سوال حضرت علماء سے نہیں کیا گیا۔ کفار سے ترک موالات مسلمانوں کے لئے کوئی نیا حکم نہیں اور اس سے کسی مسلمان کا انکار نہیں ہوسکتا۔ ہاں اس کے مدارج اور جزویات مختلف ہیں۔ کفار محارب ہوں تو ان کے لئے اور احکام ہیں، غیر محارب ہوں تو ان کے لئے اور احکام ہیں۔ اس فرق کو کسی فتوے میں نمایاں نہیں کیا گیا جس سے میرے خیال میں سخت غلط فہمی پیدا ہو رہی ہے۔

مثلاً آج شام ہی میں نے ایک دوست سے سنا کہ پروفیسر حاکم علی صاحب اسلامیہ کالج نے اپنے فتوے کی تصدیق میں مولوی احمد رضا صاحب بریلوی سے ایک فتویٰ حاصل کیا ہے۔ پروفیسر صاحب خود بریلی تشریف لے گئے تھے۔ لاہور واپس آنے پر انہوں نے مولوی اصغر علی روحی سے استدعا کی کہ وہ بھی مولوی احمد رضا صاحب کے فتویٰ پر دستخط کریں لیکن چونکہ حضرات دیوبند و مولوی اشرف علی تھانوی پر اس فتوے میں سب وشتم کیا گیا تھا اس واسطے مولوی اشرف علی تھانوی علی صاحب نے اس پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ حاکم علی صاحب آنریبل میاں فضل حسین سے ایک دستی خط لے کر پھر مولوی احمد رضا کی خدمت میں پہنچے اور ان سے التماس کیکہمیاں صاحب فرماتے ہیں کہ علمائے دیوبند وغیرہ پر جو لے دے آپ نے اپنے فتوے میں کہی، اسے فتوے سے نکال ڈالئے، لیکن مولوی صاحب نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور میاں صاحب کے خط کے جواب میں کہا کہ وہ سب لوگ مرتد ہیں۔ میرے دوست نے یہ فتویٰ خود پڑھا ہے اور مولوی احمد رضا صاحب کا وہ خط بھی دیکھا ہے جو مولوی صاحب موصوف نے میاں صاحب کے جواب میں لکھا ہے۔ خیر یہ تو جزوی امور تھے۔ میں نے اپنے دوست سے پوچھا کہ آیا اس فتوے میں محارب وغیر محارب کفار کا امتیاز کیا گیا تھا تو انہوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ اس سے

آپ اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہ جب تک ضروری سوالات ہی نہ کئے جائیں تو مفتی کا کیا قصور ہے۔ اس امتیاز کے علاوہ بعض نہایت اہم اقتصادی سوالات پیدا ہوتے ہیں جن کا پوچھنا مفتی سے ضروری ہے تاکہ مسلمانوں کے لئے ایک پورا نظام عمل مرتب ہو اور ہر خیال کے مسلمان پر اتمام حجت ہو سکے۔ غرض یہ کہ جس طرح مفتی کے لئے علم وتقویٰ کے ضروری شرائط ہیں اس طرح مفتی کے علم سے مستفیض ہونے کے لئے ضروری ہے کہ سائل نکتہ رس، معاملہ فہم اور زیرک ہو۔ بالخصوص ایک ایسے معاملے میں جس کا اثر مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کے ہر پہلو پر پڑتا ہو، پوری چھان بین اور تحقیق وتدقیق ضروری ہے اور اس تحقیق وتدقیق کے لئے بھی وہی راہ اختیار کرنی چاہیے جو شریعت حقہ نے بتائی ہے۔ فرداً فرداً فتویٰ لینے سے کبھی کام نہ نکلے گا۔ اس وقت مسلمانوں کی بدنصیبی سے اس ملک میں یا اور اسلامی ممالک میں کوئی واجب الطاعتہ امام موجود نہیں۔ مولانا ابو الکلام آزاد نے فرمایا تھا کہ واجب الطاعتہ امام نہ ہونے کی صورت میں خلافت کمیٹی کا فتویٰ واجب الطاعہ ہے میں نے ان کے دلائل سننے کے بعد میری رائے بدل جائے۔ فی الحال تو میرے نزدیک یہی راہ کھلی ہے اور یہی راہ شریعت کی رو سے بھی انسب اولیٰ ہے کہ حضرات علماء ایک جگہ جمع ہو کر ہر قسم کا اعتراج سننے اور پورے بحث ومباحثے کے بعد مسلمانوں کے لئے ترک موالات کا ایک پروگرام مرتب کریں۔ اس جمعیت میں حضرات مشائخ، بڑے بڑے حنفی علماء اور اگر ضروری ہو تو شیعہ اور اہل حدیث علماء بھی جن کے علم وتقوی پر قوم کو اعتماد ہو، طلب کئے جائیں میرے خیال میں ایسے حضرات کا انتخاب کوئی مشکل امر نہیں۔ مسلمان وکلاء بھی اس بحث میں شریک ہو کر کم از کم مسائل کی حیثیت سے مدد دیں۔ حضرات علماء کے لئے بھی یہ ایک نادر موقع ہے کہ وہ آپس کے اختلافات کو رفع کر کے امت مرحومہ پر اپنا کھویا ہوا اقتدار پھر حاصل کریں۔

خدا تعالیٰ نے ایسے اسباب پیدا کر دیئے ہیں کہ یہ بھٹکا ہوا آہو پھر خود بخود حرم کی طرف آرہا ہے۔

قوم آوارہ عناں تاب ہے پھر سوئے حجاز

ایسے حالات قوموں کی زندگی میں شاذ ہی پیدا ہوا کرتے ہیں اور اگر ان حالات سے حضرات مشائخ وعلماء نے فائدہ نہ اٹھایا اور مسلمانوں کی رہنمائی کرکے ان کو اپنے بچھڑے ہوئے محبوب یعنی شریعت حقہ اسلامیہ سے نہ ملا دیا تو اس ملک میں مسلمانوں کا بحیثیت ایک مذہبی جماعت کے خاتمہ تصور کرنا چاہئے اور وہ مسلمانان ہند کی اس ہلاکت کے لئے قیامت کے دن نبی کریم (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کے سامنے جواب دہ ہوں گے۔ اگر اس کانفرنس میں علماء کے انتخاب اور اس کے مجموعی عمل میں دیانت وامانت سے کام لیا گیا تو مسلمانان ہند کی زندگی میں وہ عظیم اخلاقی اور روحانی انقلاب پیدا ہوگا، جس کے لئے شاہ ولی اللہ کی روح تڑپتی تھی۔

میں جانتا ہوں کہ اس تجویز کو عمل میں لانے کے لئے وقت اور روپیہ کی ضرورت ہے لیکن ایسے اہم مسئلے کے تصفیہ کے لئے وقت اور روپے کا سوال خارج از بحث ہے۔ اراکین جنرل کونسل نے تو یہ سلامتی کی راہ اختیار نہیں کی اور حمایت اسلام کہلا کر بے دردی سے اسلام کو نظر انداز کر دیا ہے لیکن مسلمانان پنجاب سے میری التماس ہے کہ وہ اس کام کو توکل بخدا اپنے ذمہ لیں اور لاہور یا باہر کے مسلمانوں میں سے کوئی اللہ کا بندہ اور نبی امی کا عاشق ایسا نکلے کہ اس کانفرنس کا تمام خرچ اپنے ذمہ لے لے۔ اس کا یہ خرچ بیکار نہ جائے گا۔ اور آخرت میں وہ اس کی بارگاہ میں باریاب ہوگا جس کی آستان بوسی کو دنیا کے عظیم ترین شہنشاہوں نے اپنا طغرائے امتیاز تصور کیا ہے۔

شاید آپ کے بعض ناظرین کے دل میں یہ خیال گزرے کہ جب جمعیت علماء کا جلسہ دہلی میں عنقریب ہونے والا ہے تو ایسی کانفرنس قائم کرنے کی کیا ضرورت ہے

۔اس میں کوئی شک نہیں کہ ڈاکٹر کچلو صاحب کی تجویز میں سردست کسی خرچ اور وقت کی ضرورت نہیں لیکن جب جنرل کونسل میں تجاویز پر بحث ہو رہی تھی تو بعض صاحبان کی گفتگو سے یہ مترشح ہوتا تھا کہ وہ دہلی کی کانفرنس کو شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ۔اس بناء پر کہ یہ کانفرنس ایک خاص خیال کے علماء کا مجموعہ ہوگی ۔میرا یہ عقیدہ ہے کہ اس خیال کے اور بھی مسلمان ہیں اور میں مولوی ابراہیم صاحب کی تجویز کی اس بناء پر تائید کرتا ہوں کہ کوئی شائبہ بھی کسی قسم کے شک وظن کا نہ رہے اور ایک ایسی کانفرنس قائم کی جائے جس کا فتویٰ ہر خیال کے مسلمانوں کے لئے حجت ہو اور کسی کو بھی کسی قسم کے اعتراض کی گنجائش نہ رہے ۔جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ حالات حاضرہ محض ایک سیاسی مفہوم رکھتے ہیں اور پختہ کاران سیاست ہی اس کے فیصلہ کے اہل ہیں اور مسند نشینان پیغمبر کو ان حالات سے کچھ سروکار نہیں ۔وہ میری رائے ناقص میں ایک خطرناک غلطی میں مبتلا ہیں جو حقائق و تاریخ اسلامیہ اور شریعت حقہ کے مقاصد کے نہ سمجھنے سے پیدا ہوئی ہے ۔قومی زندگی کی کوئی حالت ایسی نہیں جس پر فقہائے اسلام نے حیرت انگیز چھان بین نہ کی ہو۔اگر مسلمان اس خدا کے دیئے ہوئے قانون سے فائدہ نہ اٹھائیں تو ان کی بدنصیبی ہے ۔شارع امی (بابی انت وامی) نے تو وہ اصول بتائے ہیں کہ ان کی ہمہ گیری کے سامنے حال کے مغربی فقہا کا تفقہ جس پر ہمارے وکیلوں اور بیرسٹروں کو ناز ہے ایک طفل مکتب کی ابجد خوانی نظر آتا ہے ۔

رسالت محمدیہ کا مقصد صرف یہی نہیں کہ بندوں کو اپنے رب سے ملائے بلکہ اس کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ بندوں کو اس چار عناصر کی دنیا میں رہنے اور انفرادی وملی زندگی بسر کرنے کے لئے ایک مکمل آئین بھی عطا فرمائے اور یہ آئین خدا تعالے کے فضل و کرم سے اس وقت تک مسلمانوں کے پاس محفوظ ہے ۔اس سے مستفید

ہونے کے لئے قوت استدلال اور پاکیزگی عمل کی ضرورت ہے اور ان اوصاف کی متاع گراں مایہ ابھی تک بکلی مفقود نہیں ہوئی۔ مسلمانوں کے لئے نہ مسٹر گاندھی کی زندگی اسوہ حسنہ ہے نہ کسی انسان کا بنایا ہوا ہدایت نامہ ان کے لئے دلیل راہ ہو سکتا ہے۔ ان کو اپنے ہر فعل کے لئے خواہ انفرادی ہو خواہ اجتماعی کتاب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل میں نظام کار تلاش کرنا چاہیے اور جو نظام کار ان دو مواخذ سے ملے اسی پر عمل پیرا ہونا چاہیے اور اس بات کا خیال تک بھی نہ کرنا چاہے کہ ان نظام عمل مسٹر گاندھی کے پروگرام کے مطابق ہے یا اس سے مختلف ہے۔

جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اس وقت جو معاملات زیر بحث ہیں محض سیاسی ہیں وہ جمعیت اسلامیہ کی ہیئت او اس کے مقاصد سے بالکل بے خبر ہیں۔ اسلام کے نزدیک مسلمان کا کوئی فعل انفرادی ہو یا اجتماعی مذہب کی ہمہ گیری سے آزاد نہیں اور برخلاف دیگر مذاہب کے اسلام نے زندگی کے ہر پہلو کے لئے احکام وضع کئے ہیں۔ ہم مسلمانوں کے عقیدے کی رو سے انفرادی، ملی او بین الملی قانون کا اصل الاصول الہام الٰہی پر مبنی ہے اور اسلام کا ہر فعل اگر اس کا محرک اللہ اور سول کی رضا جوئی ہے تو وہی فعل قرب الٰہی کا باعث ہے۔ خواہ اس کا اثر فاعل کی اپنی ذات پر پڑتا ہو کواہ دیگر اقوام پر۔ وہ سیاست جو مذہب سے معرا ہو ضالالت و گمراہی ہے اور وہ مذہب جو اپنے احکام میں تمام ضروریات انسانی کو ملحوظ نہیں رکھتا ایک قسم کی ناقص رہبانیت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بعض مغربی خیالات ایک نامحسوس زہر کی طرح ہمارے دماغوں میں سرایت کر گئے ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مذہب کو سیاست سے کوئی واسطہ نہیں۔ اکثر تعلیم یافتہ نوجوان بے تحاشا اس خیال کا اظہار کرتے ہیں اور قوم کو بھی اس پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دیتے ہیں۔ ان کو اس بات کا احساس تک نہیں کہ یہ خیال کم از کم اسلام کے لئے زہر قاتل ہے۔ لفظ یہ ہے کہ خود

یورپ کے حکما جو اس خیال کے بانی ہیں اور جن سے ہمارے نوجوانوں نے یہ سبق سیکھا ہے اب اس ہیبت ناک جنگ کے بعد جو اسی شیطانی اصول کا نتیجہ تھی اس خیال کی صحت میں متامل نظر آتے ہیں۔

افسوس ہے کہ اراکین انجمن حمایت اسلام نے بھی معاملات زیر بحث کے فیصلہ میں اسی اصول پر عمل کیا ہے مجھے ان سے یہ شکایت ہے کہ انہوں نے کیوں فیصلہ کرنے سے پیشتر فقہائے اسلام سے استصواب نہیں کیا۔ اگر تمام حالات کو سننے کے بعد فقہائے اسلام کی یہ رائے ہو کہ الحاق قائم رکھا جائے تو میں بھی نہایت خوشی کے ساتھ اراکین انجمن کا ہم نوا ہوں قطع نظر اس کے کہ انہوں نے اپنا ایک اہم مذہبی پہلو کو نظر انداز کر دینے سے اراکین کونسل نے خود انجمن کے ایک زندگی و موت کا سوال پیدا کر دیا ہے۔

میں نے آپ کے اخبار کی بہت سی جگہ لے لی ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ آپ فراخدلی سے مجھے معاف فرمائیں گے۔ اب میں اس طویل خط کو اس دعا پر ختم کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا حامی و ناصر ہو اپنے حبیب پاک کے صدقے میں ان کی تمام مشکلات کا خاتمہ کرے۔

آپ کا مخلص

۱۵۔ نومبر ۱۹۲۰ء محمد اقبال

جناب کرم بخش میونسپل کمشنر لاہور نے تحریک خلاف اور ''تحریک ترک موالات'' کے ضمن میں پرنسپل اسلامیہ کالج مسٹر ہنری مارٹن کے رویہ کے خلاف ایک خط روزنامہ زمیندار کو تحریک کیا جس میں انہوں نے حقیقت کا اظہار کیا کہ

''پرنسپل اسلامیہ کالج مسٹر ہنری مارٹن نے ''سول ملٹری گزٹ'' میں ایک نہایت ناپسندیدہ اور مخالف اسلام بیان شائع کیا اور کالج سے تیس طلبہ کو محض اس لئے خارج

کر دیا کہ انہوں نے مسئلہ خلافت میں شرکت کی تھی''۔

انہوں نے تقاضا کیا کہ

''مسٹر ہنری مارٹن کو کالج سے نکال دینا چاہیے۔ کالج کو بدنظمی اور بربادی سے بچانے کے لئے کسی قابل مسلمان کو پرنسپل مقرر کرنا چاہیے''

آخر میں انہوں نے ڈاکٹر عبدالغنی خان کا نام تجویز کیا جو تقریباً پندرہ سال تک کالج میں خدمات انجام دیتے رہے۔

روزنامہ مذکور نے مسٹر ہنری مارٹن کے رویہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

''مسٹر مارٹن نے طلبہ سے تحریری معافی طلب کی ہے اور اپنی مراسلت کے الفاظ واپس لے لئے ہیں لیکن اس سے قبل ایک سے زیادہ دفعہ وہ قابل اعتراض حرکات کے مرتکب ہوئے اور معافی مانگی۔ انہوں نے اسلام کی توہین کی ہے معاف کرنے کا اختیار فقہائے اسلام کو حاصل ہے''۔

مسلمانان لاہور نے اپنے جلسہ عام میں یہ فیصلہ کیا تھا کہ کالج کو جب تک کہ عام مسلمانوں کے مطالبہ اور علماء کرام کے فتوے کے موافق الحاق وامداد سے آزاد نہ کر الیا جائے، کھلنے نہ دیا جائے۔ اب چونکہ ۱۱ دسمبر کو کالج کھلنے والا تھا اور ممکن تھا کہ کالج کے کھلنے میں اراکین کالج کونسل اور عام مسلمانان لاہور اپنی منشا کے پورا کرنے کے لئے مستعد و آمادہ تھے کہ ۱۰ دسمبر کی شام کو مسلمانان لاہور کے پیشرو جناب کچلو صاحب کی خدمت میں ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب کا ایک گرامی نامہ پہنچا۔ ڈاکٹر اقبال کا وہ گرامی نامہ اور ڈاکٹر کچلو کی طرف سے اس کا جواب ہر دو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

کا یور

ڈیئر ڈاکٹر کچلو   ۱۰ دسمبر ۱۹۲۰ء

بعض ممبران کونسل انجمن کی طرف سے ریکوازی ایشن (مطالبہ) مجھے اس وقت شفاعت اللہ صاحب سے موصول ہوگئی ہے۔ اب انشاء اللہ مسئلہ الحاق کونسل کے سامنے پھر پیش ہو جائے گا اور اس بات کی پوری کوشش کی جائے گی کہ انجمن اپنے فیصلہ میں علماء سے استصواب کرے جہاں تک ممکن ہوگا جلد کونسل کا اجلاس منعقد کر کے یہ ریکوازی ایشن (مطالبہ) پیش کی جائے گی۔ تا فیصلہ میری رائے میں کالج کھول دینا چاہیے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کو بھی اس سے اتفاق ہوگا۔ موجودہ حالات میں غالباً یہ سب سے بہتر طریق عمل ہے۔ مہربانی کر کے اپنی رائے سے مطلع فرما کر ممنون فرمائیے۔ والسلام

مخلص

محمد اقبال

۱۰ دسمبر ۱۹۲۰ء

آپ کا خط مورخہ ۱۰ دسمبر موصول ہوا۔ مجھے یہ پڑھ کر خوشی ہوئی کہ آپ مسئلہ الحاق کونسل کے سامنے پھر پیش کرنے والے ہیں۔ آپ اس بات کا وعدہ فرماتے ہیں کہ کونسل کا اجلاس جلد منعقد کیا جائے گا اور انجمن اپنے فیصلہ میں علماء سے بھی استصواب کرے گی۔ اب چونکہ بموجب آپ کے خط کے انجمن بموجب احکام شرعی اس امر کا فیصلہ کرے گی اور مجھے بعض ممبران انجمن سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ان کے دل میں ایمانداری کے ساتھ چند شکوک مذہبی امور کے متعلق ہیں اور وہ ایسی حالت میں وعدہ کرتیہیں کہ گر ان کے شکوک رفع ہو گئے وہ بھی مذہب وقوم کا ساتھ دیں گے۔ ان حالات میں گو میری قطعی رائے ہے کہ فتویٰ جمعیت العلماء ناطق ہے۔ اس پر عمل پیرا ہونا ہر ایک مسلمان کا مذہبی فرض ہے لیکن میں آپ کے اس وعدے پر اعتماد کرتا ہوں اور آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں ممبران انجمن کو ایک موقع دینے کے

لئے ہوں اور امید کرتا ہوں کہ وہ جلد اپنے مذہبی شکوک رفع کر کے احکام الٰہی کے مطابق آخری فیصلہ کر دیں گے اور قوم اور ملک کو مزید پریشانی سے بچائیں گے۔

انگلستان میں اخبار نیچر کے نمائندہ نے جناب محمد علی جناح سے ہندوستان کی موجودہ تحریک پر سوالات کیے جن کو موصوف نے ایک ایک کر کے جواب دیا، ترک موالات کے بارے میں جناب محمد علی جناح کا نقطہ نظر ملاحظہ فرمائیے:

ترک موالات کا اثر ہندو مسلم اتحاد پر

نمائندہ: کیا تارکان موالات کے اس دعویٰ میں صداقت ہے کہ ترک موالات نے ہندو مسلم اتحاد کو مضبوط کر دیا ہے۔

مسٹر جناح۔ہاں کسی حد تک۔دونوں اقوام کو تکلیف پہنچی ہے اس لئے فطرتاً دونوں ایک دوسرے کے قریب ہو رہے ہیں ۱۹۱۶ء میں اصلاحات کے متعلق کانگریس اور لیگ میں جو معاہدہ ہوا وہ اس اتحاد کا نقطہ اولین ہے جو روز بروز بڑھ رہا ہے۔

نمائندہ: تحریک ترک موالات میں آپ کی روش کیا ہے؟

مسٹر جناح میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ جب حکومت کی۔حکمت علمی اور اس کا طرز حکومت مائل بہ سختی ہو تو ترک موالات اس کے خلاف ایک راستہ ہے مگر میں مسٹر گاندھی کے پروگرام سے متفق نہیں ہوں۔

ترک موالات میں ایک زبردست نقص

نمائندہ: آپ کس بات میں مختلف ہیں:

مسٹر جناح۔میں خیال کرتا ہوں کہ ترک موالات کی پالیسی اور اس کے اصول کو عملی جامہ پہنانے سے پیشتر ایک منزل آتی ہے جس میں ان کے لئے تیاری کی جانی چاہیے۔مسٹر گاندگی نظر انداز کر گئے ہیں۔میرے خیال میں ترک موالات اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتی جب تک وہ چند جماعتوں تک محدود ہے اور نہ اثر پیدا

کرسکتی ہے۔جب یہ بالاقساط جاری کی جائے۔بقول گاندھی گورنمنٹ کوختم کرنے کے لئے یہ تحریک اس وقت کامیاب ہوسکتی ہے جب ہرگروہ اور جماعت اس پرعمل کرے۔منازل تیاری حسب ذیل ہے۔

الف۔تبلیغ واشاعت جس پراب مسٹر گاندگی اپنی تمام تر توجہ صرف کررہے اور عملاً اپنے اصلی پروگرام کوترک کررہے ہیں۔ہندوستان کے عامی کامرتبہ بلند کریں جو اتحاد سیاسی پرموقوف ہواوراس کامطمع نظر سیاسی ہو۔

ب۔ عوام اور جماعتوں کوایک مسلک کرنا۔

ج۔ مکمل انتظام۔یہ ضروری منازل تیاری ہیں ان کی خاطر اگرقوم پسند کونسلوں کا مقاطعہ کرنے کی بجائے جومیرے خیال میں سخت غلطی تھی۔ان پر قبضہ کرلیتے تو انتخاب کے موقعوں پرہم ملک کوتیار کرلینے اورکونسلوں سے اگرکوئی اوراچھا کام نہ نکل سکتا توکم ازکم تبلیغ کاکام ضرورنکل آتا۔

تحریک ترک موالات ناقابل عمل ہے

مسٹر جناح کا طلبا سے خطاب

یکم جولائی ۱۹۲۲ءکوطلباء کے ایک بہت بڑے مجمع کے سامنے بمبئی میں مسٹر ایم اے جناح نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا ”نوجوان ہندوستان کونہایت صاف اورصریح طورپرسمجھ لینا چاہیے۔انسان جس قدراپنی خوبی اوربرائی پرغورکرتا ہے اسی قدروہ اپنے آپ سے اجنبی ہوتا جاتا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ انسان کی ساری قوت کا دارومدار اپنے عرفان پرہے“۔

ہندوستان کے سیاسی مطمح نظر کی نسبت ارشاد فرماتے ہوئے آپ نے کہا ”ہرہندی سوراج کا طلب گار ہے اورنوجوان ہندوستان کواس مقصد کے حصول کے لئے سب

سے زیادہ کوشش کرنی چاہیے"۔

کالجوں اور سکولوں کو بھر دو

مسٹر جناح نے طلباء کو ہدایت کی کہ وہ ملک کی موجودہ سیاسی حالت پر نہایت ٹھنڈے دل سے غور کریں اور اضطراری طور پر کچھ نہ کر بیٹھیں۔ آپ نے نہایت زوردار الفاظ میں کہا کہ طلباء کالجوں اور سکولوں میں سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں جائیں کیونکہ تمام مکاتب جمہور کے روپے سے بنائے گئے ہیں۔ طلباء ہونے کی حیثیت سے انہیں غلام نہیں ہونا چاہئے بلکہ نہیں آزاد اور محبّ وطن بننا چاہیے۔

تحریک ترک موالات انقلاب انگیز ہے

ترک موالات کی طرف عنان سخن کو منعطف کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ یہ ایک انقلاب انگیز تحریک ہے۔ اگرچہ اس امر کے بہت سے ثبوت ہیں کہ یہ تحریک پرامن اور غیر تشدد آمیز ہے لیکن میں اس رائے پر پہنچنے پر زیادہ راغب ہوں کہ یہ تحریک انقلاب انگیز اور باغیانہ ہے۔ آپ نے ڈنکے کی چوٹ کہا کہ تحریک ترک موالات ناقابل عمل ہے اور کامیاب نہیں ہوسکتی ہے۔

اسلامیہ کالج لاہور کے لئے مزید زمین کی خریداری کا مسئلہ چل رہا تھا اس ضمن میں مختلف جلسوں میں قراردادیں بھی منظور کی گئیں اور اس مقصد کے لئے ایک سب کمیٹی بھی تشکیل دی گئی تھی۔ علامہ اقبال نے بحیثیت آنریری سیکرٹری جنرل انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کے اجلاس منعقدہ ۱۷۔ فروری ۱۹۲۱ء کو جو مولوی انشاء اللہ خان کی صدارت میں اسلامیہ کالج لاہور میں ہوا، اراضی کی خریداری کے متعلق سب کمیٹی کی رپورٹ پیش کی جو اتفاق رائے سے منظور کی گئی اور قرار پایا کہ مندرجہ ذیل صاحبان کوئی اور زمین خرید کرنے کا انتظام کریں۔ اس معاملہ کے متعلق ان کو

جنرل کونسل کا پورا پورا اختیار دیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر شیخ محمد اقبال

خلیفہ شجاع الدین

حاجی شمس الدین

سید محمد شاہ

شیخ عظیم اللہ

شیخ گلاب الدین

اہالیان لاہور یا اہالیان نے تحریک پاکستان میں شاندار خدمات انجام دیں ہیں ۔اس تحریک کا سہرا پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈ ریشن کے سر ہے جنہوں نے اپنی تعلیم کے ساتھ ساتھ شبانہ روز کی محنت اور سرگرمی سے پنجاب بھر میں نظریہ پاکستان کو روشناس کرایا۔پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈ ریشن کا ہراول دستہ اسلامیہ کالج لاہور کے طلباء پر مشتمل تھا۔اس لئے میں ''اسلامیہ کالج کو لاہور کا دل کہوں گا'' کہا جاتا ہے کہ قائداعظم ۱۹۲۴ء سے پہلے دو تین بار لاہور تشریف لائے لیکن ایسی کوئی تقریر یا یا تحریر نہیں ملتی جس سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہو۔مئی ۱۹۲۴ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کا پندرھواں سالانہ اجلاس اسلامیہ کالج لاہور کے حبیبیہ ہال میں منعقد ہونا قرار پایا۔اس وقت مسلم لیگ نیم مردہ تھی اور قائداعظم اس میں روح پھونکنے میں کوشاں تھے۔اس ضمن میں روزنامہ زمیندار رقم طراز ہے:

''عالی جناب محمد علی جناح صدر مسلم لیگ مدتوں سے اس کوشش میں مصروف ہیں کہ مسلم لیگ کے قالب مردہ میں روح پھونکیں اور اسلامی انجمن کو خدمت مسلمین کے لئے تیار کرلیں ۔۔۔۔ہم بارہا عرض کر چکے ہیں کہ مسلم لیگ کے احیاء کی ضرورت ہے۔مسلمانوں کے انتشار کو مٹانے ، عامتہ المسلمین کو بیدار کرنے اور انہیں سیاسی

تگ و دو میں برادران وطن کے دوش بدوش چلانے کے لئے ایک ایسی جمعیت کی اشد ضرورت ہے جو اپنے لائحہ عمل میں مسلمانان ہندوستان کی داخلی اصلاحات کو شامل کرنے اور انہیں بیدار کرنے پر کمر بستہ ہو جائے ۔۔۔ہم چاہتے ہیں کہ یہ جماعت مسلمانوں کی نمائندگی کا حق ادا کر سکے۔ اس کی رکنیت کا شرف ہر بالغ و عاقل مسلمان کو حاصل ہو اور اس کی شاخیں ہر ایک گاؤں تک قائم ہو جائیں ۔۔۔ضرورت اس امر کی ہے مسلم لیگ کو ایک نمائندہ جماعت بنایا جائے ۔ اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کی حقیقی صورت یہی ہے کہ اس کے دستور العمل میں نمایاں تبدیلی کی جائے'' سال ڈیڑھ سال سے جو انتشار و افتراق مسلمانوں میں نمایاں تھا، اس میں مسئلہ خلافت نے ایک زبردست اضافہ کر دیا ہے۔اس وقت مسلم لیگ کے اجلاس کا انعقاد ایک زبردست اہمیت رکھتا ہے ۔مسلمانان پنجاب کو چاہیے کہ وہ بہت جلد مختلف اضلاع میں جلسے منعقد کر کے مسلم لیگ کی شاخیں قائم کریں جن اضلا ع میں شاخیں موجود ہیں ، وہ دوسرے اضلاع میں جلسے منعقد کر کے مسلم لیگ کی شاخیں قائم کریں جن اضلاع میں شاخیں موجود ہیں ، وہ دوسرے اضلاع میں شاخیں قائم کرنے میں مدد دیں تا کہ ایک نظام مرتب ہو سکے اور مسلم لیگ کا اجلاس لاہور کامیاب ہو جائے ہم امید کرتے ہیں کہ مسلمانان پنجاب اپنے فرائض کو محسوس کریں گے اور اس جلسہ کی اہمیت کو مدنظر رکھ کر ابھی سے مصروف عمل ہو جائیں گے''

اجلاس لاہور کے پروگرام کے بارے میں روزنامہ پیسہ اخبار نے اپنے ادارتی نوٹ میں لکھا:

''آخر کار آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں جو ۲۴۔۲۵ ماہ حال کو لاہور میں حبیبیہ ہال اسلامیہ کالج میں منعقد ہو گا مسٹر جناح پریذیڈنٹ معہ اپنی پارٹی کے ۲۲ کی صبح کو ساڑھے آٹھ بجے بمبئی میل پر لاہور سٹیشن پر پہنچ جائیں گے وہاں مسلمانان لاہو

بڑی تعداد میں ان کے استقبال کے لئے جمع ہوں گے۔ استقبالیہ کمیٹی کے سپرنٹنڈنٹ پچھلے اتوار کے اجلاس میں آغا محمد صفدر خان صاحب وکیل بالاتفاق منتخب ہوگئے۔ استقبالیہ کمیٹی مہمانوں کو ٹھہرانے کے انتظام، طعام وقیام و اجلاس کے لئے سرتوڑ کوشش کررہی ہے جن کے سرگرم سیکرٹری سردار حبیب اللہ خان بیرسٹر ہیں"۔

آل انڈیا مسلم لیگ کے اس اجلاس کے انتظام وانصرام میں اسلامیہ کالج لاہور کے طلبہ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ جس کی تفصیل کی اس مختصر سے مضمون میں گنجائش نہیں۔ بہرحال یہ اجلاس ۲۴۔ ۲۵ مئی ۱۹۲۴ء کو منعقد ہوا صدارت کے فرائض قائد اعظم نے انجام دیے۔ اس اجلاس میں ہر طبقہ فکر کے لوگ شریک تھے۔ اس سلسلے میں ہفتہ وار پیسہ اخبار رقم طراز ہے:

"سالانہ جلسے لاہور میں ۲۴۔ ۲۵ مئی ۱۹۲۴ء زیر صدارت مسٹر محمد علی جناح بیرسٹر بمبئی منعقد کیا گیا۔ مسٹر موصوف مسلمانوں کے نامور اور قابل مدبر ہیں۔ تحریک خلافت اور تحریک اعتدال پسند رہے تھے۔ دوسری طرف یہ بھی خواہش تھی کہ لیڈر ان ان خلافت و ترک موالات بھی اس میں پوری جمعیت کے ساتھ شامل ہوجائیں چنانچہ یہ لوگ بھی ملک کے تمام حصوں سے جمع ہوکر شریک ہوئے تھے۔ استقبالی کمیٹی نے اپنا صدر آغا صفدر خان وکیل ایسے نامور تارک موالات کو منتخب کیا تھا جو نہ صرف پنجاب خلافت کمیٹی کے سیکرٹری بلکہ صوبہ کی کانگرس کمیٹی کے بھی صدر رہ چکے تھے۔ ۔۔بہرحال ہر خیال کے مسلمان لیگ کے اس اجلاس میں شریک تھے اور مل جل کر قوم کی بہترین راہ نمائی کے لئے کام کرنے پر آمادہ تھے۔ چنانچہ لیگ کا اجلاس لاہور میں منعقد ہوا۔ صدر استقبالی کمیٹی اور میر مجلس لیگ نے اپنے اپنے ایڈریس پڑھے جن سے گو آزادی کی جھلک نمایاں تھی مگر بارلیش بابا بازی کا کوئی نشان موجود

نہ تھا۔

بہر حال لیگ کا اجلاس نہایت بارونق تھا گو لاہور اور پنجاب کے اراکین کی تعداد بہت زیادہ تھی تاہم ہندوستان کے دوسرے تمام حصوں سے بھی لیگ کے ارکان تشریف لائے تھے اور بلحاظ تعداد اور مباحثات اور اظہار خیالات کی وجہ سے اپنی حقیقی حالت میں ایک انچ بھی آگے نہ بڑھے ہوں تاہم ان کے رائے ایک نقطہ پر جمع ہوتی ہوئی نظر آ گئی تھی اور گورنمنٹ اور ہم عصر اقوام کو معلوم ہو گیا تھا کہ مسلمانوں کے سیاسی خیالات مختلف مسائل حاضرہ کے متعلق کیا کیا ہیں''۔

اس اجلاس کے متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے میاں بشیر احمد سابق ''مدیر ہمایوں'' لکھتے ہیں:

''ادھر قائداعظم کے نزدیک لاہور کی یہ اہمیت تھی کہ وہ پنجاب کو اسلامی ہند کا گویا دل سمجھتے تھے اور لاہور کو اس دل کی دھڑکن۔ ۱۹۴۴ء میں جب لیگی اور یونینسٹ جماعتوں میں اختیار و اقتدار کی کشمکش شروع ہوئی اور یونینسٹوں نے جتایا کہ ہم نہ صرف آل انڈیا معاملات میں لیگ کے ساتھ ہیں اور بہتر ہے کہ لیگ ہمارے صوبے میں پاکستان کا پروپیگنڈا نہ کرے تو مسٹر جناح نے اسلامیہ کالج کے میدان میں (۱۲ اپریل کو) ایک پبلک جلسے میں لیگی مسلک کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ ''مسلم لیگ پاکستان کے قیام کے لئے بمبئی میں نہیں بلکہ پنجاب میں جدوجہد کر رہی ہے اور پنجاب ہی مجوزہ مملکت پاکستان کی محراب کا مرکزی پتھر ہے''۔

اسی جلسے میں پنجاب مسلم لیگ کے صدر نے مسلمانان لاہور کو بتایا کہ ممکن ہے کہ عنقریب مسٹر جناح لاہور کو اپنی مستقل رہائش گاہ بنالیں۔ چنانچہ اسی سلسلے میں انہوں نے لاہور چھاؤنی میں اپنے لئے ایک کوٹھی خرید لی۔ واقعہ یہ ہے کہ جب جب غلط اور غیر منصفانہ تقسیم ملک کی وجہ سے پاک و ہند کی سرحد کا خط عین لاہور کے قریب

کھینچ دیا گیا تو مسٹر جناح کی نگاہیں مجبوراً کراچی کی طرف اٹھیں ورنہ غالباً وہ لاہور ہی کو پاکستان کا دارالخلافہ بنانا چاہتے تھے۔

اکتوبر ۱۹۲۸ء میں انجمن حمایت اسلام نے پنجاب یونیورسٹی کو ایک اہم یاداشت پیش کی جس میں اعداد و شمار سے ثابت کیا کہ

پنجاب یونیورسٹی عملاً ہندو یونیورسٹی ہے

مسلمانوں کے حقوق ہر شعبے میں پامال ہو رہے ہیں

جناب خورشید احمد صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی انسپکٹر کی تعلیمی یاداشت اور ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین صاحب کی یاداشت کے مقابلے میں اعداد و شمار کے اعتبار سے انجمن حمایت اسلام کی یاداداشت بے حد اہم ہے اور نہایت عمدہ طریق پر لکھی ہوئی ہے اگر کہا جائے، کہ اب تک جتنی یاداشتیں شائع ہو جائیں، یہ ان سب سے بہتر اور جامع ہے، تو یہ قطعا مبالغہ نہ ہوگا افسوس کہ ہم اس کے مکمل ترجمے کی اشاعت سے قاصر ہیں، لیکن اس کا جامع خلاصہ ذیل میں درج کرتے ہیں، جس کا مطالعہ مسلمان کو اپنی صحیح پوزیشن معلوم کرنے میں بے حد مدد دے گا،

سب سے پہلے پرائمری ایجوکیشن کے مسئلہ پر بحث کی گئی ہے، اور تفصیل کے ساتھ بتایا گیا ہے، کہ اس میں مسلمانوں کی پس ماندگی کی وجہ ان کی غفلت نہیں، بلکہ حکومت کا اختیار کردہ ذریعہ تعلیم ہے، پنجاب کے مسلمان کسی رعایت کی طلبگار نہیں ہیں، وہ صوبے کی سب سے بڑی آبادی کے اجزاء ہیں، اور یہاں کے مالیہ میں ان کا سب سے بڑا حصہ ہے لیکن موجودہ حالات میں انہیں دوسری جماعتوں کے برابر استفادہ کا موقع نہیں ملا۔

ابتدائی تعلیم کے اعداد

۲۷۔ ۱۹۲۶ء کی پنج سالہ تعلیمی رپورٹ میں مرقوم ہے کہ مسلم طلباء پنجاب ہندوؤں اور سکھوں کی کی مجموعی تعداد سے بھی زائد ہیں، لیکن حقیقت حال کے معلوم کرنے کے لئے ذیل کا نقشہ وار ملاحظہ فرمائیے۔

جماعت	کل تعداد طلباء	مسلمان
پہلی	۳۹۳۶۲۲	۲۱۹۳۹۲
دوسری	۲۶۵۷۲۵	۸۴۵۹۳
تیسری	۸۷۴۳۲	۴۱۸۱۵
چوتھی	۷۶۷۸۱	۳۴۴۹۲

اس سے واضح ہوتا ہے کہ اگرچہ پہلی جماعت میں درج رجسٹر مسلم طلباء کی تعداد تقریباً ۵۶ فیصدری ہے مگر اوپر کی جماعتوں میں تعداد کم ہوتے ہوئے چوتھی جماعت میں وہ نصف سے بھی بقدر چھ ہزار کے کم ہیں، محض رجسٹروں میں نام درج کرانے کا مطلب تعلیمی ترقی نہیں ہے۔

اہم نقائص

مسلمانوں کے تعلق میں ابتدائی تعلیم کے متعلق انجمن کی یاداشت میں، جن حقائق کی طرف افسوس کے ساتھ توجہ دلائی گئی ہے، ان کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ زیادہ نام انہی دیہاتی حلقوں میں درج رجسٹر ہوئے ہیں جہاں جبری تعلیم نافذ کی گئی ہے، لیکن اعلیٰ پرائمری جماعتوں میں تعداد کم ہوتی جاتی ہے۔

۲۔ اکثر مسلم بچے دوسری جماعت سے اٹھ جاتے ہیں

۳۔ جتنے مسلم طلباء ابتدائی جماعت میں داخل ہوتے ہیں ان میں سے بہ مشکل نونی صدی چوتھی جماعت سے آگے نکلے ہیں۔

۴۔ پرائمری مدارس کی تعلیم دیہاتی آبادی کے لئے مفید نہیں عام طور پر شکایت کی

جاتی ہے، کہ جو بچہ ایک دفعہ قلم پکڑ لیتا ہے، وہ پھر ہل نہیں چلا سکتا۔

۵۔ موجودہ مدارس کی تعلیم میں مذہب سے بے پروائی افسوسناک ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج بھی اکثر مسلمان اپنے بچوں کو مدرسوں کے بجائے مسجدوں میں ملاؤں کے پاس بھیجتے ہیں۔

۶۔ بعض مدراس میں گورمکھی اور ہندی کی ترویج نے مسلمان بچوں کو ان سے علیحدگی پر مجبور کر دیا ہے، عام مسلمان ان زبانوں کی ابجد کو محض ہندوؤں اور سکھوں کی مذہبی کتب کے لئے مخصوص سمجھتے ہیں

زمیندار مدارس کی ضرورت

ان نقائص کی اصلاح کے طریقے خود بخود ظاہر ہیں، انجمن کی رائے میں دیہاتی آبادی کے لئے زمیندارہ مدارس کی ضرورت ہے، جس کے ساتھ کاشتکاری کی عملی تعلیم کے لئے فارم موجود ہوں ۱۸۸۶ء کے زمیندارہ مدارس کی ناکامی سے سبق حاصل کرنا چاہئے، ان کی ناکامی کی وجہ یہ تھی، کہ تعلیمی اسٹاف اور نگرانی کرنے والا اسٹاف موزوں نہ تھا، پنجاب کی سب سے زیادہ آبادی دیہاتی ہے، اور دیہات میں مسلمانوں کی کثرت ہے، لہٰذا اگر معلموں اور انسپکٹروں میں مسلمانوں کی اکثریت ہوتی تو بہت اچھا ہوتا، لیکن اس امر پر توجہ نہیں کی گئی۔

ایک اہم تجویز

اس سلسلے میں انجمن ایک خاص تجویز پیش کرتی ہے، صوبے کی آبادی کے اعداد کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایک خاص رقم علیحدہ کر دی جائے جو تعلیم میں پس ماندہ کثیر التعداد آبادی کی ضروریات کے مطابق ہو، اور گرانٹ ان ایڈ (سرکاری زر امداد) کے سخت قواعد سے مقید نہ ہو، نمائندہ اسلامی ادارے اس رقم کو ابتدائی تعلیم کی توسیع پر صرف

کر سکتے ہیں، اس مقصد کے لئے مسلمان بخوشی اپنے اوپر ایک زاید ٹیکس بھی لگائیں گے جو مالیہ کے ساتھ وصول ہوتا رہے گا۔

ثانوی تعلیم

پنجاب میں ثانوی تعلیم اپنا درجہ حاصل نہیں کر سکی، گذشتہ دس سال میں ثانوی تعلیم نے جو ترقی کی ہے اسے غیر تسلی بخش نہیں کہا جا سکتا، مسلمانوں کی حالت اب بھی ویسی ہی بری ہے جیسی کہ اب سے پندرہ سال پہلے تھی، خیال تھا کہ حکومت مسلمانوں کو دوسری قوموں کے برابر پہنانے کے لئے سہولتیں مہیا کرے گی، مگر محکمہ تعلیم کے ارباب سبت وکشاد کی روش ایسی رہی ہے اور انہوں نے عام قواعد محکمہ پر کچھ اس طرح عمل کیا ہے (کہ مسلمانوں کی ترقی کی توقعات بھی بدرجہا زیادہ مشتبہ ہوگئی ہیں)

نقشہ اعداد

ذیل کے نقشے سے یہ حقیقت اچھی طرح آشکار ہو جائے گی:

جماعت	کل تعداد	مسلمان
پانچویں	۴۹۴۱۶	۲۰۷۷۲
چھٹی	۳۷۱۰۱	۱۴۵۷۴
ساتویں	۲۸۰۳۴	۱۰۲۱۱
آٹھویں	۲۱۶۸۸	۷۷۲۳
نویں	۱۳۹۲۹	۴۶۵۴
دسویں	۱۲۷۳۱	۳۷۰۲

اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ پانچویں جماعت میں مسلمانوں کا تناسب چالیس

فیصدی تھا، مگر دسویں جماعت تک پہنچتے پہنچتے تقریباً ۲۹ فیصدی رہ گیا ہے، یہ واضح ہے کہ اس کمی کی ذمہ داری ارباب سبت وکشاد محکمہ تعلیم پر بھی ایک حد تک عائد ہوتی ہے۔

پس ماندگی کے اسباب

انجمن کی رائے میں پسماندگی کے اسباب یہ ہیں:

(۱) مسلمانوں کی پس ماندگی اگرچہ محکمہ تعلیمات کے افسروں کے نام خاص ہدایات کی متقاضی تھی، مگر اس سلسلے میں کوئی کاروائی نہیں کی گئی، بلکہ حکومت ہند نے ۳ اپریل ۱۹۱۲ء کو مسلمانوں کی تعلیم کے متعلق جو خط بھیجا تھا اسے پنجاب پس پشت ڈال دیا گیا۔

مسلم عنصر کی قلت

(۲) ثانوی مدارس میں مسلمان معلمین اور انسپکٹنگ (سٹاف میں مسلمانوں کی کمی بالکل نمایاں ہے، غیر مسلم کی مسلمانوں سے بے توجہی بلکہ بعض اوقات معاندت محتاج بیان نہیں، پروانشل سروس اور اعلیٰ ملازموں میں ۱۸۸ ہندو اور سکھ ہیں، ۳۴ یورپین، تین دوسری اقوام کے باشندے اور انکے مقابلے میں صرف ۷۱ مسلمان ہیں ،اسی طرح انگلو ورنیکلر برانچ کا نقشہ ملاحظہ فرمائیے۔

کل تعداد	ہندو اور سکھ	مسلمان	یورپین اور دیگر
خالی			
۹۵۲	۵۷۷	۳۳۷	۱۲
			۲۵

ان حالات میں اگر مسلمان موجودہ نظام تعلیم سے فائدہ نہیں اٹھا رہے تو اس پر تعجب کا کون سا مقام ہے۔

(۳) غیر مسلموں کو تعلیمی وسائل کے ارتقاء میں جو نمایاں رسوخ حاصل ہے، اس کی وجہ سے ایک ایسی پالیسی اختیار کی گئی ہے، جس کے ماتحت تعلیم کی سکیموں، ورنصاب کی ترتیب میں مسلمانوں کے زاویہ نگاہ اور ضروریات کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے، بلکہ بعض اوقات ان سے معاندت کی جاتی ہے۔

کتب نصاب

(۴) کتب نصاب ایسی رائج کی گئی ہیں، جن کے نام اور مضامین سے مسلم طلباء کے کان بالکل اجنبی ہوتے ہیں، بعض حالتوں میں ان کتابوں کے بعض اندراجات مسلمانوں کے جذبات کو صدمہ پہنچاتے ہیں، عام طور پر شکایات کی جاتی ہے کہ تعلیمی نصاب اس پیانہ پر آرہا ہے کہ مسلم کلچر اور اسلامی روایات سے اسے کوئی تعلق نہ رہے ،

(۵) جہاں مسلمانوں کی کثیر التعداد آبادیاں ہیں، وہاں اسلامی مدارس کا فقدان

زرامداد کی غیر منصفانہ تقسیم

(۶) زرامداد کی تقسیم میں ایسی روش اختیار کی گئی ہے، کہ مسلم مدارس کی کوئی معتد بہ امداد نہیں مل سکتی، ۲۴-۱۹۲۳ء سے انبالہ کی قسمت میں (جہاں ہندو انسپکٹر ہے) نو مدارس امدادی فہرست پر آئے دن جن سے صرف دو مسلم مدارس تھے۔ ان پانچ سالوں میں قسمت انبالہ کے مسلم مدارس کو ۱۹۵۸ء روپے ملے، اور غیر مسلم کو ۶۱۸ ۲۷ روپے دوسری قسمتوں کی حالت اس سے بہتر نہیں،

ذیل کا نقشہ ملاحظہ فرمائیے، جو ۲۸-۱۹۲۷ کے حالات پر مشتمل ہے:۔

قسمت جملہ امدادی مدارس مسلم مدارس کل زرامداد مسلمانوں کو کیا ملا

لاہور	۱۳	چار (مڈل سکول)	۲۲۸۲۰	۶۸۵۴ روپے
جالندھر	۱۳	x	۳۷۷۴۳	x
راولپنڈی	۵	۲	۱۲۳۴۲	۳۸۴۶
ملتان	۸	۲	۴۷۱۰	۱۲۲۴

مسلمانوں پر کھلا ہوا ظلم

علاوہ بریں ۲۸۔۱۹۲۷ء میں محکمہ تعلیم نے ۱۸۱۰۴ روپے ان مدارس میں تقسیم کے لئے جو امدادی فہرست پر نہیں تھے، اس رقم میں سے مسلم اکثریت کے حصے میں صرف ۱۵۰۲ روپے آئے، اس سال امداد یافتہ مدارس کے لئے ۱۸۲۴۴ روپے خاص امداد کے طور پر منظور کئے گئے تھے، مسلم مدارس کو ان میں سے ایک حبہ بھی نہیں ملا، ۲۴۔۱۹۲۳ء سے اب تک ۵۵ مدارس فہرست امداد پر آئے ہیں، جن میں سے اسلامی مدارس صرف ۱۲ ہیں۔ ۲۷۔۱۹۲۶ء میں مسلمانوں نے ۱۲۲۲۸۷ روپے کی امدادی رقم میں سے صرف ۲۹۲۱۴ روپے حاصل کئے،

ہندو اور سکھ انسپکٹر

اس سلسلے میں قسمت جالندھر اور قسمت انبالہ کا ذکر خاص طور پر ضروری ہے، جہاں سکھ اور ہندو انسپکٹر ہیں، اور جن کے ماتحت مسلم مدارس بھوکے مرتے رہے ہیں، اور بعض حالات میں ان کے اجراء کا دروازہ بھی بند پڑا رہا، لیکن یہی انسپکٹر مسلمانوں کی ترقی تعلیم کے متعلق سب سے زیادہ غل مچاتے رہے ہیں۔ (ملاحظہ ہو تعلیمی ترقی کی پنجسالہ روئداد ۲۷۔۱۹۲۶ء صفحہ ۱۰۳) ان قسمتوں میں مسلمانوں پر کوئی توجہ نہیں کی گئی، مگر جالندھر میں سکھوں کے مدارس اور انبالہ میں ہندوؤں کے مدراس پانچ پانچ بڑھ گئے ہیں، انہی دو انسپکٹر ان کے طریق عمل سے واضح ہوسکتا ہے، کہ غیر مسلم

انسپکٹروں کے ماتحت مسلمانوں کو زرامداد میں۔ اساتذہ کے تقرر ہ ترقی میں طلباء کو سرکاری مدارس کے ڈسٹرکٹ بورڈ کے مدارس اور میونسپل بورڈ کے مدارس کے داخلے میں کیسے غیر ہمدردانہ سلوک سے واسطہ پڑتا ہوگا،

ہندو محکمہ تعلیم

اکتوبر ۱۹۲۷ء میں محکمہ تعلیم کے کارکنوں کی جو کیفیت تھی، وہ ذیل سے واضح ہوسکتی ہے،

نام عہدہ	تنخواہ	کل تعداد	ہندو و سکھ	مسلمان	یورپین	خالی	مسلم تناسب
انڈین ایجوکیشنل سروس	۱۵۵تا۱۷۵	۱	x	۱	x	x	
درجہ اول	۱۵۵۰تا۱۷۵۰	۱	x	۱	۱	x	
درجہ دوئم	۱۲۵۰تا۱۵۰۰	۵	x	x	۵	x	
درجہ سوئم	۴۰۰تا۱۲۵۰	۲۸	۱۰	۳	۹	۲	
میزان		۳۴	۱۰	۴	۱۴	۲	

۱۷ء۶

پراونشل ایجوکیشن سروس

نام عہدہ	تنخواہ	کل تعداد	ہندو و سکھ	مسلمان	یورپین	خالی	مسلم تناسب
درجہ اول	۶۵۰تا۸۰۰	۸	۷	x	۱	x	۰

تجاویز اصلاح

انجمن کی رائے میں اصلاح نقائص کی تجاویز یہ ہیں:۔

(۱) مسلمانان پنجاب کی تعلیم کا انتظام ایک خاص افسر کی تحویل میں دیا جائے،

(۲) تمام ڈپٹی کمشنروں کو ہدایت کی جائے، کہ جن جن اضلاع کے صدر مقاموں

میں اسلامیہ سکول نہ ہوں، وہاں وہ ایسے سکول قائم کریں۔

(۳) تیسری تجویز امدادی مدارس میں فیسوں کے متعلق ہے، اگر زیادہ مدارس قائم کرنے ہیں، اور موجودہ مدارس کو مفید بنانا ہے، تو ضروری ہے کہ تعلیم کو ان جماعتوں کے مالی وسائل کے مطابق بنایا جائے، جن کے لئے وہ جاری کی گئی ہے، انجمن کی رائے میں ضروری ہے، کہ امدادی مدارس کی فیس سرکاری مدارس سے آدھی رکھی جائے، نیز انگلوورنیکلر کی طرح فیس کی معافی کا دائرہ وسیع کیا جائے،

(۴) جن سرکاری انٹرمیڈیٹ کالجوں میں اور ہائی سکولوں کے پرنسپل اور ہیڈ ماسٹر غیر مسلم ہیں، ان کے وائس پرنسپل اور سیکنڈ ماسٹر مسلمان ہونے چاہیں،

(۵) انٹرمیڈیٹ کالجوں اور گورنمنٹ ہائی سکولوں میں ان کے مخصوص اضلاع کی اسلامی آبادیوں کے مطابق طلباء کے لئے نشستیں مخصوص ہیں

(۶) اضلاع کے صدر مقاموں میں اسلامیہ سکولوں کے افتتاح کے لئے حکومت خاص امدادی رقوم کا انتظام کرے،

(۷) ذی حیثیت تعلیم یافتہ مسلمانوں کو گورنمنٹ اور بورڈ کے مدارس کی نگرانی کا موقع دیا جائے۔ تاکہ مسلمانوں کے مفاد کی نگہداشت کرسکیں۔ اور ان کی حوصلہ افزائی کے موجب بن سکیں۔

(۸) ہائی سکولوں کے پانچ سو طلباء کی تخصیص کا قاعدہ نظر ثانی کا محتاج ہے۔ یہ مسلمانوں کے لئے نقصان رسا ہے۔

(۹) بیس سال سے زائد عمر کے طلباء کو مدارس میں نہیں رہنے دیا جاتا۔ یہ تحدید مسلم طلباء کے لئے نقصان رساں ہے،

(۱۰) مدارس کا نصاب اسلامی ضروریات کے مطابق نہیں۔ اردو، عربی اور فارسی کی تعلیم کا انتظام ہونا چاہیے

(۱۱) انسپکٹری کی لائن میں مسلمانوں کی ناکافی تعداد کی تلافی کی جائے۔

(۱۲) زرامداد کی تقسیم میں عمارتوں کے مسئلہ کو زیادہ اہمیت نہ دی جائے۔ضرورت کے مطابق جگہ کا انتظام کافی ہے۔

(۱۳) حکومت کو چاہیئے کہ صوبے کے مالیہ میں سے اسلامی انجمنوں کو وظائف کے لئے امداد دے۔

(۱۴) مستحق ادارات کے لئے خاص رقم کی منظوری کا مسئلہ بے حد مستحق توجہ ہے۔

یونیورسٹی کی تعلیم

یونیورسٹی کی تعلیم نے گزشتہ دس سال کی مدت میں اچھی ترقی کی ہے۔۱۹۲۳ء میں یہ ۸۸۸۲ تک پہنچ گئی۔لیکن مسلمان یہاں بھی پس ماندہ ہیں ۲۸۔۱۹۲۷ء کے اعداد وشمار کا نقشہ یہ ہے:۔

جماعت	کل تعداد	مسلمان
فرسٹ ائیر	۲۴۶۵	۶۳۶
سیکنڈ ائیر	۲۴۱۹	۶۲۴
تھرڈ ائیر	۲۶۹۱۰۵۱	
فورتھ ائیر	۱۲۱۳	۲۲
ففتھ ائیر	۱۵۷	۲۹
سکستھ ائیر	۱۲۳	۲۲
ریسرچ سٹوڈنٹس	۹	X

اس کے وجوہ ان بنیادوں میں تلاش کرنے چاہییں جن پر یونیورسٹی کی تعلیم مبنی ہے۔

ہندو یونیورسٹی

پنجاب یونیورسٹی عملاً ہندو یونیورسٹی ہے۔ اور اس کا دائرہ عمل بنارس یونیورسٹی سے زیادہ وسیع ہے۔ یونیورسٹی کے سینٹر اسکے ممتحن اور تمام وہ لوگ جو اس کے پالیسی کے وضع کرنے والے ہیں۔ ان میں ہندوؤں اور سکھوں کو بہت بڑی اکثریت حاصل ہے۔ غیر مسلم یونیورسٹی کے سینٹ، فیلو، لیکچرار اور ممتحن مقرر ہوتے ہیں۔ وہ ہندوؤں کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ اور مسلمانوں کی بددلی کو موجب بنتے ہیں۔ ایسی کئی مثالیں ملتی ہیں۔ کہ ہندوؤں کی لکھی ہوئی نہایت معمولی کتابیں نصاب میں ہل ہوگئیں۔ معمولی ہندو مدارس ممتحن بن گئے۔ اور مسلمانوں کی کسی نے بات تک نہ پوچھی۔

اعداد کا اندوہناک مرقع

یونیورسٹی کا دفتر

رجسٹرار	ا	x		x		ا
جائنٹ رجسٹرار	ا		x		x	
سپرنٹنڈنٹ ا	ا		x		x	
نائب نگران امتحانات	ا (خالی)	x		x		x

(نوٹ یہ صرف افسروں کی فہرست ہے)

امتحانات لینے والے اصحاب

امتحانات لینے والے اصحاب میں بھی مسلمانوں کی نمائندگی کم الم انگیز نہیں۔ ۱۹۲۸ء میں میٹرک اور سکول لیونگ سرٹیفکیٹ ایف اے اور بی اے کی امتحانوں کے پرچے

بنانے والوں انگریزی کی ہیڈ اگزیمروں کی تعداد ۹ تھی۔ جن میں سے صرف تین مسلمان تھے۔ اور ۹۷ ماتحت ممتحوں میں سے صرف ۲۷ مسلمان تھے۔ ریاضی، طبیعات اور کیمسٹری کے ممتحنوں میں صرف ۲۲ مسلمان۔ یہ تو تحریری امتحانات کی حالت تھی۔ کیمسٹری اور طبیعات کا زبانی امتحان لینے والوں کی کل تعداد ۲۱۸ تھی۔ ان میں سے ۱۲۳ ہندو اور سکھ تھے۔ اور صرف ۴۸ مسلمان۔ اب ذرا ۱۹۲۹ء کے میٹرک اور سکول لیونگ سرٹیفکیٹ کے امتحانوں کے لئے پرچہ بنانے والوں کی فہرست بھی ملاحظہ فرمالیجئے:۔

مضمون	کل تعداد	مسلمان	تناسب
ریاضیات	۶	۲	۳۳ فی صدی
سائنس (تحریری)	۲	x	فی صدی
سائنس (پریکٹیکل)	۲	۱	۵۰ فی صدی

اعلیٰ امتحانوں میں ہندوں کا تسلط بھی وسیع ہے۔

رفع نقائص کی تجاویز

(۱) یونیورسٹی کی تعلیم کا خرچ کم ہونا چاہیے۔ کالجوں کی فیس اور یونیورسٹی کے مطالبات میں تخفیف کی جائے نیز مستحق طلباء کیلئے وظائف کی تعداد بڑھائی جائے۔ علی الخصوص مسلمان طلباء کو زیادہ سرکاری وظائف دیئے جائیں۔

(۲) عام فیلوز کے انتخاب میں جداگانہ انتخاب رائج کیا جائے یہ حالات موجودہ کسی مسلمان کے لئے سینٹ کا ممبر ہونے کی صورت نہیں۔

(۳) چانسلر کو فیلوز کی نامزدگی کے وقت اس امر کا خیال رکھنا چاہئے کہ ایک قوم کو تسلط حاصل نہ رہے۔

(۴) سکول بورڈ کی تین نشستوں میں سے کم از کم ایک مسلمان موطی چاہئے۔

(۵) اکیڈیمک کونسل میں مسلمانوں کی الم ناگیز کمی کو پورا کیا جائے اور مسلمانوں کے لئے نشستیں مقرر کردی جائیں۔

۶۰) رجسٹرار اور جائنٹ رجسٹرار کے عہدوں میں سے ایک مسلمان کو ملنا چاہئے۔

(۶) رجسٹرار اور جائنٹ رجسٹرار کے عہدوں میں سے ایک مسلمان کو ملنا چاہئے۔

شمالی و مغربی پنجاب کے لئے یونیورسٹی

انجمن کی ایک اہم تجویز یہ ہے کہ شمالی و مغربی حصہ پنجاب میں ایک یونیورسٹی قائم کی جائے۔ جس سے چناب پارے کے اضلاع پنجاب، صوبہ سرحد اور بلوچستان فائدہ اٹھا سکیں۔

تعلیم المعلمین :۔

مسلمان معلمین کا کافی تعداد میں قابل بنانے کے لئے دو چیزوں ضروری ہیں

(۱) ٹریننگ کالج اور نارمل سکولوں میں زیادہ وظائف کا انتظام

(۲) ورنیکلر اور اینگلو ورنیکلر کلاسوں میں مسلم طلباء کے لئے نشستوں کی تخصیص۔

ٹیچری اور انسپکٹری کی سفارشوں کے وقت پرنسپل سنٹرل ٹریننگ کالج کو فرقہ وار معاملات بالکل نظر انداز نہیں کرنے چاہئیں۔

صنعت و حرفت کی تعلیم

صنعت و حرفت کی تعلیم میں بہت کم ترقی ہوئی ہے۔ ۲۲۔۱۹۲۱ء میں تعلیم کا کل خرچ ۱۸۹۶۲۲۸۷ روپے تھا۔ اس میں سے خاص سکولوں پر صرف ۹۷۰۱۲۷ روپے صرف ہوئے ۲۷۔۱۹۲۶ء میں تعلیم کا خرچ ۲۸۷۵۷۲۳ روپے تھا۔ اس میں سے صنعت و حرفت کی تعلیم کے حصے میں ۱۳۲۳۷۰ روپے آئے۔ اس وقت صوبے بھر میں میں صنعت و حرفت کی مندرجہ ذیل درگاہیں ہیں:۔

کمرشل کالج	۱
انجینئرنگ کالج	۱
ٹیکنیکل اینڈ انڈسٹریل سکول	۳۰
کریفٹ سکول	۳

ان سب میں ساڑھے تین ہزار سے کم طالب علم ہیں حالانکہ کل طلباء پنجاب کی تعداد ۱۱۸۲۷۳۶ ہے۔ان مدارس کی حالت بھی اچھی نہیں سب سے بہتر حالت گورنمنٹ ٹیکنیکل سکول لاہور کی ہے۔

مسلمانوں کی حالت

مسلمانوں کی تعداد اس تعلیم میں کم ہوگئی ہے۔مثلاً ۱۹۲۱ء سے ۱۹۲۶ء تک کے پانچ سال میں یہ تعداد آرٹ سکول میں ۱۴۷ سے کم ہوکر ۱۱۱ پر آ گئی اور انجنیئرنگ سکول میں ۴۸ سے ۳۱ پر ہیلی کالج آف کامرس میں مسلمان بہت کم ہیں۔ انڈسٹریل سکولوں میں ہندو طلباء سو فیصدی پڑھتے ہیں۔سکھ ۵۵ فیصدی اور مسلمان صرف ۵۰ فیصدی بڑھتے ہیں۔مسلمانوں کے لئے خاص سہولتوں کا انتظام ضروری ہے،صلاح تجاویز یہ ہیں:۔

۱۔ مسلمانوں کو ہیلی کالج آف کامرس میں خاص وظائف دیئے جائیں

۲۔ انجینئرنگ کے کورس کے لئے مسلمانوں کو وظائف دیئے جائیں۔

۳۔ ہیلی کالج اور میکلیگن کالج میں مسلم اساتذہ کی خاصی تعداد مقرر کی جائے۔

۴۔ ٹیکنیکل انڈسٹریل سکولوں میں پارچہ بافی کفش دوزی بخاری اور دوسرے پیشوں کی تعلیم مفت دی جائے۔

۵۔ ایسے سکول زیادہ تعداد میں کھولے جائیں تاکہ مقامی ضروریات کے کفیل بن سکیں۔

۶۔ ضلعوں مزدوروں اور فیکٹریوں میں کام کرنے والوں کے لئے خاص سکول کھولے جائیں۔

(چار اور تجاویز ہیں جو بوجہ قلت گنجائش حذف کی دی گئی ہیں انقلاب)

تعلیم نسواں

مسلمان لڑکیوں کی تعلیم فوری توجہ کی محتاج ہے۔مسلمان طالبات کی قلت کے لئے مندرجہ ذیل نقشہ ملاحظہ فرمائیے:۔

جماعت	کل تعداد	مسلم لڑکیاں
پہلی	۴۷۲۹۵	۱۴۶۳۱
پانچویں	۴۲۰۳	۸۸۶
آٹھویں	۶۷۶	۱۳۱
دسویں	۱۷۳	۱۰
فرسٹ ائیر	۳۲	۶
سکینڈ ائیر	۲۳	۶
تھرڈ ائیر	۱۰	x
فورتھ ائیر	۱۲	x

محض یہ کہ کر مسئلہ کو پس پشت دینا کہ مسلمان لڑکیاں پردہ کی وجہ سے زیادہ تعداد میں تعلیم نہیں پاتیں نا مناسب ہے۔حکومت کا فرض ہے کہ لوگوں کے مذہبی جذبات اور معاشرتی ضروریات کے مطابق تعلیم کا انتظام کرے۔مسلمانوں کا مطالبہ یہ ہے کہ ان کی لڑکیوں کے نصاب میں قرآن ۔ اردو اور فارسی کی تعلیم شامل کی جائے ۔ انگریزی اور دوسرے مضامین بعد میں آئیں۔

تجاویز انجمن

انجمن کی زیر نگرانی اس وقت بارہ گرل سکول ہیں وہ تجربے کے بعد ان نتائج پر پہنچی ہے۔

۱۔ بہ حالات موجودہ زیادہ تعداد میں مسلم گرل سکول کھولنا مشکل ہے لیکن ہر ضلع کے صدر مقام اور بڑے قصبہ میں ایک ایک سکول کا انتظام ناگزیر ہے۔

۲۔ حکومت کو ہر قصبہ کے مدرسہ کے لئے خاص امداد دینی چاہئے۔

۳۔ انجمن حمایت اسلام کے نسوانی نصاب کی طرح قرآن اور مذہبی تعلیم کو شامل نصاب رکھنا ضروری ہے۔ نیز بچیوں کو خانہ داری کی ابتدائی تعلیم دینی چاہئے۔

۴۔ گورنمنٹ انسپکٹریس ان کا معائنہ کرلیں لیکن عمومی اعتبار سے مدرسوں کو قوم کی نگرانی میں چھوڑا جائے۔

۵۔ مسلم لڑکیوں کو مستورات کے نارمل سکولوں کی تعلیم کیلئے حکومت کافی وظائف دے۔

۶۔ جہاں مطالبہ ہو وہاں شادی شدہ عورتوں کے لئے الگ مدرسے کھولے جائیں۔

۷۔ بہ حالات موجودہ لڑکوں اور لڑکیوں کے مشترک مدارس کو روکا جائے

۸۔ لڑکیوں کے نصاب میں سے ریاضیات کے اعلیٰ قاعدہ خارج کئے جائیں۔

۹۔ مسلم استانیوں کے لئے ایک علیحدہ ٹریننگ سکول کھولا جائے۔ بنگال میں ایسا مڈل موجود ہے اور اس کے نتائج بہت حوصلہ افزا ہیں۔

۱۰۔ طالبات کے نصاب پر نظر ثانی کی جائے۔ اگر کوئی لڑکی ایک مضمون میں فیل ہو جائے تو دوبارہ صرف اسی مضمون میں اس کا امتحان لیا جائے۔

۱۱۔ عورتوں کے لئے علیحدہ مکینکل اور انڈسٹریل سکول کھولا جائے جس میں

کپڑے سینا۔ نوار بنا کشیدہ کاڑھنا قالین بننا وغیرہ سکھایا جاتا ہے۔

جبری ابتدائی تعلیم

ستمبر ۱۹۲۷ء تک پنجاب کے ۱۱۱۳ دیہاتی حلقوں اور ۵۲ شہری حلقوں میں جبری تعلیم نافذ ہو چکی تھی۔ لیکن ابھی تک پرائمری کے نصاب کو پورا کرنے کی خواہش مفقود ہے۔ ۲۷۔۱۹۲۶ء کے اعداد (لڑکے اور لڑکیاں دونوں) خود حقیقت حال ظاہر کر رہے ہیں:۔

جماعت	طلباء
پہلی	۴۴۰۵۶۱
دوسری	۱۷۸۱۰۹
تیسری	۱۷۸۱۰۹
چوتھی	۱۲۹۱۱

انجمن کی رائے میں جبر کا معاملہ پولیس سے متعلق رہنا چاہیے۔ اس کے رائے میں طالب علم کو برضا و رغبت مدرسے جانا چاہیے۔ اگر:۔

(۱) کتابیں اور دوسرا ضروری سامان تعلیم مفت مل جائے۔ خاص طور پر غریب طلباء کے لئے۔

(۲) نصاب تعلیم ایسا ہو جس سے طلباء کی اکثریت کو دلچسپی ہو جہاں علی العموم مسلم طلبا ہوں وہاں اسلامی دینیات کی تعلیم بھی ہونی چاہئے۔ نیز مقامی ضروریات کے لحاظ سے پیشوں کی تعلیم۔ (ماخوذ)

انجمن حمایت اسلام کا سپاسنامہ جدید گورنر کی خدمت میں مسلمانوں کی تعلیمی ضروریات پر تبصرہ

یکم دسمبر ۱۹۲۸ء کو انجمن حمایت اسلام لاہور کے عہدہ داروں اور ارکان کے ایک وفد نے زیر سرکردگی میاں محمد شفیع جدید گورنر پنجاب سر جوفرے ڈی مونٹ مورنسی سے ملاقات کر کے ان کی جدید عہد پر فائز ہونے کا خیر مقدم کیا، اور ایک سپاسنامہ پیش کیا،

سپاسنامہ میں دلی خیر مقدم اور عہدہ گورنری پر ان کے تقرر پر اظہار مسرت کرتے ہوئے سر جوفری ڈی مونٹ مورسنی کی قابلیت ان کے تجربہ ہندستان سے ان کی محبت اور یہاں کے باشندوں کی امنگوں سے ان کی خاص دلچسپی کا تذکرہ کیا گیا، اور بتایا کہ انجمن حمایت اسلام مسلمانوں کی تعلیمی، معاشرتی اور مذہبی اصلاح وترقی کا کام کرتی ہے۔

سپاسنامہ میں انجمن کے معمولی آغاز سے لے کر اس کی شاندار ترقیات وخدمات کی طرف اشارہ کر کے بتایا گیا، کہ انجمن نے غیر معمولی حالات میں، اور مسلمانوں کی جہالت تعصب اور قتصادی پستی کی مشکلات کے باوجود کس قدر اہم کام کیا، چنانچہ اس وقت انجمن مذکور کے زیر اہتمام ایک اول درجہ کا آرٹ کالج، چار ہائی سکول، اور متعدد چھوٹے مکاتب، مکاتب نسواں، طبیہ کلاسیں اور جے اے وی کلاسیں ہیں، انکے علاوہ انجمن کا ایک یتیم خانہ بھی ہے جس میں یتیم بچوں کی پرورش ہوتی ہے، نیز انجمن اسلامی لٹریچر کی نشر واشاعت بھی کرتی رہتی ہے، انجمن کے درسگاہوں میں اس وقت دس ہزار سے زیادہ طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ انجمن کو پہلے تو قوم میں اعلیٰ تعلیم کا شوق پیدا کرنا ہے، پھر ان طلبہ کے لئے جو اعلیٰ تعلیم حاصل نہیں کر سکتے،

انتظام کرنا ہے، ۱۹۲۷ء میں انجمن کا خرچ چار لاکھ روپیہ تھا، اور سال رواں کے خرچ کا اندازہ چھ لاکھ روپیہ کیا گیا ہے، اسلامیہ کالج لاہور میں ہر سال طلبہ کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہتا ہے، اگرچہ صوبہ میں متعدد انٹرمیڈیٹ کالج کھل گئے ہیں، تاہم اسلامیہ کالج کی فرسٹ ائیر کے طلبہ کی تعداد کم نہیں ہوئی، گذشتہ دس سال میں کالج کی ضروریات اس قدر بڑھ گئیں، کہ انجمن کو نئے ہوسٹل، نئی عمارتیں، کھیل کے میدان بنانے پڑے، اور عملہ بڑھانا پڑا، ان امور ترقی کے لئے انجمن کو بساوقات حکومت سے امداد کی ضرورت کرنی پڑی، اور ہمیں اس کا امر کا اعتراف ہے، کہ حکومت کا رویہ ہمیشہ ہمدردانہ رہا، دو سال پہلے توسیع و ترقی کے پیش نظر انجمن نے تین لاکھ روپیہ کے نئے مصارف کا اندازہ لگایا تھا، اور حکومت سے امداد طلب کی تھی، انجمن کو اپنی سکیم ڈیڑھ لاکھ تک کم کرنی پڑی، وزارت تعلیم نے صرف ساٹھ ہزار روپیہ منظور کیا، اور یہ شرط لگا دی کہ انجمن اپنی جیب سے بھی اتنا روپیہ خرچ کرے اس طرح ہماری اسکیم ایک لاکھ بیس ہزار کی رہ گئی، اسکیم پر عمل کرنے سے دو لاکھ ۳۶ ہزار روپیہ خرچ آ گیا، اور ساٹھ ہزار کی موعودہ رقم سے حکومت نے ہمیں صرف تیس ہزار روپیہ دیا ہے۔ انجمن متوقع ہے کہ بقیہ ۳۰ ہزار بھی جلد ادا کر دیا جائے ہماری اسکیم ابھی تک نامکمل پڑی ہے، اوپر کی منزلوں کی تعمیر باقی ہے جے اے وی کلاسوں کے لئے علیحدہ کمرے بنانے کی ضرورت ہے، اور ان پر ایک لاکھ پچھتر ہزار روپیہ خرچ آئے گا، گویا کل اسکیم پر چار لاکھ روپیہ خرچ آئے گا۔ انجمن عرض پرداز ہے۔ کہ حکومت ایک لاکھ روپیہ کی مزید منظوری دیکر انجمن کا ہاتھ بٹائے، انجمن نے اس کے علاوہ کالج کے عملہ کو بہتر بنانے پر بھی بڑی رقوم صرف کی ہیں، ایک نہایت قابل انگریز کی خدمات حاصل کر رکھی ہیں جنہیں کالج سے پوری ہمدردی ہے، نیز حال ہی میں اسلامک ہسٹری کا ایک جدید پروفیسر پی ایچ ڈی رکھا گیا ہے، جو یورپ سے

تحصیل علم کر کے آیا ہے۔ کالج کے ہوسٹل طلبہ کے لئے مکتفی نہیں، اور یہ ضرورت جوں کی توں پڑی ہے اور انجمن سائنس کے شعبہ کو بھی ترقی دینے کی آرزومند ہے۔ سپاسنامہ میں گورنر کو اس امر کی طرف بھی وجہ دلائی گئی ہے کہ یونیورسٹی سینٹ میں اسلامیہ کالج کی نیابت کافی نہیں، بلکہ ۱۹۲۵ء سے اور بھی کم ہوگئی ہے، حالانکہ سٹاف میں ترقی ہوئی ہے،

مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے سپاسنامہ میں لکھا ہے، کہ تعلیم وسطے میں مسلمان طلبہ کی تعداد بہت کم ہے، اس لئے انجمن لاہور کے علاوہ دیگر مقامات کے اسلامیہ ہائی سکولوں کو بھی اپنی نگرانی میں لینے کا ارادہ کر رہی ہے۔ اور اس سے انجمن کی ذمہ داریوں میں اور بھی اضافہ ہونے والا ہے، یہ امر قابل ذکر ہے کہ ۲۷۔۱۹۲۶ء میں ہائی سکولوں کو حکومت کی طرف سے کل ۱۲۲۲۸۷ روپیہ کی امداد دی گئی۔ جس میں صرف ۲۹۲۱۴ روپیہ اسلامیہ سکولوں کے حصہ میں آیا یعنی کل زرامداد کا صرف ۲۳ فیصدی، اس لئے زرامداد کے قواعد کو تبدیل کرنے کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے اگر حکومت عام زرامداد کے علاوہ کوئی خاصی رقم انجمن کو عطا کر دے تو انجمن وعدہ کرتی ہے۔ کہ وہ مضافات پنجاب میں خصوصاً ان کا خاص خیال رکھے گی۔ جنہوں نے گزشتہ جنگ میں قلمرو برطانیہ کی مدافعت پنجاب میں خصوصاً ان مقامات پر جہاں مسلمان تعلیم میں بہت پیچھے ہیں نئے ہائی سکول کھول دے گی۔ اور ان فوجی قوموں کا خاص خیال رکھے گی۔ جنہوں نے گزشتہ جنگ میں قلمرو برطانیہ کی مدافعت کے لئے جانیں لڑائی تھیں۔ انجمن کسی خاص رعائت کی متمنی نہیں بلکہ محض انصاف کی متقضی ہے تا کہ پسماندہ مسلمان افسر مقرر کیا جائے۔ اگر حکومت نہیں کر سکتی تو انجمن کو اجازت دی جائے کہ وہ ایسا افسر مقرر کر دے لیکن حکومت باقاعدہ مالی امداد دینے کا وعدہ کرے۔

انجمن لاہور کے شیرانوالہ گیٹ ہائی سکول کو وسعت دینا چاہتی ہے اور سکولوں کے طلبہ کے لئے ایک ہوسٹل بنانے کا ارادہ رکھتی ہے۔ لڑکیوں کے لئے ایک بورڈنگ سکول کھولنے کی خواہاں ہے اور طبیہ کلاسوں کے لئے دارالقامہ بنانے کی متمنی ہے۔

گورنر صاحب پنجاب کی تقریر

انجمن حمایت اسلام لاہور کے ایڈریس کے جواب میں

انجمن حمایت اسلام نے سر جیوم فری ڈی مونٹ مورنسی گورنر پنجاب کی خدمت میں یکم دسمبر ۲۸ء کو ایک ایڈریس پیش کیا تھا ممدوح نے اس کے جواب میں مندرجہ ذیل تقریر فرمائی:۔

میں انجمن حمایت اسلام کے ارکان اور ممبر صاحبان کا تہ دل سے شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مجھے خیر مقدم کا ایڈریس پیش کیا ہے اور میرے حق میں نیک تمناؤں کا اظہار کیا ہے۔صوبہ ہذا کے مسلمانوں کے مجلسی مذہبی اور تعلیمی مفاد کی ترقی کے لئے ایک مقتدر نظام ہونے کی حیثیت میں انجمن حمایت اسلام کو جو ممتاز رتبہ حاصل ہے میں اس بخوبی سمجھتا ہوں۔

میرے لئے یہ امر موجب اطمینان ہے کہ میری طرح آپ کی آنکھیں بھی پنجاب کی ترقی کے نئے دور پر لگی ہوئی ہیں۔اور آپ اپنی قوم کی اکثریت و اہمیت کو مدنظر رکھ کر اس امر کی بجا خواہش کرتے ہیں۔کہ صوبے کے مستقبل کی تشکیل میں حصہ لیں۔ آپ نے یہ درست کہا ہے کہ آئندہ مواقع سے فائدہ اٹھانے کی طاقت زیادہ تر اس امر پر منحصر ہوگی۔کہ آپ اپنے اندر صلاحیت پیدا کریں اس وصف کا پیدا ہونا تعلیمی سہولتوں کی توسیع اور ان کے استعمال پر موقوف ہوگا۔اور اشاعت تعلیم سے کسی حد تک آپ کی اپنی تہذیب اور روائتوں کو جو آپ کی جماعت کے لئے اس قدر اہمیت رکھتی ہیں تقویت حاصل ہوگی۔اس طریق خیال سے متاثر ہو کر آپ نے اس کام پر تبصرہ کیا ہے جو انجمن نے آپ کی قوم کے لئے اشاعت تعلیم کے باب میں سر انجام دیا ہے۔آپ نے بلحاظ تعلیم اپنی موجودہ حالت اور آئندہ ضروریات کو بھی واضح

کر دیا ہے۔

انجمن کا ترقی پسند مسلک

اسلامیہ کالج کو ترقی دینے کے لئے انجمن نے جو مساعی کی ہیں۔ میں ان سے بخوبی واقف ہوں ۔ اور یونیورسٹی کے وائس چانسلر کی حیثیت میں میں نے کالج میں انعامات دینے کی تقریب پر انجمن کے ترقی پسند مسلک کے نتائج کے متعلق اظہار تحسین کیا تھا۔ اور مبارکباد دی تھی ۔ اس لئے آج میرے لئے اس ضمن میں اپنے خیالات کا اعادہ غیر ضروری ہے مجھے معلوم ہوا ہے کہ عمارت کے لئے ۶۰ ہزار روپیہ کے عطیہ کا نصف ادا کر دیا گیا اور اس کا باقی حصہ عمارت کی تکمیل کے سرٹیفکیٹ کے وصول ہونے پر ادا کر دیا جائے گا۔

مزید عطیہ کے سوال پر وزارت متعلقہ میں غور کیا جائے گا۔ میں یہاں اتنا کہہ دوں کہ ۱۵۔۱۹۱۴ء میں کالج کے لئے سالانہ بازگشت عطیہ کی مالیت ۱۱ ہزار روپیہ تھی جو ۲۹۔۲۸ میں ۶۲ ہزار تک پہنچ گئی ہے۔ اس دوران میں گورنمنٹ اس کالج کو 1/2 6 لاکھ روپیہ دے چکی ہے اور اس سے کسی قدر زیادہ مدت میں غیر بازگشت عطیوں کی میزان ۲۰۷۰۰۰ روپیہ تک پہنچ گئی ہے ۔ میں یہ سن کر خوش ہوا ہوں کہ انجمن نے مفصلات میں ایک ثانوی مسلم تعلیمی انسٹی ٹیوشن کو امداد دینے کی پالیسی اختیار کی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ان علیحدہ اور کمزور انتظامیہ مجالس کو جو اس قسم کی درسگاہوں کا اہتمام کرتی ہیں ۔ انجمن کے مرکزی اور مضبوط نظام کی امداد سے بہت فائدہ پہنچے گا۔ کیونکہ نظام مذکور کا مطمح نظر وسیع تر ہے ۔ اور تعلیمی معاملات میں دلچسپی پیدا کرنے کے لئے اس کا رسوخ بھی کافی ہے۔

یونیورسٹی پنجاب اور گورنر صاحب

رہا سوال یونیورسٹی کا سو آپ نے اس کی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی جس خواہش اظہار کیا ہے مجھے اس سے ہمدردی ہے۔ گذشتہ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے کچھ عرصہ بعد ایک مبسوط محضر نامہ میرے پاس وائس چانسلر کی حیثیت میں پہنچا تھا۔ جس میں سینٹ کی انتظامیہ مجالس اور یونیورسٹی کے تدریسی کام میں مسلمانوں کی نیامت وغیرہ کا ذکر تھا۔ شعبہ امتحانات میں بھی مسلمانوں کی نمائندگی کا ذکر کیا گیا تھا۔ مجھے معلوم ہے کہ یونیورسٹی ان محضر ناموں پر غور کر رہی ہے۔ لازمی طور پر ہ ایک کسی قدر طویل عمل ہوگا۔ کیونکہ اس میں تفصیلی امور کے علاوہ نظام میں حقیقی تبدیلیوں کے مسائل بھی مضمر ہیں۔ چانسلر اور وائس چانسلر اور سینٹ کی ان دس نشتوں کو نکال کر جن کو گریجویٹوں کے انتخاب کردہ اشخاص پر کرتے ہیں اور جن میں آپ کی جماعت سے کوئی شخص گزشتہ انتخابات میں منتخب نہیں ہوا۔ کل ۲۳ نشستوں میں سے ۲۱ نشستیں آپ کی جماعت کے نمائندوں کو حاصل ہیں۔ سنڈیکٹ میں ان دو ممبروں کو نکال کر جو بلحاظ عہدہ ممبر ہیں ۱۵ سے ۴ نشستیں آپ کے نمائندے پر کر رہے ہیں۔ یونیورسٹی کے انتظامیہ کرنے کے امکان کے متعلق تحقیقات ہو رہی ہے۔ گورنمنٹ کو خاص نتائج تک پہنچنے سے پیشتر یونیورسٹی کی قطعی آراء کا انتظام کرنا چاہیے۔

ثانوی سکولوں کے لئے زر امداد

اب غیر سرکاری ثانوی سکولوں کے لئے امدادی عطیات کا سوال ہے۔ گزشتہ تین سال میں مسلم سکولوں کو کل امدادی رقوم کا ۳ء۲۱ فیصدی اور ۱ء۱۹ فیصدی کے درمیان ملتا رہا۔ موجودہ قواعدہ کے مطابق امداد دینے کا معمولی طریق اس امر پر مبنی ہے۔ کہ درخواست کنندہ مجلس انتظامیہ نے کس قدر جائز خرچ کیا ہے اور جو امدادی رقوم جو

کسی خاص جماعت کے حصہ میں آتی ہیں ان سے پتہ لگتا ہے کہ اس جماعت نے سکولوں کے قیام وانتظام میں کتنا حصہ لیا ہے۔

وزارت تعلیم سے گفتگو نہیں کی

آپ کے بیان کردہ تجاویز کے متعلق مجھے وزارت کے ساتھ گفتگو کرنے کا موقع نہیں ملا۔ کیونکہ جب آپ کے ایڈریس کا مسودہ موصول ہوا ہم لیجلسٹو کونسل کی اجلاس کی تیاریوں میں مصروف تھے۔اس لئے میں فی الحال مجوزہ تبدیلی کے آخری فیصلہ کے متعلق کچھ نہیں کرسکتا۔آپ اس امر کو تسلیم کریں گے۔ کہ یہ تبدیلی اس اصول کو منقلب کردے گی۔جس کے مطابق امداد اسی قدر دی جاتی ہے جس قدر کہ جائز خرچ کیا گیا ہو۔

مسلمانوں کی تعلیم کے لئے ایک مسلم انسپکٹر یا مشیر کے سوال کے بارہ میں بھی مجھے وزارت تعلیم سے بات چیت کرنے کا موقع نہیں ملا۔ ۱۹۱۵ء میں اس تجویز پر بہ نظر احتیاط غور ہوا تھا۔ لیکن اسے اختیار نہیں کیا گیا تھا۔ میں دیکھتا ہوں کہ انسپکٹری کے شعبہ یعنی ڈویژنل انسپکٹروں ۔ ٹریننگ انسٹیٹیوشنوں اور ورنیکلر تعلیم کے انسپکٹر ڈسٹرکٹ انسپکٹروں اور اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹروں کے شعبہ میں مسلمانوں کو کافی نیابت پہلے سے حاصل ہے۔بہر حال جب آپ نے یہ تجویز دوبارہ پیش کردی ہے تو اس پر غور کیا جائے گا۔

مسلمانان پنجاب کی عام تعلیمی ترقی

عام ترقی کے متعلق اسلامیہ کالج میں تقریر کرتے ہوئے میں نے کہا تھا۔ کہ آپ نے نمایاں ترقی کا ثبوت دیا ہے۔ مدرسہ کی پہلی سے لے کر چھٹی جماعتوں میں مسلمان کل تعداد کے ۴۰ فی صدی سے کم نہیں۔ بلکہ بعض جماعتوں مثلاً پہلی جماعت میں

ان کی تعداد ۵۵ فیصدی سے بھی زیادہ ہے۔ساتویں سے آٹھویں جماعت ت ان کے تعداد ۳۸ سے ۴۰ فیصدی تک ہے۔انٹرمیڈیٹ جماعتوں کے پہلے سال میں ان کی تعداد ۲۶ اور ڈگری جماعتوں کے تیسرے سال میں صرف ۱۹ فیصدی ہے۔ پوسٹ گریجویٹ اور تحقیقات کے شعبہ میں وہ ابھی کمزور ہیں۔قانون اور تجارت کو چھوڑ کر باقی پیشہ ور کالجوں میں ان کی حالت اطمینان بخش ہے۔جن امور کا آپ نے ذکر کیا اگر میں ان کے متعلق کسی قطعی رائے کا اظہار کرنے سے قاصر رہا ہوں تو آپ یقین جانئے کہ اب کی ضروریات کی توضیح میرے لئے بے حد دلچسپی کا موجب ہوئی ہے۔اور جب میں اس مسئلہ کو جس کی اہمیت کا مجھے پورا احساس ہے زیر بحث لاؤں گا۔تو آپ کا ایڈریس میرے لئے نہایت کارآمد ثابت ہوگا۔

انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کی ماتحت کمیٹیوں کے صدر، سیکرٹری اور اراکین کی مدت عمل ختم ہو چکی تھی چنانچہ انجمن کی جنرل کونسل کا اجلاس ۲۳ مارچ ۱۹۳۰ء کو خان بہادر ڈاکٹر سر میاں محمد شفیع صدر انجمن کے زیر صدارت منعقد ہوا چنانچہ حسب تجویز صاحب صدر اور اتفاق رائے سے ماتحت کمیٹیوں کے صدر اور اراکین کا انتخاب ہوا۔اسلامیہ کالج کمیٹی کے لئے مندرجہ ذیل اصحاب صدر، سکرٹری اور اارکیں منتخب ہوئے:

ڈاکٹر خلیفہ شجاح الدین ایم اے ایل ایل ڈی، بار ایٹ لاء	صدر
ملک برکت علی ایم اے، ایل ایل بی ایڈوکیٹ	سیکرٹری
خان بہادر سر شیخ عبدالقادر بارایٹ لاء جج ہائی کورٹ	رکن
خان صاح شیخ عبدالعزیز بی اے آنریری جنرل سیکرٹری	//
میجر سر الگزینڈر رولسن بی اے، پرنسپل اسلامیہ کالج	//
ڈاکٹر سر شیخ محمد اقبال ایم اے، پی ایچ ڈی، ایم اے ایل سی، بار ایٹ لاء	//

خان بہادر شیخ امیر علی ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج //

میاں بشیر احمد بی اے بار ایٹ لاء //

خان بہادر سردار حبیب اللہ خان بار ایٹ لاء ڈپٹی پریذیڈنٹ پنجاب لیجسلیٹو کونسل

خان بہادر ڈاکٹر خواجہ، بدالرحمٰن اسسٹنٹ ڈائریکٹر پبلک ہیلتھ

مولوی محمد فضل الدین پلیڈر

خان بہادر مولوی خورشید احمد ریٹائرڈ انسپکٹر آف سکولز

قاضی فضل حق ایم اے پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور

شیخ اکبر علی بی اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ

چوہدری محمد علی اسسٹنٹ اکاؤنٹنٹ جنرل پنجاب

شیخ محمد یسین صاحب ایم اے ایکسپورٹ ایجنٹ۔

انجمن حمایت اسلام کے چھیالیسویں سالانہ اجلاس کو جو ۲۷ تا ۲۹ دسمبر ۱۹۳۰ء منعقد ہوا یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس کے ۲۷ دسمبر ۱۹۳۰ء والے اجلاس کی صدارت حاجی نواب سر صادق علی خان عباسی والئی ریاست بہاولپور نے فرمائی جبکہ ہز ہائی نس میر صاحب خیر پور (سندھ) اور نواب آف ڈھاکہ نے بھی جلسے کو رونق بخشی۔ جسٹس سر شیخ عبدالقادر بار ایٹ لاء جج ہائی کورٹ لاہور نے اراکین انجمن اور مسلمانان لاہور کی طرف سے معزز مہمانوں کی تشریف آوری کا شکریہ ادا کیا۔ علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال نے انجمن کی طرف سے تاجدار بہاولپور کی خدمت میں جو ''سپاسنامہ'' پیش کیا اس میں تعلیمی اداروں ۔۔۔۔۔ خاص کر اسلامیہ کالج کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

''آج خدا کے فضل و کرم سے انجمن کے اراکین کی تعداد چار ہزار ہے اس کے مختلف

علمی ادارات میں پانچ ہزار لڑکے اور لڑکیاں علم کی دولت سے مالا مال ہو رہے ہیں ۔اس کا ایک عظیم الشان کالج ہے ۔چار ہائی سکول ہیں دو مڈل سکول، ایک زنانہ مڈل سکول ہے، چھ زنانہ مدارس ہیں، ایک طبیہ کالج ہے ۔ایک جے اے وی ٹریننگ کالج ہے۔ایک مردانہ یتیم خانہ ہے اک زنانہ یتیم خانہ علاوہ ازیں انگریزی و یونانی شفا خانے ہیں ۔اخبار حمایت اسلام ہے۔کالج کی ایک عظیم الشان لائبریری ہے۔ جو صوبے کے تمام سرکاری وغیر سرکاری ادارات کے کتب خانوں میں خاص حیثیت رکھتی ہے۔حال ہی میں انجمن نے اشاعت اسلام کالج کے نام سے ایک نئ درسگاہ قائم کی جس میں طلبہ کو دینی تعلیم دی جائیگی اور ان کو اشاعت اسلام کے اہم مقاصد کے لئے تیار کیا جائے گا۔اس درس گاہ کے فارغ التحصیل طلبہ جہاں دینیات کے ماہر ہوں گے وہاں جدید مغربی علوم سے بھی انہیں واقفیت حاصل ہو گی اور اس طرح تبلیغ و اشاعت کے فریضہ کو بطریق احسن انجام دینے راستہ صاف ہو جائے گا۔ انجمن کو ابھی بہت سے منزلیں درپیش ہیں۔جن کیلئے زادارہ کے انتظامات کئے جا رہے ہیں۔

اولاً: ایک انڈسٹریل کالج اور سائنٹفک ٹکینکل انسٹی ٹیوٹ کا قیام ہے آج محض علوم کی تعلیم قومی تمام ضروریات کی کفیل نہیں بن سکتی جب تک صنعت وحرفت کی تعلیم کا اعلی پیانہ پر انتظام نہ کیا جائے گا نہ افراد قوم کا معتد بہ حصہ بے کاری اور بیروزگاری کی مصیبت سے نجات پائے گا نہ قوم زمانہ حاضرہ کی ضرورت کے مطابق ترقی کے مراحل خوش اسلوبی سے طے کر سکے گی۔

ثانیاً: اس بات کی ضرورت ہے کہ شہر سے باہر اسلامیہ کالج کے لئے ایک وسیع عمارت کا انتظام کیا جائے اس لئے کہ موجودہ عمارت کالج کے طلبہ کی روز افزوں تعداد کے لئے کافی نہیں ہے۔

ثالثاً: انگریزی وضع کے ایک پبلک سکول کا قیام ضروری ہے جس میں عام تعلیم کے ساتھ ساتھ اعلیٰ انداز کی تربیت بھی ہوتی رہے۔

رابعاً: ایک زنانہ ہائی سکول فی الفور بن جانا چاہئے جو ایک اسلامی زنانہ کالج کے لئے اساس کا کام دے سکے۔

یہ امر قابل ذک رہے کہ ۱۹۰۸ء میں دولت عالیہ اسلامیہ بہاولپور نے پچھتر ہزار روپے کی خطیر رقم مرحمت فرمائی۔ اسلامیہ کالج کی شاندار عمارت کا ایک بازو بہاولپور ونگ کہلاتا ہے اس موقع پر تاجدار بہاولپور نے پچیس ہزار روپے کے عطیہ کا پورا اعلان کیا۔

۱۴ جولائی ۱۹۳۴ء کا جنرل کونسل کا اجلاس اس لئے تاریخی اور خصوصیت کا حامل ہے کہ علامہ اقبال نے انجمن حمایت اسلام کا صدر ہونے کی حیثیت سے اجلاس کی صدارت کی اور اس میں چند قابل قدر مشورے پیش کئے: انہوں نے فرمایا:

اول: تجربہ بتایا ہے کہ جدید تعلیم نے مسلمان نوجوانوں کے اخلاق زندگی پر کوئی خاص اثر نہیں کیا اور یہ امر ظاہر ہے کہ ایک مسلمان نوجوان کی تعلیم کی اساس اگر دینی اور اخلاقی نہ ہو تو اس میں سرچشمی بلند نظری اور خودداری کے وہ اوصاف حسنہ پیدا نہیں ہو سکتے جو اسلامی کے مابہ الامتیاز ہیں۔

ہارٹوگ کمیٹی نے یہ تجویز کی تھی کہ کالجوں اور سکولوں میں مسلمانوں کی مذہبی تعلیم کا خاص انتظام ضروری ہے۔

دوم: دوسرا امر جو آپ کی فوری توجہ کا محتاج ہے وہ مسلمان لڑکیوں کی تعلیم ہے۔ میری ذاتی رائے تو یہ ہے کہ انجمن فی الحال مسلمان لڑکیوں کی تعلیم کے لئے اپنا نصاب تجویز کرے اور مجوزہ نصاب کے مطابق ان کا سالانہ امتحان لے کر خود ہی سندات تقسیم کیا کرے جہاں تک لڑکیوں کی تعلیم کا تعلق ہے فی الحال آپ صرف

ایک امتحان لینے والے ادارے کے طور پر کام شروع کر دیں اور رفتہ رفتہ اسی ادارے کو مسلمان عورتوں کی ایک آزاد یونیورسٹی کی صورت میں منتقل کر دیں۔ بلکہ آپ کا مجوزہ انڈسٹریل گرلز سکول بھی اسی یونیورسٹی کی ایک شاخ قرار پائے۔

سوم: تیسرا امر جو آپ کی توجہ کا محتاج ہے اسلامیہ کالج کی موجودہ حالت سے کالج کے انتظام کے متعلق بعض نہایت ضروری سوال پیدا ہوتے ہیں جن پر گذشتہ تجربے کی روشنی میں غور وخوض ضروری ہے۔ فی الحال پرنسپل شپ کا معاملہ نہایت ضروری اور اہم ہے جس کا فیصلہ جہاں تک ممکن ہو جلد ہونا چاہئے۔ مسٹر عبداللہ یوسف علی اگر اس عہدہ جلیلہ پر واپس آ سکتے تو ہماری بہت سی مشکلات کا حل ہو جاتا مگر امید نہیں کہ وہ واپس آسکیں اور جہاں تک میری نظر ہے ہندوستان سے کسی مسلمان پرنسپل کا ملنا مشکل نظر آتا ہے۔ ہم کو ایک ایسے پرنسپل کی ضرورت ہے جو علم و فضل کے علاوہ صاحب اثر و بارسوخ ہو۔ مسلمانوں کی آرزوؤں سے ہمدردی رکھتا ہے اور ہمارے بچوں کی ان تمام امور میں تربیت کر سکتا ہو جو ملک کے آئندہ سیاسی تغیرات کی وجہ سے قومی زندگی کے لئے اب بے انتہا ضروری ہو گئے ہیں۔ اگر مسلمانان ہند میں کوئی ایسی شخصیت مل سکتی ہو تو اس سے بڑھ کر خوش قسمتی کیا ہو سکتی ہے لیکن اگر ہماری بدنصیبی سے مسلمانوں میں ایسی شخصیت فی الحال دستیاب نہ ہو سکے تو میری ذاتی رائے تو یہ ہے کہ ہم کو ''اطلبو العلم ولوکان بالصین'' پر عمل درآمد کرنے میں قطعاً تامل نہ ہونا چاہیے۔ مشرق وہ مغرب ہو جہاں سے اپنے مطلب کا آدمی ملے، لینا چاہیے۔

انجمن حمایت اسلام لاہور کی پچاس سالہ گولڈن جوبلی ۲۳ تا ۲۶ دسمبر ۱۹۳۸ء کو اسلامیہ کالج لاہور کے وسیع اور پر فضا میدان میں شاہانہ تزک و احتشام کے ساتھ منائی گئی۔ اسے شاندار اور دلچسپ بنانے کے لئے چند روز پہلے ہی والی بال، کرکٹ اور فٹ بال وغیرہ کے مقابلوں اور دوسروں کھیلوں کا سلسلہ شروع کر دیا گیا جو ہر پہلو

سے نہایت کامیاب رہا۔

اس موقع پر امیر الامراء راجہ صاحب محمد امیر احمد خاں والئی ریاست محمود آباد (خصوصی طور پر تشریف لائے اور جوبلی کے جشن کا افتتاح فرمایا، نیز سردار سکندر حیات وزیر اعظم پنجاب نے مع اپنے دیگر رفقائے کار اور جسٹس دین محمد جج ہائی کورٹ لاہور اور جسٹس سر ڈوگلس ینگ چیف جسٹس پنجاب ہائی کورٹ نے شرکت کی۔ حاضرین کا یہ عالم تھا کہ جلسہ گاہ کے بہت بڑے پنڈال میں جس کا زیر شامیانہ رقبہ ایک ایکڑ کے لگ بھگ تھا تل رکھنے کی جگہ نہ تھی بلکہ متعدد اجلاس کے اوقات میں تو پنڈال سے باہر اسلامیہ کالج کے وسیع وعریض میدان میں بھی لاتعداد ہجوم تھا۔ اسلامیہ کالج کے میدان میں مشرقی جانب وطن اسلامیہ کالج ہائی سکول کی عقبی دیوار کے ساتھ ایک عظیم الشان پنڈال تیار کیا گیا تھا جس میں کم وبیش ایک وقت میں بیس ہزار کے لگ بھگ آدمیوں کے بیٹھنے کی گنجائش تھی۔ خوبصورت دیدہ زیب اور دلاویز قطعات جن پر علامہ اقبال اور دیگر مایہ ناز شعراء کے اسلامی قومی اور اخلاقی اشعار تحریر تھے اور رنگ برنگ جھنڈیاں بلبیں اور پتیاں پنڈال کی زیب وزینت کو چار چاند لگا رہے تھے پنڈال کے باہر کتابوں کی دکانیں آراستہ وپیراستہ تھیں، رات کے وقت بجلی کے رنگ برنگ قمقموں سے جلسہ گاہ بقعہ نور بن کر تجلی طور کا منظر پیش کر رہی تھی۔ مختصر یہ کہ مسلمانان ہند کے لئے یہ علمی قومی اور مذہبی اجتماع کا روح افزاء نظارہ لوگوں سے خراج تحسین وصول کر رہا تھا۔

اس گولڈن جوبلی دو خصوصیات نمایاں تھیں۔ اس بار دو اجلاس اردو اور انگریزی مناظروں اور مباحثوں کے لئے وقف کر دیئے گئے تھے۔ اردو مباحثوں میں ملک کی مشہور یونیورسٹیاں اور کالجوں کے مسلمان طلبہ نے حصہ لیا تھا۔ چندہ تقریباً دو لاکھ روپے جمع ہوا جس نے گزشتہ ریکارڈ توڑ دیا پروفیسر خواجہ دل محمد پرنسپل اسلامیہ کالج

کے زیر انتظام ایک آل انڈیا مشاعرہ ہوا جس میں ہندوستان بھر کے شعراء نے شرکت کی سٹیج کے لئے دس روپے فرشی کرسی کے لئے پانچ اور دو روپے کا ٹکٹ تھا۔ دری کے لئے کوئی ٹکٹ نہ تھا۔ خواتین کیلئے حسب سابق پردے کا انتظام تھا اور کا داخلہ مفت تھا۔

اس گولڈن جوبلی کے موقع پر تیس ہزار سے زیادہ لوگوں نے شرکت کی۔

۲۲ دسمبر ۱۹۳۸ء کو ڈھائی بجے دوپہر مسلم ہائی سکول کے بوائے سکاؤٹوں کے کھیل ہوئے سکاؤٹ ریلی کی اس تقریب میں سرسکندر حیات، میاں عبدالحیٔ وزیر تعلیم، نواب مظفر خان نواب نثار علی خاں قزلباش اور نواب سعادت علی خاں موجود تھے۔ میدان میں ایک اونچا سٹیج بنایا گیا تھا جس پر چیف جسٹس سر ڈوگلس ینگ، جسٹس دین محمد اور راجہ صاحب محمود آباد تشریف فرما تھے۔ سکاؤٹوں نے مختلف قسم کے کھیل اور کرتب دکھائے۔ جسٹس دین محمد نے اس موقع پر صدارت فرمائی اور ایک مختصر سی صدارتی تقریر بعنوان ''اسلام ورسکاؤٹنگ تحریک'' فرمائی۔ اس کے بعد چیف جسٹس سر ڈوگلس ینگ نے تقریر کی۔

۲۳ دسمبر ۱۹۳۸ء کو جمعتہ المبارک کیروز جو اجلاس ہوا اس کی صدارت مہاراجہ آف محمود آباد نے فرمائی۔ نواب مظفر خان صدر انجمن نے مہاراجہ صاحب کی خدمت میں خطبہ استقبالیہ پیش کیا جس میں اسلامیہ کالج کے ضمن میں فرمایا۔

''ایک اعلیٰ درجے کا اسلامیہ کالج جس کیساتھ دو دارالاقامے ہیں اور جس میں لڑکوں کو آرٹس میں ایم اے تک اور سائنس میں بی ایس سی آنرز تک تعلیم دی جاتی ہے اس میں طلبہ کی تعداد تقریباً ایک ہزار ہے اس کے متعلق میرا خیال یہ ہے کہ آئندہ کس وقت میں موزوں حالات اور مناسب سرمایہ جمع ہو جانے کی صورت میں اس کالج کو ''پنجاب مسلم یونیورسٹی'' کی شکل دی جائے۔ سر دست تجویز یہ ہے کہ کالج میں ایم

ایس سی کی تعلیم کا انتظام کیا جائے۔

مہاراجہ صاحب محمود آباد نے اپنے خطبہ صدارت میں مفکر اسلام علامہ قبال کو زبردست خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا:

''یہ فخر آپ کی انجمن ہی کو حاصل ہے کہ جس کے سالانہ جلسے میں دنیا اس مفکر اعظم سے روشناس ہوئی اور انجمن ہی کے ذریعے سے اس نے شکوہ جواب شکوہ خضر راہ طلوع اسلام جیسے روح پرور پیغام ہمیں دیے جنہیں مسلمان ایک مدت تک اپنا حرز جان بنائیں گے''۔

تعلیمی روشنی عام کرنے کے حوالے سے انجمن کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا۔

''انجمن حمایت اسلام بلحاظ عمل ہندوستان ہی نہیں بلکہ سارے ایشیاء کی اسلامی انجمنوں میں ایک ممتاز درجہ رکھتی ہے پنجاب کے شہروں اور دیہاتوں میں تعلیم کی روشنی پھیلانے کے لئے گزشتہ پچاس سال میں جو خدمات اس نے انجام دی ہیں ان سے صوبہ کا بچہ بچہ واقف ہے''

۲۴ دسمبر ۱۹۳۸ء کے دوسرے اجلاس میں نواب مظفر خان صدر انجمن نے سر سکندر حیات خان وزیر اعظم پنجاب کی خدمت میں سپاس نامہ پیش کیا جس میں انجمن کی خدمات تعلیمی میاں میں ترقی ان کے والد نواب محمد حیات خان اور ان کی خدمات کا ذکر کیا اس کے ساتھ ساتھ انجمن کے تعلیمی اداروں کی تفصیل بیان کی۔ اسلامیہ کالج کے بارے میں انہوں نے بتایا

''۱۸۹۲ء میں اسلامیہ کالج کا افتتاح عمل میں آیا جسے ۱۹۰۰ء میں بی اے تک اور ۱۹۱۲ء میں ایم اے کے درجہ تک پہنچا دیا گیا۔ ۱۹۰۷ میں کالج کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا اور یہ عمارت ۱۹۰۹ء میں چار لاکھ روپے کی خرچ سے پایہ تکمیل تک پہنچی

۔

۱۸۹۷ء میں پنجاب یونیورسٹی نے اپنی طبیہ کلاسز انجمن حمایت اسلام کی تحویل میں دے دیں ان کو اسلامیہ کالج سے وابستہ کر دیا گیا۔لیکن بتدریج انجمن نے اس شعبہ کو ایک مستقل حیثیت دے دی اور کے لئے عمارت بنوائی او زبدۃ الحکماء کا درجہ قائم کیا آج اس درس گاہ نے ایک مرکزی حیثیت حاصل کر لی ہے''۔

۱۹۳۲ء میں ایک اشاعت اسلام کالج بھی قائم کیا گیا۔یہ درس گاہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے تمام ہندوستان میں بے نظرے ہے اس میں انگریزی دان طبقہ کو تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے تیار کیا جاتا ہے اور ہر طالب علم کو اس کی لیاقت کے مطابق وظیفہ دیا جاتا ہے''

سر سکندر حیات نے سپاس نامے کے جواب میں انجمن کی خدمات لڑکیوں کی تعلیم، طبی تعلیم یتیموں کی امداد، وغیرہ کا ذکر کرتے ہوئے اسلامیہ کالج کے طلبہ سے یوں خطاب کیا۔

''آپ لوگ اسلام کی تعلیم پر صحیح معنوں میں عمال ہو جائیں اگر آپ نے یہ کہا تو کیا تو سچے مسلمان اور سچے ہندوستانی بن جائیں گے اسلام کی تعلیم خوداری اور رواداری ہے۔اسے اختیار کریں۔اس اختیار کریں۔آپ کے دل جذبہ حریت سے معمور ہونے چاہیں تا کہ آپ باہر جائیں تو آپ کی قوم اور ملک آپ پر بجا طور پر فخر کر سکیں''۔

آخر میں انہوں نے پچیس ہزار روپے کے عطیہ کا اعلان کیا۔

میاں بشیر احمد لکھتے ہیں کہ بطور لیگی لیڈر کے مسٹر جناح سب سے پہلے لاہور میں مئی ۱۹۲۴ء میں مسلم لیگ کے پندرھویں سالانہ اجلاس کی صدارت کے لئے آئے۔اور اپنے معمول کے موافق انہوں نے یہاں سے بھی ہندو مسلم اتحاد کے لئے آواز بلند کی

اور کہا کہ ''جب تک ہندو مسلمان آپس میں سمجھوتہ نہیں کریں گے غیروں کی دفتری حکومت جوں کی توں قائم رہے گی۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ جس روز ہندو مسلمانوں میں اتحاد ہو جائے گا اسی روز ہندوستان کو ذمہ دار نو آبادیاتی حکومت مل جائے گی''۔

اس کے بعد دس سال تک مسلمان لیڈروں نے بہتیرے جتن کیئے، مشترکہ انتخابات پر بھی راضی ہو گئے لیکن ہندو لیڈروں نے ایک نہ مانی اور گول میز کانفرنس میں بھی یہ اپنی ہٹ پر قائم رہے۔ مسٹر جناح بیزار ہو کر ہندوستان سے انگلستان میں سکونت اختیار کرنے کے لئے چلے گئے کہ وہاں رہ کر وکالت کے ساتھ ہندوستان کی آزادی کے لئے بھی کچھ کام کرتے رہیں ۔گے۔ لیکن ہندوستان کے مسلمانوں کے ہاں اس وقت کوئی سمجھ دار اور بے باک رہنما نہ تھا چنانچہ اپنے آپ کو کمزور اور مایوس پا کر مسلمان لیڈروں نے ان کو تار بھیجا کہ اس وقت قوم کو آپ کی انتہائی ضرورت ہے اور آپ کی واپسی قومی مفاد کے لئے لابدی ہے۔ اس پر وہ وطن واپس آ گئے اور اور ۱۹۳۴ء میں انہیں مسلم لیگ کا مستقل صدر منتخب کیا گیا اسی سال بلا مقابلہ مرکزی اسمبلی کے رکن بھی چن لئے گئے ۔کے ایکٹ کے ماتحت انتخابات کا وقت قریب آیا تو بمبئی میں ۱۹۳۶ء کے سالانہ لیگی اجلاس کے بعد ہندوستان کے مسلمانوں کو انتخابی جنگ کے لئے منظم کرنے کا کام مسٹر جناح کے سپرد کیا گیا۔ اس سلسلے میں انہوں نے ملک کے طول و عرض میں متعدد دورے کیئے۔

۱۹۳۲ء میں مسٹر جناح کئی دفعہ لاہور آئے ۔ مارچ میں انہوں نے شہید گنج کی گتھی کو کچھ سلجھایا اور یہاں بادشاہی مسجد میں تقریر کی۔ پھر جون میں انہوں نے مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ کا جلسہ لاہور میں منعقد کیا۔ اس وقت پنجاب بنگال یو پی سندھ بہار سرحد مختلف صوبوں میں مسلمان لیڈر اپنی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنائے بیٹھے تھے۔ اور صرف اپنے اپنے ذاتی اور صوبائی اغراض کا ڈھول پیٹ رہے تھے لیکن اس گھٹا

ٹوپ تاریکی میں فقط لاہور سے روشنی کی ایک خوشنما جھلکی دکھائی دی۔ یہ حکیم امت علامہ اقبال تھے۔ انہوں نے لاہور میں لیگی بورڈ کے جلسے کے لئے مسٹر جناح کو چند تجاویز لکھ کر بھیجیں اور کہا کی اس وقت مسلمان اپنا منصوبہ سوچ سمجھ کر نہ بنائیں گے تو جو کچھ بھی انہوں نے پچھلے پندرہ سال میں حاصل کیا ہے وہ سب کھو بیٹھیں گے۔ ۱۱ اکتوبر ۱۹۳۲ء کو لاہور میں تقریر کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ ''میں پچھلے مہینوں میں کئی بار لاہور آیا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ یہاں کے مسلمان سیاسی تعلیمی اور معاشی طور پر تمام دوسرے صوبوں سے پیچھے ہیں۔ آپ کا صوبہ سب سے زیادہ افرزدہ ہے۔ آپ کے بعض لیڈر جو بڑے بڑے عہدوں پر متمکن ہیں خودغرض ہیں اور گورنمنٹ کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بنے ہوئے ہیں۔۔۔۔۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کو منظم کر کے ایک ترقی پرور اور قوم پرست اسلامی جماعت کی تشکیل کریں جو ملک کی آزادی کے لئے آگے کو قدم بڑھائے''۔

مئی ۱۹۳۲ء سے نومبر ۱۹۳۷ء تک اقبال واور جناح میں وہ مشہور خط و کتابت ہوئی جس کے دوران میں ۲۱ جون ۱۹۳۷ء کے خط میں اقبال نے لکھا کہ ''اس وقت سارے ہندوستان میں صرف آپ ایک ایسے مسلمان ہیں جس سے قوم یہ توقع کرنے کا حق رکھتی ہے کہ وہ اسے طوفان میں سے جو شمال مغربی ہند اور شائد سارے ہند میں آنے والا ہے صحیح سلامت بچا کر اس کی رہنمائی کرے''۔

یہ طوفان اس کے جلد آیا یعنی اس کے چند ماہ بعد ہی کانگریس نے گیارہ میں سے سات صوبوں میں عنان حکومت سنبھال لی اور لیگ سے اپنا سمجھوتا توڑ کر اعلان کر دیا کہ اس وقت ہندوستان میں صرف دو جماعتیں ہیں برطانوی حکومت اور انڈین نیشنل کانگریس۔ جناح نے للکارک رکہا نہیں ایک تیسری جماعت بھی موجود ہے آل انڈیا مسلم لیگ!

لکھنؤ میں مسلم لیگ کا پچیسواں سالانہ اجلاس اکتوبر ۳۷ء میں منعقد ہوا اور اس شان سے ہوا کہ دوست دشمن دونوں حیران رہ گئے۔ جناح کے نعرے پر مسلمانان ہند نے لبیک کہی۔ لاہور سے یونینیسٹ حکومت کے ارباب حل وعقد بھی کشاں کشاں لکھنؤ پہنچے اور بظاہر بنگال و پنجاب کے وزیر اعلیٰ دونوں لیگ کے حلقہ بگوش بن گئے۔

لیکن جناح کے لئے اور قوم کے لئے ابھی مصیبتوں اور شدید آزمائشوں کے دس سال اور باقی تھے۔ اس وقت کسے معلوم تھا کیا ہونے والا ہے؟ مسلم اقلیت رائے صوبے بہت کچھ جاگ اٹھے تھے لیکن اصل ضروریات تو مسلم اکثریت والے صوبوں کی بیداری کی تھی۔ جناح نے یہ کٹھن کام اپنے ہاتھوں میں لیا! طوفان برپا تھا۔ "ترجمان حقیقت" عالم بقا کو سدھار چکا تھا۔ لیکن ادھر کارواں اپنے میر کارواں کی رہنمائی میں سیاست کے خوفناک بیابان میں سرگرم سفر ہو گیا کہ چلئے اب جو ہو سو ہو!

اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ: یادگار اقبال

علامہ اقبال کی وفات پر انجمن کی جنرل کونسل کا ایک خصوصی اجلاس نواب نثار علی خان کی صدارت میں ۲۵۔اپریل ۱۹۳۲ء کو صدر دفتر انجمن میں منعقد ہوا اور قرار پایا کہ

۱) انجمن حمایت اسلام لاہور کی جنرل کونسل کا یہ غیر معمولی اجلاس جناب علامہ اقبال محمد اقبال پی ایچ ڈی بار ایٹ لاء سابق صدر و لائف پریذیڈنٹ انجمن مرحوم مغفور کی وفات حسرت آیات پر دلی رنج و اندوہ کا اظہار کرتا ہے۔ اور ایسی شخصیت کی وفات کو جو اپنی اسلامیت اور قابلیت کی بناء پر بے عدیل تھی قوم وملت اسلامیہ کے لئے ایک ناقابل تلافی و جانکاہ صدمہ پہنچا ہے اور صمیم قلب سے دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور ان کے پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

۲) ریزولیشن نمبر ا کی نقلیں مرحوم کے پسماندگان واخبارات کو بھیجی جائیں

۳) حمایت اسلام کا ایک اقبال نمبر نکالا جائے

۴) یہ بھی فیصلہ ہوا کہ ان کے جلیل القدر و مدۃ العمر خدمات کے پیش نظر ان کی یادگار قائم کی جائے اور اس یادگار کی تشکیل اور تفصیلات کا فیصلہ بعد میں کیا جائے۔

خان صاحب شیخ محمد حسن نے یادگار قائم کرنے کے لئے ایک سب کمیٹی تشکیل دینے کی تجویز پیش کی جبکہ سر میاں فضل حسین نے فرمایا کہ ”ایسے بزرگوں کی یادگار قائم کرنے کے متعلق جو بین الاقوامی شہرت رکھتا ہے بہت جلدی کرنے چاہئے۔ شیخ محمد حسین نے تجویز پیش کی کہ ۲۱ اپریل کو ہر سال برسی منائی جانی چاہئے اور اس دن انجمن کے تمام اداروں میں تعطیل ہوا کرے۔

۱۴ مئی ۱۹۳۸ء کو منعقد ہونے والے جنرل کونسل کے اجلاس میں جو نواب مظفر خان

کی صدارت میں ہوا علامہ اقبال کی یادگار بنانے سے متعلق ایک ساتھ رکنی سب کمیٹی بنائی گئی جس میں چودھری محمد حسین، خان غلام رسول، خان بہادر نواب مظفر خان، مولوی غلام محی الدین، خان صاحب شیخ محمد حسن، ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین، شیخ عظیم اللہ، شامل تھے۔ مولوی غلام محی الدین نے کہا کہ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ علامہ اقبال کی اپنی کیا خواہش تھی اس وقت سرکاری، غیر سرکاری ہندو، سکھ، مسلمان ممبران پر مشتمل ایک سب کمیٹی لاہور میں بنی ہے جو پبلک لائبریری میں علامہ مرحوم کی یادگار مینا یک الگ شعبہ کھولنا چاہتی ہے۔ لیکن ڈاکٹر صاحب کی ہمیشہ یہ خواہش رہی ہے کہ اسلامی کالج میں ایک ''اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ'' قائم کیا جائے علامہ اقبال کی زندگی کا منشا بھی یہ تھا کہ اسلام کو صحیح رنگ میں نوجوانوں کے سامنے پیش کیا جائے ---اس لئے اسلامک ریسرچ انٹی ٹیوٹ کے سب سے زیادہ ضرورت ہے۔

اجلاس میں اقبال پرائز یا اقبال میڈل قائم کرنے اور انجمن کے اسلامیہ سکولوں میں کلاسوں میں جانے سے پہلے تمام طلبہ کو اقبال کا ترانہ ایک آواز میں پڑھنے کا فیصلہ بھی کیا گیا۔

۲ اگست ۱۹۳۸ء کے اجلاس میں جس کی صدارت نواب مظفر خان نے کی یہ بتایا گیا کہ اسلامیہ کالج کو مرحوم نے اپنی وصیت میں اپنی نادر کتابوں کا ایک متعد بہ ذخیرہ دینے کے بارے میں تحریر فرمایا تھا نیز اقبال ڈے (جنوری ۱۹۳۸ء) کے موقع پر مرحوم نے اسلاملک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے قیام کی خواہش ظاہر کی تھی اور اس مقصد کے لئے انہوں نے اپنی گرہ سے ایک سو روپے چندہ دینے کا اعلان فرمایا تھا۔ افسوس کہ تادم تحریر اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ تو قائم نہیں ہو سکا البتہ ''ایوان اقبال'' کے نام سے ایک ادارہ زیر تعمیر ہے جو حکومت پاکستان کے زیر انتظام بن رہا ہے اور علامہ مرحوم کی کتب کا ذخیرہ اسلامیہ کالج سول لائنز میں ''اقبال کولیکشن'' کے

نام سے موجود ہے!

لاہور اپنے بخت پہ نازاں ہے کیوں نہ ہو؟
آج اپنا مہمان ہے محمد علی جناح!

یہ تھا مسلمانان لاہور کا خیر مقدم اور ان کی پکار قائداعظم کے لئے جب مارچ ۱۹۴۰ء میں وہ آل انڈیا مسلم لیگ کے اہم ترین ستائیسویں سالانہ اجلاس کے لئے یہاں تشریف لائے۔ اس کڑے اور نازک وقت میں اسلامیان ہند کی تمام قوم تمنائیں اور عزم و ہمت سمٹ کر لاہور میں مرکوز ہو چکی تھیں۔ اور وہ خوب جانتے تھے کہ اس آزمائش کی گھڑی میں یہی ---''تصویر عزم، جان وفا، روح حریت'' ---ہے جو ان کے لئے ''ملت کا پاسباں'' ---''میر کارواں'' اور ---''تقدیر کی اذاں'' ---بن سکتا ہے!

ادھر قائداعظم کے نزدیک لاہور کی یہ اہمیت تھی کہ وہ پنجاب کو اسلامی ہند کا گویا دل سمجھتے تھے اور لاہور کو اس کی دھڑکن ۱۹۴۴ء میں جب لیگی اور یونینسٹ جماعتوں میں اختیار و اقتدار کی کشمکش شروع ہوئی اور یونینسٹوں نے جتایا کہ ہم تو صرف آل انڈیا معاملات میں لیگکے ساتھ ہیں اور بہتر ہے کہ لیگ ہمارے صوبے میں پاکستان کا پروپیگنڈا نہ کرے تو مسٹر جناح نے اسلامیہ کالج کے میدان میں (۱۲ اپریل کو) ایک پبلک جلسے میں لیگی مسلک کی وضاحت کرتے ہوئے۔ کہا کہ ''مسلم لیگ پاکستان کے قیام کے لئے بمبئی میں نہیں بلکہ پنجاب میں جدوجہد کر رہی ہے اور پنجاب ہی مجوزہ مملکت پاکستان کی محراب کا مرکزی پتھر ہے! اسی جلسے میں پنجاب مسلم لیگ کے صدر نے مسلمانان لاہور کو بتایا کہ ممکن ہے کہ عنقریب مسٹر جناح لاہور کو اپنی مستقل رہائش گاہ بنالیں۔ چنانچہ اسی سلسلے میں انہوں نے لاہور چھاؤنی میں اپنے لئے ایک کوٹھی بھی خرید لی۔ واقعہ یہ ہے کہ جب غلط اور غیر منصفانہ تقسیم ملک کی وجہ

سے پاک و ہند کی سرحد کا خط عین لاہور کے قریب کھینچ دیا گیا تو مسٹر جناح کی نگاہیں مجبوراً کراچی کی طرف اٹھیں ورنہ غالباً وہ لاہور ہی کو پاکستان کا دارالخلافہ بنانا چاہتے تھے۔

قائداعظم اور مسلمانان لاہور کے تعلقات دو طرح کے تھے۔ایک پبلک یا قومی تعلقات اور دوسرے پرائیویٹ یا ذاتی تعلقات۔ہم آج کی صحبت میں صرف ان کے پبلک تعلقات کا ذکر کریں گے۔یوں ان کو قومی معاملات سے اتنا شغف تھا کہ ان کی نجی یا انفرادی زندگی بھی بہت حد تک قومی یا جماعتی بن گئی تھی۔

دنیا جانتی ہے کہ ۱۹۴۰ء میں لاہور میں کیا ہوا؟ ایک نئی قوم کا ڈنکا بجا، ایک پرانے ملک کی کایا پلٹ گئی ایک نئی مملکت کا منصوبہ بندھا! منٹو پارک میں بادشاہی مسجد کے سامنے، اقبال کی آرام گاہ کے قریب پاکستان کی قرارداد کا بانگ دہل اعلان ہوا۔ اس کے بعد سات برس آئے اور ٹھہر ٹھہر کر گزر رے لیکن گئے اور لاہور کے اقبال کا پاکستان بمبئی کے جناح کے ہاتھوں کراچی میں وجود میں آگیا۔ اس لمبی قومی جدوجہد کی سرخیاں مختصر ہیں ۔۔۔۔ ۳۰ دسمبر ۱۹۳۰ء کو الہ آباد میں اقبال کے خطبہ صدارت میں پاکستان کا مطالبہ! ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور میں جناح کی قرارداد پاکستان!! ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو کراچی میں پاکستان کے حصول آزادی کا اعلان!!!

۲۵ مارچ ۱۹۴۰ء کو یونیورسٹی ہال لاہور میں یوم اقبال پر تقریر کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ ''اقبال نے ہندوستان کے مسلمانوں میں سیاسی اور قومی شعور پیدا کرنے میں بڑی زبردست خدمت سرانجام دی ہے۔جب میں ۳۶ میں پنجاب آیا تو پہلا شخص جسے میں ملا اقبال تھا۔اس وقت سے تادم مرگ وہ ایک چٹان کی طرح میرے ساتھ کھڑا رہا۔مسلمانوں کے لئے اقبال شیکسپیئر سے بھی بڑا تھا!''

قائداعظم مارچ ۱۹۴۱ء میں اسلامیہ کالج تشریف لائے جب پنجاب مسلم سٹوڈنٹس

فیڈریشن نے یکم مارچ کا لاہور میں ''پاکستان کانفرنس'' منعقد کرنے کا فیصلہ کیا اورصدارت کی درخواست قائداعظم سے کی جوانہوں نے خندہ پیشانی سے قبول کر لی۔ چنانچہ فروری کے پہلے ہفتے سے ہی کانفرنس کے انعقاد کی تیاریوں شروع کر دی گئیں۔قائداعظم کو ۲۸ فروری کی صبح کو آٹھ بجے شملہ میل سے لاہور پہنچنا تھا چنانچہ یکم مارچ کی صبح کو ہر طالب علم خاص طور پر اور عام شہری عام طور پر اسٹیشن تک راستہ کو دلہن کی طرح سجایا ہوا تھا۔

پاکستان کانفرنس کے جنرل آرگنائزر چوہدری محمد صادق، ایم۔اے، سیکرٹری مجلس استقبالیہ چوہدری نصر اللہ خان بی۔اے، ایل ایل بی، خزانچی حسین علی صوفی مقرر ہوئے۔وزیر اعظم بنگال جناب اے۔کے۔فضل الحق نے مندرجہ ذیل پیغام ارسال کیا:

''اگر فروری میں اسمبلی اور کونسل کے اجلاس ہو رہے ہیں تاہم میں فراغت حاصل کر کے پانچ چھ دن کے لئے دہلی آ رہا ہوں میں ضرور آپ کی کانفرنس میں شمولیت کی مسرت حاصل کر لوں گا۔

میرا دل اور دماغ آپ کے ساتھ ہے۔میری دلی خواہش ہے کہ آپ کی کانفرنس کامیاب ہو۔میں دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ مسلمانوں نوجوانوں کو ہندوستان کے مستقبل کی تعمیر کا معیار بنائے۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے جناب عبدالحمید مرزا (متعلم ایم۔اے اسلامیہ کالج) صدر پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے نام حسب ذیل پیغام ارسال فرمایا جس میں آپ نے تحریر فرمایا:

''میں آپ کی کانفرنس کے انعقاد کی اہمیت کا قلبی احساس رکھتا ہوں۔میں تجویز کرتا ہوں کہ اس کانفرنس کا نام ''پاکستان کانفرنس'' کی بجائے ''پروانشل مسلم

سٹوڈنٹس پاکستان کانفرنس رکھا جائے اور پھر آزادی سے آل انڈیا مسلم لیگ لاہور کے ریزولیوسن کی تائید کی جائے جو پاکستان کے نام سے لوگوں کے دلوں میں گھر کر چکا ہے۔ میں آپ کی نصیحت کرتا ہوں کہ آپ مردانہ وار اقدام کریں اور کانفرنس ضرور منعقد کریں میں کوشش کروں گا کہ سابقہ وعدوں او رمشاغل سے وقت بچا سکوں اور آپ کی کانفرنس میں شرکت کروں۔ میں صوبہ پنجاب کی اہمیت کو خوب سمجھتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ مسلمانان ہند کی قسمت اسی صوبہ سے وابستہ ہے لیکن مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہمارا مجاہد عزم کامل اور پختگی عمل کا آئینہ دار ہونا چاہئے۔

میں دس فروری یا اس کے قریب دہلی آرہا ہوں۔ آپ اور آپ کے ساتھی دہلی میں مجھ سے ملیں۔ آپ کی ملاقات میرے لئے بے حد باعث مسرت ہو گی"۔

روزنامہ انقلاب نے پاکستان کانفرنس کا مندرجہ ذیل پروگرام شائع کیا:

یکم مارچ ۱۹۴۱ (بروز ہفتہ)

قائد اعظم محمد علی جناح پورے آٹھ بجے صبح بروز ہفتہ لاہور پہنچیں گے۔ نو بجے اسلامیہ کالج گراونڈ میں "پرچم اسلامی" لہرائیں گے سبجیکٹس کمیٹی کا اجلاس ساڑھے تین بجے سے ساڑھے چار بجے تک ہو گا۔ پہلا کھلا اجلاس آٹھ بجے شام سے گیارہ بجے رات تک۔ تلاوت قرآن کریم۔ ترانہ ملی۔ خطبہ استقبالیہ، قائد اعظم کا خطبہ صدارت۔

۲ مارچ ۱۹۴۱ء (بروز اتوار)

پہلا اجلاس صبح ساڑھے نو بجے سے ڈیڑھ بجے تک۔ قراردادیں تقاریر طلباء تقاریر شیر سرحد سردار اورنگ زیب خاں، و نواب بہادر یار جنگ، دو بجے سے چار بجے تک

اسلامیہ کالج لاہور کا جلسہ تقسیم انعامات پنڈال میں ہوگا۔اور قائداعظم انعامات تقسیم کریں گے۔

خاص پروگرام

قائداعظم اور نواب بہادر یار جنگ پورے ساڑھے چھ بجے شام اتوار جامع مسجد آسٹریلین نزد ریلوے اسٹیشن لاہور میں تشریف لائیں گے۔نواب بہادر یار جنگ نماز مغرب پڑھائیں گے۔اس کے بعد قائداعظم خطبہ دیں گے۔موضوع: ہمارا سیاسی مستقل قرآن کی روشنی میں۔خطبہ سننے کے لئے مفت انتظام ہوگا۔لاؤڈ سپیکر نصب کئے جائیں گے خواتین کے لئے پردہ کا خاص انتظام ہوگا۔

دوسرا اجلاس

ساڑھے آٹھ بجے سے گیارہ بجے تک

قراردادیں: تقاریر: نوابزادہ لیاقت علی خاں۔سردار اورنگ زیب خاں۔نواب بہادر یار جنگ۔قائداعظم کی آخری تقریر۔

۳ مارچ ۱۹۴۱ء (بروز سوموار)

صبح نو بجے سے بارہ بجے تک عام ملاقاتیں۔شام چار بجے سے چھ بجے تک جناح گرلز کالج لاہور میں مسلم گرلز سٹوڈنٹس کا ایڈریس اور قائداعظم کا طالبات سے خطاب۔

پروگرام کے مطابق قائداعظم نے اسلامیہ کالج کو نوولی کشن صدارت کے فرائض انجام دینے کا وعدہ فرمایا۔یہ اعزاز بھی اسلامیہ کالج ہی کو حاصل ہوا کسی دوسرے کالج کو نہیں۔اس ضمن میں حمایت اسلام لکھتا ہے:

''یہ خبر انتہائی مسرت سے سنی جائے گی کہ ۲ مارچ ۱۹۴۱ء بروز اتوار تین بجے

بعد دوپہر اسلامیہ کالج میدان میں مسلمان ہند کے قائداعظم مسٹر محمد علی جناح اسلامیہ کالج لاہور کے جلسہ تقسیم انعامات کی صدارت فرمائیں گے اور اپنے دست مبارک سے طلبائے اسلامیہ کالج میں انعامات تقسیم کریں گے۔ گذشتہ سال کے کامیاب گریجوایٹوں کو بھی اسی جلسہ میں سندیں دی جائیں گی۔ مسلم نوجوانوں کی خوش قسمتی ہے کہ وہ اس موقع پر اپنے محبوب اور رفاضل قائد کے ارشادات عالیہ اور زریں نصائح سے مستفید ہوسکیں گے۔ قائداعظم کے قیمتی مشوروں کو سن کران پر عمل پیراہونا قوم کے اندرنئی روح عمل پھونکنے کے مترادف ہے''۔

قائداعظم کی لاہور میں آمد، شاندار استقبال اور پرچم لہرانے کی رسم کے بارے میں حمایت اسلام رقم طراز ہے:

''مسلمانان ہند کے قائداعظم مسٹر محمد علی جناح (صدر آل انڈیا مسلم لیگ) یکم مارچ ۱۹۴۱ء کی صبح کو فرنٹیئر میل سے لاہور پہنچیں گے۔ امید ہے کہ اس موقع پر زندہ دلان پنجاب اپنی روایتی زندہ دلی کا عملی ثبوت پیش کریں گے۔ قائداعظم اسلامیہ کالج کے میدان میں یکم مارچ کو ساڑھے آٹھ بجے صبح پرچم اسلام لہرانے کے رسم ادا کریں گے۔ بعد ازاں مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے مجوزہ اجلاس پاکستان کی صدارت کریں گے۔ اس تقریب سعید میں نواب زادہ لیاقت علی خاں، جنرل سیکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ نواب بہادر یار جنگ، محترمہ فاطمہ جناح ورسردار اورنگ زیب خاں بھی شامل ہوں گے۔ دہلی اور علی گڑھ سے مسلم طلباء کے دستے بھی جلسہ میں شریک ہونے کے لئے آرہے ہیں۔۔۔۔ لاہور کے مسلم طلباء اس سلسلہ میں جس مستعدی، سرگرمی اور تندہی سے کام کررہے ہیں وہ انہیں کا حصہ ہے۔ اس سلسلہ میں ان کی مساعی جمیلہ بے حد قابل تحسین اور لائق صد آفریں ہیں۔ ان کے ساتھ دہلی اور علی گڑھ مسلم طلباء کا اشتراک عمل بے حد حوصلہ افزا ہے۔ اللہ تعالیٰ

نوجوانوں کی مساعی حسنہ کو بار آور کرے''۔

سر سید احمد خاں مرحوم نے مسلمانان پنجاب کو ان کے اسلامی درد اور قومی سرگرمیوں کی وجہ سے ''زندہ دلان پنجاب'' کا صحیح خطاب دیا تھا۔ کیونکہ وہ ہمیشہ قومی خدمت کے میدان میں پیش پیش رہے ہیں۔ چنانچہ یکم مارچ ۱۹۴۱ء کو قائداعظم محمد علی جناح کی تشریف آوری پر انہوں نے اس امر کا تازہ ثبوت پہنچا دیا ہے کہ ان کے سینے محبت اسلام اور درد قوم سے لبریز ہیں۔ قائداعظم بھٹنڈا ایکسپریس سے تشریف لائے جو اتفاقاً لیٹ ہو گئی۔ لیکن مسلمان جو پلیٹ فارم کے علاوہ ریلوے سٹیشن کے اندر و باہر ہزاروں کی تعداد میں جمع تھے، ٹرین کی آمد تک پورے صبر و سکون کے ساتھ اپنے محبوب لیڈر اور قائداعظم کی آمد کے منتظر رہے۔ جس وقت گاڑی پلیٹ فارم پر پہنچی تو سارا اسٹیشن ''اللہ اکبر'' کے نعروں سے گونج اٹھا۔ اگر چہ ہجوم کا اندازہ دس پندرہ ہزار کے درمیان بیان کیا جاتا ہے لیکن بھیڑ بھاڑ کا یہ عالم تھا کہ دیر تک قائد اعظم کو باہر نکلنے کے لئے راستہ نہ مل سکا۔ الغرض مسلمانوں کا جوش محبت جنوں کا درجہ تک پہنچا ہوا تھا۔ آخر قائداعظم باجوں گاجوں اور پوری شان و شوکت کے ساتھ اسلامیہ کالج گراؤنڈ میں پہنچے جہاں انہوں نے ''پرچم اسلام'' لہرانے کی رسم ادا کرتے ہوئے حسب ذیل تقریر کی:

''آپ لوگوں نے مجھے پرچم اسلام لہرانے کی بہت بڑی عزت بخشی ہے۔ نیز میرا استقبال کرنے میں انتہائی محبت اور جوش کو ثبوت دیا ہے جس کا یہ عالم تھا کہ دیر تک مجھے سٹیشن سے باہر نکلنے کا راستہ بھی نہ مل سکا۔ مجھ سے اتنا پیار اور مجھ پر اتنا ظلم ہوا کہ مجھے عقبی دروازہ سے نکلنا پڑا۔ یہ سب پیار اور محبت کا نتیجہ ہی سہی لیکن کچھ تنظیم بھی ہونی چاہئے جس کی آج مسلمانوں کو خاص طور پر ضرورت ہے۔ آپ نے مجھے یہ عزت بخشی ہے کہ میں لاہور میں مسلم لیگ کا جھنڈا بلند کروں چنانچہ میں اس فرض کو

خوشی سے ادا کرتا ہوں۔

مسلم لیگ نے تین سال میں آپ کو ایک پلیٹ فارم دیا ہے اور صرف ایک پلیٹ فارم ہی نہیں دیا بلکہ ایک پروگرام بھی دیا ہے ہمارا مقصد ''لاہور ریزولیوشن'' کو حاصل کرنا ہے جسے عرف عام میں ''پاکستان'' کہتے ہیں مسلمانان پنجاب میں پاکستان کے لئے سب سے زیادہ جذبہ ہونا چاہئے کیونکہ پاکستان کے ذریعے سب سے زیادہ فائدہ مسلمانان پنجاب کو ہی پہنچے گا۔ اس میں شک نہیں کہ ہمارے کام میں روڑے اٹکانے والے بھی موجود ہیں۔ لیکن پاکستان کو اب کوئی انسانی طاقت نہیں روک سکتی۔ مسلم لیگ کے جھنڈے نے مسلمانان ہند کا نام ساری دنیا میں بلند کر دیا ہے آج سے تین سال پہلے مسلمانان ہند کو ہندوستان میں کوئی اہمیت نہ تھی لیکن آج مسٹر ایمرے (وزیر ہند) یہ کہنے پر مجبور ہوئے ہیں:

''نو کروڑ مسلمانان ہند کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا''۔

مسلم لیگ کی آواز اب اسلامی ممالک ہی محدود نہیں ہے بلکہ امریکہ تک بھی پہنچ گئی ہے اس سے پہلے کانگریس ہے مگر اب امریکہ والے یہ جاننا چاہتے ہیں کہ ہندوستان کا مسلمان کیا چاہتا ہے؟ آپ لوگوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ آپ کے دل میں ''پاکستان'' کے لئے ایسا جذبہ موجزن ہے کہ جسے کوئی طاقت روک نہیں سکتی''۔

مسلم لیگ کا پرچم لہرانے کے رسم ادا کرنے کے بعد قائداعظم ۲ مارچ ۱۹۴۱ء کو اسلامیہ کالج لاہور کے جلسہ تقسیم انعامات واسناد کی صدارت فرمائی جو تین بجے بعد دوپہر پاکستان کانفرنس کے وسیع وعریض پنڈال میں منعقد ہوا۔ اس سلسلے میں میں حمایت اسلام رقم طراز ہے:

''جلسہ میں ہزاروں کا ہجوم اور قابل دید رونق تھی۔ جب قائداعظم تشریف لائے تو

ہزار ہا حاضرین نے کھڑے ہو کر تعظیم کی۔ جلسہ کا افتتاح تلاوت قرآن مجید سے کیا گیا۔ خواجہ دل محمد ایم۔ اے پرنسپل اسلامیہ کالج نے سالانہ رپورٹ پڑھ کر سنائی جس میں کالج کی ترقیوں اور دیگر امتیازات اور کامیابیوں کا ذکر تھا"۔

قائداعظم نے اراکین انجمن کا شکریہ ادا کرنے کے بعد اپنے فاضلانہ ایڈریس میں فرمایا کہ:

"میرے سامنے اس کے سوا اور کوئی مقصد نہیں کہ میں اپنی قوم کی خدمت کروں۔ یہی میری سب سے بڑی آرزو اور تمنا ہے"۔

اور مزاحیہ انداز میں فرمایا کہ:

"یہ شکریہ زبانی نہیں بلکہ دل کی گہرائیوں سے نکلا ہوا ہے۔ مجھے خوش قسمتی یا بدقسمتی سے اس سے پہلے کبھی اس قسم کی ہیبت ناک رسم میں شریک ہونے یا ادا کرنے کا موقع نہیں ملا کیونکہ میں ایک ایسا شخص ہوں جسے کسی یونیورسٹی یا کالج سے کوئی ڈگری نہیں ملی۔ اس لئے میرے نزدیک آج کا دن ایک ایسا دن ہے جو زندگی میں شاذو نادر ہی آتا ہے۔ اسلامیہ کالج کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں طلباء کی ذہنی، روحانی اور دماغی ترقی اور تربیت کا نہایت اعلیٰ انتظام موجود رہے۔ رپورٹ میں پرانے مباحثے کا یہ فقرہ میرے لئے خاص طور پر جاذب ثابت ہوا ہے کہ موجودہ سیاست دان ہماری راہنمائی کے اہل نہیں ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھے آپ "پالی ٹیشن" سمجھتے ہیں یا "سٹیٹس مین" لیکن میں غالباً ایسے سیاست دانوں کے ذیل میں ہیں آیا اور آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میری اس کے سوا اور کوئی تمنا نہیں کہ اپنی قوم کی خدمت کروں"۔

آپ نے اسلامیہ کالج کے طلباء سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"اعلیٰ اور بلند کریکٹر (اخلاق) پیدا کرو کیوں کہ انسان کے لئے سب سے

ارفع و اعلیٰ چیز اخلاق (کریکٹر) ہے لہٰذا مضبوط کریکٹر اور راسخ عقائد پیدا کروں۔ کیوں کہ آئندہ کی قومی تعمیر کا انحصار تم پر ہے۔ تمہارا کریکٹر (اخلاق) ایسا ہونا چاہئے جس پر مادر وطن علم کو فخر ہو۔ آج آپ لوگ نئی زندگی میں داخل ہو رہے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ اس سے زیادہ وسیع میدانوں میں اپنے لئے عزت اور مادر وطن کے لئے نیک نامی حاصل کرو گے۔ بعض نوجوان یہ چاہتے ہیں کہ وہ محنت اور تکلیف کے بغیر دنیا کی اچھی چیزیں اور نعمتیں حاصل کر لیں۔ لیکن یاد رکھو کہ محنت کے بغیر کوئی چیز حاصل نہیں ہو سکتی۔

اختلافات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ہم سب کو اسلامیہ کالج کی بہبودی اور ترقی کی لئے متحد العمل ہونا چاہئے اور جان توڑ کر کوشش کرنی چاہئے"۔

پاکستان کانفرنس کا دوسرا اجلاس ۲ مارچ ۱۹۴۱ء کو دس بجے صبح قائد اعظم محمد علی جناح کی صدارت میں شروع ہوا۔ جس وقت قائد اعظم، نواب زادہ لیاقت علی خاں، جنرل سیکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ، چودھری خلیق الزمان نواب سر شاہنواز ممدوٹ، نواب سعد اللہ خاں اور مس فاطمہ جناح کے ہمراہ تشریف لائے تو سارا پنڈال نعرہ ہائے تحسین سے گونج اٹھا۔ مجمع بڑھتے بڑھتے ستر اسی ہزار تک پہنچ گیا۔ اجلاس کی کاروائی تلاوت قرآن مجید سے شروع ہوئی بعد ازاں چشتی صاحب نے قائد اعظم کی شان میں اپنی نظم

ملت کا پاسباں ہے محمد علی جناح

اس دلکش اور دل آویز انداز میں پڑھ کر سنائی کہ حاضرین عش عش کر اٹھے۔ اس کے بعد انجمن خالدیہ نے آپ کی خدمت میں منظوم سپاس نامہ پیش کیا جس کے بعد ایم۔ اے۔ او کالج امرتسر اور لائل پور کے طلباء نے ایڈریس پیش کئے۔ بعد ازاں قائد اعظم خطبہ صدارت کے لئے کھڑے ہوئے تو چند منٹ تک سارا پنڈال "قائد اعظم

زندہ باد' 'مسلم لیگ زندہ باد' 'اور' 'پاکستان زندہ باد' ' کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھا۔ قائداعظم نے اپنی تقریر دل پذیر کے آغاز میں کارکنان پاکستان کانفرنس او رحاضرین کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا:

' 'مسلمان ہندوستان میں اقلیت میں نہیں ہیں بلکہ وہ ایک مستقل قوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ایک مستقل قوم کے لئے سلطنت اور ملک کی ضرورت ہے۔ وہ ملک یا زمین کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی جس پر اسے حکومت حاصل ہونی چاہئے۔ پاکستان ریزولیوشن (قرارداد) سے ہمارا مطلب یہی ہے' ' مسلم لیگ کے گذشتہ تین سال میں جو کام کیا، اس کا حوالہ دیتے ہوئے قائداعظم نے کہا کہ مسلم لیگ نے گزشتہ تین سالوں میں مسلمانان ہندوستان کو ایسے طریق پر منظم کرلیا ہے کہ ان کی تنظیم اب نہ صرف قابل تحسین وتعریف ہی ہے بلکہ وہ ان کے لئے قابل فخر اور اغیار کے لئے حیرت افزاء ہوگئی ہے۔ کیونکہ تین سال کے قلیل عرصہ میں نو کروڑ مسلمانان ہند کی تنظیم کا کام ایسے ٹھوس طریقہ سے عمل میں آیا ہے کہ وہ آج ایک جھنڈے تلے، ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو چکے ہیں۔

ہندو لیڈروں کی نکتہ چینی کا حوالہ دیتے ہوئے قائداعظم نے فرمایا:

' 'وہ اسی پرانی سر پر رقص کر رہے ہیں یا بالفاظ دیگر اسی پرانی لکیر کو پیٹ رہے ہیں کہ مسلمان ملک کی ایک اقلیت ہیں اور وہ جمعیت الاقوام (لیگ آف نیشنز) کے اصول کے مطابق ان کے لئے وہی حقوق منظور کرنے پر تیار ہے جو جمعیت الاقوام کے آئین میں ۔۔۔اقلیتوں کے لئے مقرر ہیں لیکن میں اپنے ہندو دوستوں سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جمعیت الاقوام اب مردہ ہو چکی ہے۔ میرے یہ دوست کیوں اس حقیقت کو نظر انداز کر رہے ہیں کہ دنیا ہر ہفتہ، اور ہر مہینہ میں تبدیل ہو رہی ہے۔ یہ امر روز روشن کی طرح ظاہر اور باہر ہے کہ ہم اقلیت میں نہیں بلکہ ایک مستقل قوم ہیں

جس کو ملک اور سلطنت کی ضرورت ہے کیونکہ ''قوم'' ہوا میں نہیں رہ سکتی۔اس کے پاس

کوئی رائل روڈ نہیں

پاکستان کے سلسلہ میں کام کرنے والی طلباء کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے قائد اعظم نے فرمایا:

''سلطنت مغلیہ کے زوال اور انحطاط کے بعد یہ بہت بڑا اور مشکل ترین کام ہے جو آپ لوگوں نے اختیار کیا ہے۔آپ مخالفانہ نعروں اور معاندانہ جذبات سے ہرگز متاثر اور دل شکستہ نہ ہوں۔ہم اس وقت ایک شکستہ اور افتادہ قوم کی حیثیت رکھتے ہیں لیکن آض ہمارے سامنے یہ سوال ہے کہ ایک گری ہوئی قوم کو کس طرح ابھارا اور اٹھایا جا سکتا ہے؟تم اب بیدار ہوئے ہو اور تم نے ابھی آنکھیں کھولی ہیں۔تمہاری راہ مشکل اور منزل کٹھن ہے اور تم ایک نازک دور سے گزر رہے ہو۔تم کس طرح اپنی منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہو۔اس کے لئے کوئی شاہی سڑک نہیں ہے۔ہاں تین ستون ایسے ہیں جو ایک قوم کو حکومت کے دلانے کے قابل بنا دیتے ہیں۔

ان میں پہلا نمبر تعلیم کا ہے جس کے بغیر کوئی قوم قائم بلکہ زندہ نہیں رہ سکتی۔ثانیاً کوئی قوم اپنے آپ کو کار آمد نہیں بنا سکتی جب تک کہ اس کی اقتصادی حالت مضبوط نہ ہو۔جب کوئی قوم اپنی تعلیمی اور اقتصادی حالت درست کرے تو پھر اسے بیرونی حملوں کا مقابلہ کرنے اور اندرونی امن وسکون قائم رکھنے کے لئے اپنے آپ کو تیار کرنا چاہئے۔یہی وہ تین ستون ہیں جن پر کسی قوم کی بقاء وحیات کا دارومدار ہے لیکن تم آج ان تینوں پہلوؤں میں اقوام عالم کی صف میں نیچے اور پیچھے کھڑے ہو۔مسلمانوں کو تعلیم یافتہ بنانے کے لئے بہت کچھ کرنا باقی ہے۔اقتصادی لحاظ سے مسلمان غریب اور نادار ہے۔قومی تحفظ کے سلسلہ میں مسلمان کمزور ہے ذیل میں

آپ کے لئے پروگرام عینی لائحہ عمل دیا جاتا''۔

پاکستان سکیم کے مخالفوں کا حوالہ دیتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا:

''مجھے پورا یقین ہے کہ جو لوگ آج پاکستان کے مخالف ہیں، ایک دن اس حقیقت شناسا اور اس کے معترف ہو جائیں گے کہ ہندوستان کی سیاسی الجھنوں کا واحد حل یہی ہے''۔ حکومت کے لئے اپنی سلطنت چاہئے اور یہی ہمارا مطالبہ ہے''

موجودہ جنگ

موجودہ جنگ اور مسلم لیگ کے رویے کا ذکر کرتے ہوئے قائداعظم نے کہا:

''حکومت برطانیہ کے ساتھ ہمارے کیسے اور کتنے ہی اختلافات کیوں نہ ہو ہم اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے کہ ہندوستان خطرہ میں ہے۔ پس ہم کوئی ایسا اقدام نہیں کریں گے جو جنگی سرگرمیوں کے راستہ میں روڑا اٹکائے یا حکومت برطانیہ کو پریشان کرے''۔

پاکستان سکیم کے مخالفوں کا بار دیگر ذکر کرتے ہوئے قائداعظم نے فرمایا:

''مسٹر گاندھی کہتے ہیں کہ پاکستان کا مطلب تقسیم ہند ہے لیکن میں ان سے پوچھتا ہوں کہ ہندوستان کبھی متحد تھا؟ مسٹر گاندھی کی نکتہ چینی صرف ہندوؤں کو خوف زدہ کرنے کے لئے ہے کہ ''ہم مادر وطن کے ٹکڑے ٹکڑے کرنا چاہتے ہیں''۔ مسٹر راجگو پال اچاریہ نے اس سے بھی عجیب تر نکتہ چینی کی ہے کہ ''پاکستان کا مطلب ایک بچہ کے دو ٹکڑے کو دینا ہے''۔ لیکن اس کے مطلب ''ایک گائے کو کاٹ کر دو ٹکڑوں میں تقسیم کر دینا ہے''۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ پاکستان کی سکیم مسلمانوں کے مفاد کے لئے نقصان دہ اور مضر ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ ہندو بھائی مسلمانوں کی خاطر پریشان نہ ہوں۔ میری ان سے یہی درخواست ہے کہ وہ ہمیں حال پر چھوڑ دیں اور اپنی فکر کریں۔ مجھے کوئی وجہ نظر نہیں آتی جس سے پاکستان اسلام کے خلاف ہو۔ میں کوئی

مولوی، مفتی تو نہیں لیکن اسلام کا ادنی خادم ہونے کی وجہ سے بھی اسلام کے پاک اصولوں سے واقف ہوں''۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ پاکستان سکیم اقتصادی لحاظ سے، نا قابل عمل ہے لیکن میرا اس نظریہ کے ساتھ بھی اتفاق نہیں ہے۔ہاں اگر ہمیں کوئی مشکل پیش آئی تو ہم اپنی چادر کے مطابق پاؤں پھیلائیں گے۔اقلیتوں کے لئے پاکستان کے ہر دو حلقوں میں کافی اور موثر تحفظات مقرر کر دیئے جائیں گے مسلم اقلیتوں کے حقوق کے متعلق بھی ہمیں کوئی خطرہ نہیں نہ ہم ڈرتے ہیں کہ ہندو ہمارے حقوق پر چھاپہ ماریں گے۔ اس کے بعد ہندو لیڈر اس خطرہ اور اندیشہ کا اظہار کر رہے ہیں کہ اگر ہندوستان کو تقسیم کر دیا گیا تو مسلمان تمام ہندوستان پر چڑھ دوڑیں گے اور ہندوؤں والا منطقہ محفوظ نہیں رہے گا۔کیا یہ ممکن ہے کہ بیس کروڑ کی آبادی پر سات کروڑ کی آبادی حملہ آور ہو؟ حقیقت یہ ہے کہ اس لئے پاکستان کے خلاف ہیں کہ وہ سارے ہندوستان پر ہندو راج کے متمنی ہیں اور مسلمانوں کو برطانوی سنگینوں کی امداد سے دبائے رکھنا چاہتے ہیں لیکن میں پوچھتا ہوں کیا مسلمان اس صورت حال کو برداشت کر سکتے ہیں؟

اس کے بعد قائداعظم نے تجویز کیا کہ:

''اگر ہندو امن وامان چاہتے ہیں تو انہیں ہماری تجاویز پر احتیاط کے ساتھ غور وخوض کرنا چاہئے۔اپنے معاندانہ نعروں، حاسدانہ الفاظ اور طرز عمل کو ترک کر کے اگر وہ ہماری تجاویز پر احتیاط سے غور کریں گے تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ پاکستان کی سکیم سے تمام پارٹیوں کا تعلق ہے۔میں یقین دلا سکتا ہوں کہ مسلم انڈیا ان کے لئے شمالی سرحد کی حفاظت کرے گا، ہم جب شمالی سرحدات کی حفاظت کریں گے تو میں امید کرتا ہوں کہ جنوب اور مغرب میں یہی ہندو ادا کریں گے۔

آؤ کہ ایک دوسرے کے دوست بن جائیں اور نیک ہمسایوں کی طرح زندگی گزاریں تاکہ بیرونی دنیا یہ کہنے پر مجبور ہو کہ ہندو اور مسلمان ہندوستان کے دو بازو ہیں۔ اگر ہم نے یہ موقع کھو دیا تو پھر یہ موقع کبھی ہاتھ نہیں آئے گا۔ اب ہر شخص سمجھ جائے گا کہ پاکستان سے ہمارا مطلب کیا ہے اگر ہم نے یہ جنگ ہار دی تو ہر ایک چیز ہار دیں گے''۔

پاکستان میں سکھوں کی پوزیشن

پاکستان میں سکھوں کی پوزیشن کے متعلق قائداعظم نے فرمایا:

''سکھوں کی شاندار قوم کے متعلق ایک لفظ کہنا چاہتا ہوں۔ میں نہیں سمجھتا کہ ہمارے سکھ بھائی پاکستان سے کیوں ڈرتے ہیں میں ان سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس سکیم کو غور و خوض سے مطالعہ کریں۔ سکھوں کی پوزیشن پاکستان میں یونائیڈ انڈیا فیڈریشن کی نسبت بہت بہتر ہوگی''۔

نومبر ۱۹۴۲ء میں قائداعظم نے پنجاب کا دورہ کیا۔ جب وہ لاہور تشریف لائے تو اسلامیہ کالج کے طلبہ نے انہیں دعوت دینا کہ آن کے افکار اور نظریات سے مستفید ہوں۔ قائداعظم نے یہ دعوت قبول فرمائی ریواز ہوسٹل میں تقریب کا اہتمام کیا گیا جس میں طلبہ کے علاوہ دو سو کے لگ بھگ معززین نے شرکت کی۔

چنانچہ ۲۳ نومبر ۱۹۴۲ء کو اسلامیہ کالج لاہور کے طلباء کی طرف سے جناب ظہور عالم شہید نے قائداعظم کی خدمت میں سپاس نامہ پیش کیا۔ قائداعظم نے سپاس نامے کے جواب میں فرمایا:

''میں پہلے لاہور میں ۱۹۳۶ء میں اور پھر ۱۹۴۰ء میں مسلم لیگ کے جلسوں کے سلسلے میں آیا۔ ۱۹۴۰ء میں مسلم لیگ کے جلسوں کے سلسلے میں آیا۔ ۱۹۴۰ء میں لاہور میں پاکستان کا ریزولیشن پاس ہوا۔ ۱۹۴۱ء میں پھر یہاں آیا جب کہ آپ

نوجوانوں نے ہمت دکھائی اور اپنی کانفرنس میں پاکستان کی حمایت کی ۔ میں نے آپ کے لیڈروں سے بات چیت کی اور تجاویز پیش کیں جن پر نوجوانوں نے عمل کیا اور اس کا نتیجہ آج آپ دیکھ رہے ہیں ۔ جب میں ۱۹۳۶ء میں لاہور آیا تو صرف تین ہزار نفوس میری تقریر سننے کے لئے جمع ہوئے تھے مگر ہفتہ والے اجلاس میں ایک لاکھ سے زیادہ لوگوں نے میری تقریر دہلی دروازہ کے باہر سنی۔ پنجاب کے دورہ کے دوران میں جہاں جہاں گیا، ریلوے اسٹیشنوں پر مجھے سینکڑوں کسان اور مزدور ملے جو سمجھتے ہیں کہ پاکستان کے کیا معنی ہیں ۔اگر چہ ہندو لیڈروں نے پاکستان کو ابھی نہیں سمجھا۔

نیشن (قوم) کی زندگی کے تین ہتھیار ہوتے ہیں ۔قلم، تلوار اور تجارت قلم چلانا تو آپ کا روزمرہ کا کام ہے اور تلوار کے بھی آپ دھنی ہیں کیونکہ تلوار تو آپ کے خون میں ہے لیکن آپ تجارت اور صنعت کے مسئلہ کو نہیں سمجھتے اور یہ طرز تعلیم کا نقص ہے ۔مسلم درس گاہوں نے بی ۔اے اور ایم ۔اے پیدا کئے ہیں جنہیں اچھی ملازمتیں نہیں ملتیں ۔

جاپان نے کس طرح گزشتہ تیس سال میں اپنے سرمایہ داروں کی امداد سے تجارت میں ترقی کی اور اب جاپان تجارت کے لحاظ سے بہترین ترقی یافتہ ممالک میں شمار کیا جاتا ہے۔

آپ کمرشل اسکولوں میں بنکنگ ،تجارت اور شارٹ ہینڈ وغیرہ کی تعلیم حاصل کریں جس سے مارکیٹ میں آپ کی قیمت بڑھ جائے گی۔

انجمن حمایت اسلام کا ۵۳ واں سالانہ اجلاس ۲۷ ، ۲۹ نومبر ۱۹۴۲ء کو اسلامیہ کالج کے وسیع و پر فضا میدان میں نہیں نہایت تزک و احتشام سے منعقد ہوا۔میدان میں ایک عظیم شان پنڈال تیار کیا گیا جس میں بیک وقت بیس ہزار آدمیوں کے بیٹھنے کی

گنجائش تھی ۔ داخلہ بذریعہ ٹکٹ تھا خاص درجہ کے لئے دس روپے، درجہ اول کے لئے پانچ روپے، درجہ دوم کے لئے دو روپے اور پنج کے لئے آٹھ آنے ،فرش کے لئے داخلہ مفت تھا اسی طرح خواتین لئے داخلہ مفت تھا لیکن انہیں دعوت نامے جاری کئے گئے تھے،ان کے لئے پردہ کا خاص انتظام تھا۔

اس اجلاس کی قابل ذکر خصوصیت یہ تھی کہ نواب الحاج محمد حمید اللہ خان فرمانروائے بھوپال نے اس کی صدارت فرمائی اور زنانہ اسلامیہ کالج (کوپر روڈ) کا افتتاح فرمایا نواب صاحب ۲۷ نومبر ۱۹۴۲ءکو بذریعہ سپیشل ٹرین لاہور پہنچے پلیٹ فارم پر ہزاروں فرزندان توحید نے ''اسلام زندہ باد''پاکستان زندہ باد تاجدار بھوپال زندہ باد اور تکبیر کے فلک بوس نعروں کے بعد موصوف گورنر ہاؤس تشریف لے گئے نماز جمعہ انہوں نے بادشاہی مسجد میں ادا کی نماز سے فارغ ہوکر علامہ اقبال کے مزار پر فاتحہ پڑھی اور سر سکندر حیات، سر لیاقت حیات خان اور نواب مظفر خان کے ہمراہ واپس گورنر ہاؤس آ گئے۔

۲۷ نومبر ۱۹۴۲ء بروز جمعۃ المبارک کے پہلے اجلاس کی صدارت نواب نثار علی خان نے فرمائی ۔انہوں نے صدارتی تقریر میں فرمایا:

''یہ سیشن انجمن کی تاریخ میں ایک نہایت اہم سیشن ہے ۔اس سیشن میں زنانہ اسلامیہ کالج کی بلڈنگ کی بنیاد رکھی جارہی ہے اور ایک نیا چیپٹر انجمن کی تاریخ میں شامل ہورہا ہے ۔مردانہ اسلامیہ کالج کی بلڈنگ کا سنگ بنیاد اعلیٰ حضرت امیر حبیب اللہ خان شاہ افغانستان نے رکھا تھا اور اب زنانہ اسلامیہ کالج کا سنگ بنیاد ہز ہائی اعلیٰ حضرت تاجدار بھوپال کے مبارک ہاتھوں سے رکھا جارہا ہے مجھے امید ہے کہ جیسا مردانہ اسلامیہ کالج پھلا اور پھولا اور آئندہ اس سے بھی زیادہ پھلے پھولے گا ہمارا زنانہ اسلامیہ کالج بھی جس کی تعمیر کا سنگ بنیاد نواب صاحب بھوپال رکھ رہے

ہیں۔اسی طرح پھولے اور پھلے گا‘‘۔

دوسرے اجلاس کے صدر نواب صاحب بھوپال نے فرمائی۔ان کے ساتھ سر سکندر خان سٹیج پر رونق افروز تھے۔موقعہ کی مناسبت سے خواجہ دل محمد ایم اے سابق پرنسپل اسلامیہ کالج نے ’’جہان نو‘‘ کے عنوان سے ایک نظم اپنے مخصوص انداز میں پیش کی جس کا آخری مصرع یوں تھا:

یہ قصر علم ہقوم کے بنائے نام و ننگ ہے

انہوں نے فرمایا:

جہان نو میں چاہئے خدا بھی ہو رسول بھی
ہو سیرت علی کے ساتھ اسوہ بتول بھی
یقین بھی اعتماد بھی ہو دین بھی اصول بھی
ہیں راہ تار زندگی میں پھول بھی ببول بھی

’’حکیم الامت دختران ملت کے لئے جو بصیرت افروز نسخہ تجویز کیا تھا وہ یہ تھا کہ نساء السام کے لئے قرآنی معارف و تہذیب اور دور حاضر کے ضروری اور قابل استفادہ علوم و فنون کی ایک مستقل یونیورسٹی قائم کی جائے اور اس مقصد کے اجراء و تکمیل کے لئے فرمان فرمیان بھوپال کی روایتی معارف پروری کے پیش نظر حضور والا کی ذات عالی صفات کی طرف رجوع کیا‘‘

اس کے بعد انہوں نے بتایا کہ:

’’بطور آغاز مقصد جون ۱۹۳۹ء میں زنانہ ڈگری کالج کا اجراء کیا۔۔۔ایف اے اور بی اے کی جماعتیں فوراً جاری کر دی گئیں۔مردانہ اسلامیہ کالج کو اس کے ایک عمدہ ہوسٹل سے محروم کر کے اسے زنانہ کالج اور ہوسٹل دونوں کے کام میں لایا گیا۔ایک سال بعد اسنہ شرقیہ کا شعبہ بھی کھول دیا گیا۔دو سال بعد بی۔ٹی کلاس کھل گئی۔اس

مختصر عرصہ (چار سال میں) طالبات کی تعداد اڑھائی سو متجاوز ہو گئی۔

سینما دیکھنا ممنوع ہے۔ لباس ایک سادہ یونیفارم ہے۔ صوم وصلوۃ کی پابندی پر زور دیا جاتا ہے۔ رمضان میں صلوۃ تراویح کے لئے ایک حافظ مقرر ہے جو مسلسل تین سال سے قرآن پاک سنا رہی ہے۔ کالج کی تعلیمی اور ثقافتی سرگرمیاں روز افزوں ہیں۔ اسلامک سٹڈی سرکل، بزم ادب اقبال سٹڈی سرکل، دائرہ عربیہ، ہسٹاریکل سوسائٹی سب طالبات کے اپنے قائم کردہ حلقے ہیں۔ انٹر کالجیٹ مباحثے منعقد ہوتے ہیں ابتدا ہی سے کالج نے ایک رسالہ محمل نامی جاری کر دیا۔ دارالاقامہ میں اکانوے لڑکیوں کے لئے گنجائش ہے جبکہ اس وقت تعداد سو سے متجاوز ہے حکومت پنجاب نے کالج کے لئے پانچ ہزار روپے سالانہ کی مستقل گرانٹ اور پینسٹھ ہزار روپے کی گرانٹ بطور بلڈنگ گرانٹ دی ہے۔ زنانہ کالج پر ڈیڑھ لاکھ روپے خرچ آئے گا''۔

اس کے بعد فرماں روائے بھوپال نے سپاس نامے کا جواب دیتے ہوئے مفکر اسلام علامہ اقبال کو زبردست خراج تحسین پیش کیا، انجمن کی علمی ادبی تعلیمی اور مذہبی خدمات کے اعتراف میں انجمن کو مبارکباد دی اور زنانہ اسلامیہ کالج کے لئے بیس ہزار روپے کی عطیے کا اعلان کیا بعد ازاں انہوں نے زنانہ اسلامیہ کالج کا سنگ بنیاد رکھا۔

کیم اپریل ۱۹۴۴ء کو حضرت قائد اعظم نے اسلامیہ کالج لاہور کے اساتذہ اور طلباء کے ایڈریس کے جواب میں پنجابی مسلمان کی بہت تعریف کی لیکن کہا:

''اس میں کیریکٹر کی کمی ہے۔۔۔ پنجاب میں پبلک میں لائف کا معیار بہت پست ہے اور مسلمان بہ حیثیت قوم کچھ حاصل نہ کر سکیں گے جب تک افراد قوم کے لئے قربانیاں دینے پر تیار نہ ہو جائیں۔ پنجابی مسلمانوں کی کہانی دردناک ہے۔

اگر چہ پنجاب میں مسلمان اکثرتے میں ہیں مگر دوسرے لوگ کامیابی کے ساتھ ان کو دھوکہ دے کر خوب ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں“۔

۲ اپریل ۱۹۴۴ء کو حضرت قائداعظم نے اسلامیہ کالج لاہور کے وسیع میدان میں ایک عام جلسہ میں جو نواب ممدوٹ کی صدارت میں منعقد ہوا، اردو زبان میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

”پنجاب میں مسلم لیگ کو اتنا مضبوط بناؤ کہ تم ان اسمبلی کی ممبروں اور وزیروں کی خوب گوشمالی کر سکو جو اگرچہ تمہارے خادم ہیں لیکن تمہاری طرف مطلق توجہ نہیں کرتے۔ محض یہ شکایت کرتے رہنا کہ مسلم لیگ پر نوابوں اور امیروں کا قبضہ ہے، فضول ہے۔ آؤ اور مسلم لیگ کے ممبر بنو اور اسے مضبوط بناؤ۔ چابی تمہارے ہاتھ میں ہے، جسے چاہو اپنی گدی پر بٹھاؤ جسے چاہو اتار دو۔ موجودہ مسلم ممبران اسمبلی کو تمہیں نے ووٹ دے کر ممبر بنایا۔ اب وہ مزے سے اسمبلی میں بیٹھے ہیں اور وزارء کی پشت پناہ میں ہیں۔ اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ ابھی سے آئندہ انتخابات کی تیاریاں شروع کر دو اور خدا کے فضل سے ہم اس بات کا خوب اندازہ کریں گے کہ ہمارے نئے نمائندے سچے اور دیانت دار آدمی ہوں جو خود غرض نہ ہوں بلکہ جن کے پیش نظر صرف اپنی قوم کی خدمت ہو“۔

سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے قائداعظم نے فرمایا:

”ہم سے کہا جاتا ہے کہ پنجاب مسلم لیگ کے ساتھ ہے اور آل انڈیا معاملات میں مسلم لیگ کا ساتھ دے گا لیکن جہاں خود پنجاب کا تعلق ہے وہاں پنجاب محض پنجابیوں کے لئے ہے۔ یہ ایک عجیب وغریب بات ہے۔ مسلم لیگ اس لئے جدوجہد نہیں کر رہی ہے کہ ”پاکستان“ کی اصل بنیاد پنجاب ہے۔ یہ ایک عجیب حال ہے کہ جہاں تک اقلیتوں والے صوبوں کا تعلق ہے وہ تو پاکستان کے لئے اپنی

جائیں تک دینے کا تیار ہیں لیکن پنجاب میں مجھ سے کہا جاتا ہے کہ جہاں تک پنجاب کا تعلق ہے پنجاب کو اپنے حال پر چھوڑ دو اور یہاں پاکستان کا پروپیگنڈہ نہ کرو۔ اگر ہم یہاں پروپیگنڈہ نہ کریں تو اور کہاں جا کر کریں؟ پنجاب کے بغیر پاکستان ہیچ و بے معنی ہوگا۔ پاکستان نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ ہندوؤں اور سکھوں کے لئے بھی مفید ہوگا۔ راج گوپال اچاریہ کی طرح اور بھی ہندو ہیں جو دراصل پاکستان کی حامی ہیں لیکن جن میں اتنی ہمت نہیں کہ اپنا خیال ظاہر کر سکیں''۔

قائد اعظم نے ان نوابوں اور بڑے آدمیوں سے جو مسلم لیگ میں شامل ہیں درخواست کی کہ:

''وہ اعلان کریں کہ وہ ہر طرح غریبوں کے ساتھ دیں گے اور انہیں کو اب منظم کریں گے''۔

آخر میں قائد اعظم نے فرمایا:

''میں خوش ہوں کہ مسلمان حالات کو سمجھنے لگے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ آہستہ آہستہ اور بھی اچھی طرح سمجھنے لگیں گے''۔

پروفیسر ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار سابق صدر شعبہ اردو پنجاب یونیورسٹی اورنٹیل کالج نے اس تقریب کا نقشہ مندرجہ الفاظ میں کھینچا ہے۔

''۱۹۴۴ء میں لاہور میں پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی ایک کانفرنس ہوئی جس میں قائد اعظم بھی تشریف لائے۔ شوق نظارہ ہمیں بھی کھینچ کر امرتسر سے لاہور لے آیا۔ کانفرنس کا وسیع پنڈال اسلامیہ کالج ریلوے روڈ کے میدان میں مبارک مسجد کے سامنے بنایا گیا تھا۔ نماز عصر کے بعد نواب افتخار حسین ممدوٹ نے پرچم کشائی کی رسم ادا کی۔ اس موقع ہر جوان سال سید قسم رضوی نے ایک پر جوش تقریر کی تھی وہ

اس کانفرنس کی روح رواں تھی ۔ راتے کے وقت کانفرنس میں قائداعظم نے اپنا خطبہ ارشاد فرمایا ۔ یہ خطاب انگریزی میں تھا ۔ کانفرنس کا وسیع و عریض پنڈال سامعین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ اس میں ہر طرح اور ہر سطح کے لوگ تھے ۔ پڑھے لکھے بھی تھے اور ان پڑھ بھی لیکن ہمہ تن مستغرق ۔ تقریر کا مفہوم سمجھ میں آ رہا ہے یا نہیں لیکن کیا مجال جو کہیں سے معمولی کھانسنے کی بھی آواز آئے ۔ ان ڈراپ سائنس کا اس سے بہتر نمونہ کہیں دیکھا ۔ یہ ضرور تھا کہ دور دور طلباء کے ایسے گروپ بن گئے تھے جو قاعداعظم کی تقریر کا مفہوم ان پڑھ لوگوں کو اپنی زبان میں بتاتے جا رہے تھے لیکن اتنی آہستگی اور سلیقے سے کہ پنڈال کی مجموعی فضا پر اس کا کوئی اثر نہ پڑے ۔ عقیدت، فریفتگی اور نظم و ضبط کا یہ عجب سماں دیکھا ۔ قائداعظم کے لہجے کا زیر و بم فضا میں تحلیل ہو کر ساعت پر چھایا ہوا تھا ۔ دھیمے اور پروقار انداز میں وہ اپنا استدلال پیش کرتے ہوئے کہیں کہیں فیصلہ کن موقعوں پر بارعب اور کڑک دار آواز میں بولتے تو سامعین کے رگ و پے میں برقی رو کا ارتعاش پیدا کر جاتے ۔ قائداعظم کی شستہ زبان، منطقی لحاظ سے مربوط اور مدلل تقریر سننے کو میں اپنی زندگی کا حاصل سمجھتا ہوں"۔

۱۹۴۵ء میں قائداعظم دورہ پر لاہور وارد ہوئے تو انہوں نے نواب افتخار حسین ممدوٹ والا واقعہ ڈیوس روڈ پر قیام کیا۔ اس سال بعض ملت دشمن مساح ہو کر ان پر حملہ آور ہونے کی بدنیت سے ممدوٹ والا کی طرف چل دے مگر وہاں قائداعظم کو بخیریت پا کر اسلامیہ کالج کے ان طلباء نے اپنے راہنما کی حفاظت کا فیصلہ کر لیا اور اسلامیہ کالج کے بہادر طلباء کا ایک مسلح دستہ تشکیل دیا گیا جو ساری ساری رات ان کی خواب گاہ کی نگہبانی کرتا تھا اور تمام دن سایہ کی طرح قائداعظم کے ساتھ ساتھ لگا رہتا تھا۔ قائداعظم اسلامیہ کالج کے طلباء کے حفاظتی دستے سے اس قدر متاثر ہوئے

کہ اپنی ذاتی خواہش پر اس دستہ کے ساتھ ایک تصویر بنوائی۔ اسی سال انہوں نے اسلامیہ کالج لاہور کے طلباء کو کالج کے وسیع میدان میں خطاب بھی کیا۔

۱۷ جنوری ۱۹۴۶ء کو مسلم سٹوڈنٹس کے زیر اہتمام اسلامیہ کالج لاہور کے حبیبیہ ہال میں ایک ایک جلسہ منعقد ہوا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے صدارت فرمائی ۔مسلم طلباء کے سپاس نامے کا جواب دیتے ہوئے آپ نے فرمایا:

''پنجاب میں ملسم لیگ نے صرف پچھلے دواڑھائی سال سے صحیح معنوں میں آزادانہ طور پر کام شروع کیا ہے۔ اس سے پہلے نوکر شاہی کے ایجنٹ ایک لعنت بن کر مسلم لیگ کی حریت پسندی پر چھائے ہوئے تھے اور میں یہ دیکھ کر خوش ہوں کہ اس قلیل عرصہ میں پنجاب میں انقلاب کی ایک بے پناہ لہر دوڑ گئی ہے ہم یہاں انتخابات کے لئے آزاد ماحول چاہتے ہیں''۔

آپ نے نوجوانوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے فرمایا:

''اس میں کوئی شک نہیں کہ ہماری راہ میں مشکلات مائل ہیں لیکن حق اور انصاف کو ان باتوں سے کبھی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ پچھلے سات آٹھ سال سے کانگریس یہ دعویٰ کر رہی ہے کہ تمام ہندوستان کی ترجمان ہے، اس نے مسلم لیگ کو سرکاری ایجنٹ اور رجعت پسندوں کا ٹولہ کہہ کر غیر ممالک میں بدنام کرنے کی کوشش کی لیکن مرکزی اسمبلی میں مسلم لیگ کی سوفیصدی کامیابی نے ان کے جھوٹے دعووٗں کا پول کھول دیا ہے اور وہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں کی نمائندہ جماعت صرف مسلم لیگ ہے۔ کانگریس نے مرکزی اسمبلی کے لئے صرف دو مسلمانوں کو کانگریس ٹکٹ دیا اور باقی نشستوں کے لئے اس نے چند بے اصول لوگوں کی پشت پناہی کی اوان پر بلیک مارکیٹ سے کمائے ہوئے لاکھوں روپے صرف کر ڈالے لیکن نتیجہ جو کچھ نکلا اس سے تمام لوگ آگاہ ہیں۔ اب کانگریس خفت

مٹانے کے لئے نئے نئے بہانے تراش رہی ہے لیکن ظاہر ہے کہ اب کوئی بات بن نہیں سکے گی۔ ہمارے بعض نام نہاد نیشنلسٹ مسلمان بھائیوں نے انتخاب لڑنے کے بہانے کانگریسی سیٹھوں سے روپیہ تو ہتھیا لیا لیکن یہ سارے کا سارا روپیہ الیکشنوں پر خرچ نہ ہوا بلکہ کچھ نہ کچھ پس انداز کر لیا گیا۔ میں خوش ہوں کہ اسی بہانے ہمارے بعض بھائیوں نے اپنے ہاتھ بنئے کے روپے سے رنگ لئے۔ چونکہ اس شکست کے بعد کانگریس کا پردہ فریب تار تار ہو گیا ہے اس لئے اب مسٹر پٹیل نے یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ ہم نے یہ انتخابات پوری تیاری سے نہیں لڑے"۔

قائداعظم نے آخر میں اعلان فرمایا کہ:

"ہماری لڑائی ہندو سے نہیں۔ وہ بے چارہ تو ہماری طرح انگریز کا غلام ہے۔ ہم پاکستان انگریز سے بزور حاصل کریں گے۔ ہم اس کے لئے ہر طرح کی قربانی دینے کو تیار ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہندو ہم سے پاکستان کے اصول پر سمجھوتہ کرے میں غیر مبہم الفاظ میں اعلان کرتا ہوں کہ آزادی کا واحد حل پاکستان اور صرف پاکستان ہے۔

۲۲ مارچ ۱۹۴۶ء کو اسلامیہ کالج لاہور کے حبیبیہ ہال میں خطاب کرتے ہوئے قائداعظم نے فرمایا:

"آپ کو جن دقتوں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، اس کے مجھے احساس ہے لیکن کیا یہ کم خوشی کی بات ہے کہ ان تمام مشکلات اور رکاوٹوں کے باوجود آج اسمبلی کے اندر ہمارے ارکان کی تعداد اناسی ہے گویا ہم نے نوے فیصدی سے زائد مسلم نشستوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ آپ کی کامیابی نے نہ صرف مسلمانان پنجاب کی عزت بچالی ہے۔ بلکہ میں کہوں گا کہ پنجاب نے سارے ہندوستان کے مستقبل کو روشن کر دیا ہے۔

پاکستان ہمارا عقیدہ بن چکا ہے۔ ہمارا اوڑھنا بچھونا سب کچھ پاکستان ہے پاکستان اور ہندوستانی مسلمانوں کی ملی ہستی اب لازم وملزوم ہیں۔ اسلام کی بقا پاکستان کے قیام کے ساتھ وابستہ ہے اور ہمیں اپنے مذہب کا تحفظ کرنا ہے"۔

میں نے بنگال کے طول وعرض میں لاکھوں مسلمانوں سے خطاب کیا اور انہیں اتحاد کا ایک نشان ۔۔۔۔انگریزی حرف "یو" (U) کا نشان دیا جس کا مطلب "یونٹی" یعنی "اتحاد" ہے مسٹر چرچل جب کبھی اپنی قوم کے ہزاروں کو مخاطب کرتے تو ہاتھ کی دو انگلیوں سے "وی" (V) کا نشان بنا کر دکھایا کرتے تھے۔ میں آپ کو یہ نشان دیتا ہوں (اس موقع پر قائداعظم نے انگشت شہادت کو بلند کرتے ہوئے فرمایا:

"اسے دیکھو اور ایک ہو جاؤ۔ میرا یہی نشان ہے۔ مسلمانوں کی فلاح صرف اتحاد میں ہے۔ اگر ہم متحد ہو کر منظم ہو گئے تو ہمارا کوئی بال بیکا نہ کر سکے گا۔ ہر پاکستانی کو چاہئے کہ وہ اتحاد کے اس نشان کو لوح دل پر نقش کرے۔ اگر آپ متحد اور منظم ہو گئے تو فتح آپ کی قدموں میں ہو گی"۔

۲۴ مارچ ۱۹۴۶ء کو قائداعظم محمد علی جناح، صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے اسلامیہ کالج لاہور کے جلسہ تقسیم اسناد کی صدارت فرمائی آپ نے اپنے صدارتی خطبے میں فرمایا:

"میں مسلمان نوجوانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنی ذہنیتوں میں انقلاب پیدا کریں جس کی رو سے اسلامیان ہند اقوام عالم کی صف میں ایک ممتاز مقام حاصل کر سکتے ہیں۔ میں اپنے نوجوان دوستوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ انقلاب کی حدود میں سوچیں اور زندگی کے بارے میں اپنی ذہنیت اور انداز فکر میں تبدیلی کریں ۔ کالجوں اور یونیورسٹیوں سے ہزاروں نوجوان فارغ التحصیل ہو کر نکلتے ہیں جن کے سامنے "کلارک شپ" کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ میں آپ کو ہدایت کرتا ہوں کہ اپنے لئے نئے گوشے تلاش کریں اور نئے راستے پیدا کریں جہاں آپ نے صرف

اپنے لئے کوئی بہتر مقام پیدا کر سکیں بلکہ اپنی قوم کی خدمت بھی کر سکیں‘‘۔

قائداعظم نے تجارت اور صنعت پر زور دیتے ہوئے فرمایا:

’’تجارت اور صنعت کسی قوم کی بنیاد ہیں۔مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہم اس شعبہ میں بہت پیچھے ہیں۔اس کے علاوہ موجودہ دور میں سائنٹفک علم کی اشد ضرورت ہے۔حالات بڑی تیزی سے پلٹا کھا رہے ہیں اور ہم یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ زیادہ وقت ضائع کیا جائے۔آپ کو ابھی سے گوشہ میں تربیت حاصل کرنی چاہیے۔اگر آپ کے راستہ میں کسی قسم کی دقتیں پیش آئیں تو آپ کو ان پر غالب آنے کی کوشش کرنی چاہئے۔جس کے بعد ہم اقتصادی اعتبار سے اپنی قوم کو بنا سکیں گے جس طرح ہم نے سیاسی اعتبار سے اپنی قوم کی تعمیر کی ہے‘‘۔

قائداعظم نے اس امر پر زور دیا کہ:

’’اپنے نصب العین کے حصول کے لئے زبردست کریکٹر کی ضرورت ہے۔کسی آدمی کے کھرے کھوٹے کی پہچان زندگی کے ہر قومی شعبہ میں اس کے معیار اخلاق،اس کے اصولوں اور عناصر پر مبنی ہے جس کو ہم کردار یا سیرت کہتے ہیں‘‘۔

آپ نے کردار یا سیرت کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا:

’’سیرت سے مراد کئی نوع کی خصوصیات ہیں۔احترام النفس اور خودارادیت کا اعلیٰ ترین معیار اس میں داخل ہے یعنی انسان کی دنیاوی غرض کی خاطر اپنے اصول کو فروخت نہ کرے قومیں انہیں خصوصیات سے مرکب ہیں۔آزمائش کے وقت اگر آپ اپنی خصوصیات کو برقرار رکھتے ہیں تو پھر دنیا کی کوئی طاقت آپ کو نہیں مٹا سکتی‘‘۔

آپ نے مسلمانوں کی آخری کامیابی کا یقین دلاتے ہوئے بتایا:

''مجھ پر یقین رکھو کہ موجودہ رکاوٹیں، مشکلات رحمت سے مرکب ہیں یہ مشکلات ہمیں آگ اور خون سے گزرنے کے لئے تیار کردیں گی۔ہم اپنی آزادی کی جنگ کو کامیابی سے چلاسکیں گے۔آج تک دنیا کی کسی قوم نے قربانی اور ایثار کے بغیر کوئی چیز حاصل نہیں کی۔ہم اس بارے میں کیونکر مستثنے قرار دیے جاسکتے ہیں
۔

مصیبت یہ ہے کہ ہمارے اخلاقی انحطاط کا باعث ہماری انفرادی زندگی رہی ہے۔انفرادیت کو قومی مفاد میں جذب کردینا چاہئے۔آج ہم دنیا کی منظم ترین طاقت ہیں۔اگر آپ نیک نیتی سے کام کریں تو آپ کو بلاشبہ کامیابی حاصل ہوگی''۔

تحریک پاکستان کا پہلا شہید

اسلامیہ کالج کے شہد طالب علم محمد مالک کا قبل ازیں مختصراً ذکر کیا گیا ہے اس کی شہادت کی تفصیل پیش کرتے ہوئے روزنامہ انقلاب (۱۱ مارچ ۱۹۴۶ء صفحہ ۱۔۶ لکھتا ہے:

''مقامی کالجوں کے مسلم طلبہ نے ۹ مارچ ۱۹۴۶ء کو یونی نسٹ پارٹی کی سیاسی موت کا دن مناتے ہوئے ایک جنازے کا جلوس نکالا۔جلوس گول باغ سے مزنگ جانا چاہتا تھا تاکہ میاں محمد رفیق ایم ایل اے کے مکان کے سامنے مظاہرہ کریں جو مسلم لیگ کے ٹکٹ پر کامیاب ہوکر احرارمین شامل ہوگئے تھے جب یہ جلوس سول سیکریٹریٹ کے سامنے سے گزر کرسناتن دھرم کالج کے پاس پہنچاتو اچانک کالج کی بالائی منزل سے جلوس پر پتھراؤشروع ہوگیانیز مسلم طلبہ پر تیزاب کی بارش اور سوڈا واٹر کی بوتلیں بھی پھینکی گئیں پولیس نے بے بس ہوکر گولی چلادی۔سناتن دھرم کالج کے دو طلبہ شدید زخمی ہوئے۔اس خبر پر مسلمانوں کے بازار تو پہلے ہی بند تھے۔بعض ہندو

دوکانداروں نے بھی ہندو مسلم فساد کی خبر سن کر دوکانیں بند کر دیں ۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور ایس ایس پی فوراً موقع پر پہنچ گئے ۔ مسلم لیگی رہنما سردار شوکت حیات، راجہ غضنفر علی خاں میاں ممتاز احمد خاں دولتانہ، میاں افتخار الدین اور متعدد لیگی ارکان اسمبلی بھی وہاں پہنچ گئے ہزاروں مسلمان بھی وہاں جمع ہو گئے ۔ مسلم لیگی لیڈروں نے مسلم ہجوم کو پر امن رہنے کی تلقین کی ان اپیل پر جلوس منتشر ہو گیا اور زخمیوں کو ہسپتال پہنچا دیا گیا ۔

اس روز تمام اسلامیان لاہور نے پر امن مظاہرہ کیا اور تمام اسلامی بازاروں میں مکمل ہڑتال رہی ۔

اگلے روز نواب ممدوٹ اور سر فیروز خان نون نے ہسپتال میں جا کر زخمیوں کی عیادت کی اوان سے اظہار ہمدردی کی ۔ شام کے آٹھ بجے تحقیقات کرنے پر پتہ چلا کہ کل گیارہ مجروحین کو ہسپتال میں داخل کیا گیا تھا جن میں سے سات کو مرہم پٹی کرنے کے بعد ڈسچارج کر دیا گیا جبکہ چار زخمیوں کی حالت نازک تھی ان میں سے دو سناتن دھرم کالج کے ہندو طالب علم تھے اور ایک اسلامیہ کالج کا طالب علم محمد مالک تھا جس کے سر میں گہری چوٹ آئی اور وہ بیہوشی کی حالت میں تھا جو بعد ازاں زخموں کی تاب نہ لا کر شہید ہو گیا ۔

۱۳ مارچ ۱۹۴۶ء کی اشاعت میں روزنامہ انقلاب نے محمد مالک کی شہادت کی خبر دیتے ہوئے لکھا ۔

''سناتن دھرم کالج کے طلبہ نے مسلم طلباء پر اینٹ، پتھر اور تیزاب پھینکا تھا اور چند مسلم طلبہ زخمی ہو گئے تھے ان میں سے ایک طالب علم مسٹر محمد مالک متعلم اسلامیہ کالج لاہور ۱۰ مارچ ۱۹۴۶ء کو علی الصبح میو ہسپتال میں راہی ملک بقا ہو گئے ۔ مرحوم کے جنازے میں ایک لاکھ مسلمانوں نے شرکت کی جن میں نواب ممدوٹ، سر فیروز

خان نون، میاں ممتاز دولتانہ، سردار شوکت حیات، سر محمد جمال خان لغاری، نواب عاشق حسین خان قابل ذکر ہیں۔ نواب صاحب ممدوٹ نے فرمایا:

''نہ صرف پنجاب بلکہ سارا اسلامی ہندوستان اس واقعہ پر اظہار غم کر رہا ہے۔ مرحوم نے مفاد ملت کی خاطر جان قربان کر دی۔ اس کی موت قومی جدوجہد کی تاریخ میں یادگار رہے گی''۔

۱۰ مارچ ۱۹۴۶ء کو ڈیڑھ لاکھ کے قریب اسلامیان لاہور کا ایک عظیم الشان اجتماع ہوا جس میں لیگ کے اکابرین نے تقریریں کیے اور محمد مالک مرحوم کی شہادت پر قرار داد تعزیت منظور کی گئی۔

اسی روز مسلم لیگ کے زیر اہتمام نواب میجر عاشق حسین کی صدارت میں ایک جلسہ عام منعقد ہوا جس میں راجہ غضنفر علی خاں، میاں ممتاز دولتانہ اور میاں افتخار الدین نے خطاب کیا۔ کانگریس اور یونی نسٹ پارٹیوں پر زبردست تنقید کی گئی اور گاؤں گاؤں مسلم لیگ کی تنظیم پر زور دیا گیا۔ جلسے میں مرحوم محمد مالک کی شہادت پر ایک تعزیتی قرارداد منظور کی گئی۔

۱۵۔ مارچ کو مسلم خواتین لاہور کی طرف سے اسلامیہ کالج کے حبیبیہ ہال میں یوم محمد مالک شہید منایا گیا۔ جس کی صدرات بیگم سلمیٰ تصدق حسین ایم ایل اے نے کی۔ اس عظیم جلسہ میں محمد مالک شہید کی رسم فاتحہ ادا کی گئی اور قرآن خوانی کی گئی۔ اجلاس سے مختلف معزز خواتین نے خطاب کیا۔ مرحوم کے عزیز و اقارب سے اظہار ہمدردی کیا گیا اور ایک قرارداد تعزیت منظور کی گئی۔

۱۵ مارچ کو آل انڈیا مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری نے محمد مالک شہید کی یاد میں مندرجہ ذیل بیان جاری کیا:

''اسلامیہ کالج لاہور کے طالب علم محمد مالک بظاہر اس دنیا میں موجود نہیں مگر وہ شہید

ہیں اور شہداء کبھی نہیں مرتے۔ اسلامی ہندوستان میں انہیں حیات جاوداں حاصل ہو چکی ہے۔ میں ان کے اعزا و اقارب کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔ محمد مالک نے ملت اور اسلام کی خاطر اپنی جان قربان کردی۔ اس کی روح پر اللہ عزوجل کی رحمتوں کی بارش ہوتی رہے گی''۔

سرخاک شہید سے برگہائے لالہ می پاشم
کہ خوش بانہال ملت ما ساز گار آمد

۱۹۴۶ء میں برطانیہ کے وزیر اعظم لارڈ ایٹلی نے برصغیر کو آزادی دینے کا فیصلہ کیا وزارتی مشن ہندوستان بھیجا۔ انگریزی اپنی مصلحتوں کی خاطر ہندوستان کی وحدت کا حامی تھا چنانچہ ۱۹۴۶ء می برطانوی وزیر سر سٹیفورڈ کرپس کی سربراہی میں وزارتی مشن متحدہ ہندوستان کی تجویز کا منصوبہ منوانے کی غرض سے ہندوستان پہنچا۔ ۱۹ مئی ۱۹۴۶ء کو جب وزارتی مشن (کیبنٹ مشن) ہندوستان پہنچا تو برطانوی وزیر اعظم ایٹلی نے کانگریس کی خوشنودی کے لئے اعلان کیا۔

''کسی اقلیت کو یہ اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ اکثریت کی ترقی کے راستہ میں ویٹو کا روڑا اٹکائے'' ۱۶ مئی ۱۹۴۶ء کی کرپس تجاویز میں گروپ سسٹم یقیناً موجود تھا لیکن ان تجاویز کا بنیادی تصور واحد مملکت کا قیام ہی تھا۔ اسلامیہ کالج کے ایک قدیم طالب علم ضیاء الحق نے اپنے مضمون بعنوان ''میرا قائداعظم'' میں اس دور میں قائداعظم کی لاہور میں آمد اور اسلامیہ کالج میں تشریف لاکر طلباء کو خطاب کرنے کا نقشہ مندرجہ ذیل الفاظ میں کھینچا ہے۔

مسلم لیگی اور کانگریس لیڈر نے کیبنٹ مشن کے اہم رکن کرپس سے مذاکرت شروع کیئے انہی دنوں قائداعظم لاہور تشریف لائے تو لاہور کے مسلمانوں کے اپنے محبوب لیڈر کا مثالی استقبال کیا صبح کے وقت قائداعظم لاہور پہنچے۔ فرنٹیئر میل کی آمد سے

پہلے لاہور ریلوے اسٹیشن پر اتنے مسلمان اکٹھے ہوگئے کہ پلیٹ فارموں پر تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ فلک شگاف نعروں میں قائداعظم کو خوش آمدید کہا گیا۔ پھر وہ ریلوے اسٹیشن سے ممدوٹ والا پہنچے بعد از دوپہر قائد اعظم کو ممدوٹ ولا سے اسلامیہ کالج کی گراؤنڈ میں لایا گیا۔ ڈیوس روڈ (جہاں ممدوٹ ولا ہے) سے لے کر کالج تک راستے کو نئی نویلی دلہن کی طرح سجایا گیا تھا اور قائداعظم کا جلوس اس شان سے چلا کہ ان کی کار کے آگے چار موٹر سائیکلیں تھیں جن پر دو دو جوان سوار تھے۔ پچھلی نشست پر بیٹھے ہوئے جوان کے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی۔ موٹر سائیکل چلانے والوں کے گلوں میں ریوالور لٹک رہے تھے۔ ان موٹر سائیکل سواروں میں اسلامیہ کالج لاہور کے پروفیسر خواجہ عبدالحئی کے بھائی خواجہ ذکریا بھی شامل تھے جو آج پاکستان ایئر فورس میں بہت بڑے عہدے پر فائز ہیں۔ خواجہ ذکریہ چوڑی چھاتی، مضبوط اعضاء اور ساڑھے چھ فٹ قامت کا جوان تھا۔ اس کے چہرے کا رنگ گندمی چمک رہا تھا۔ اس کے علاوہ قائداعظم کی تقریر سننے کے لئے پورے پنجاب کے کالجوں سے مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے کارکن آئے تھے۔ ان میں کیمبل پور، میانوالی اور سرگودھا کے چھ چھ فٹ لمبے جوان شامل تھے جنہیں دیکھ کر قائداعظم کے لبوں پر بار بار مسکراہٹ پھوٹ رہی تھی۔ انہیں دیکھ کر ہی قائداعظم نے کہا "یہ خوبصورت، صحت مند اور جوان بیٹے میرے ساتھ ہیں میں انہیں ساتھ لے کر چلا ہوں۔ دیکھوں گا ان کی موجودگی میں دنیا کی کونسی طاقت ہمیں پاکستان کے حصول سے روک سکتی ہے"۔

کچھ شرپسندوں نے قائداعظم کے اس جلسے کا ناکام بنانے کا پروگرام بنا رکھا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ قائد اعظم کو موٹر سائیکل سواروں کی حفاظت میں ممدوٹ ولا سے اسلامیہ کالج کی گراؤنڈ میں لایا گیا تا کہ شرارتی عنصر کوئی گڑبڑ پیدا نہ کرسکے۔ اس کے علاوہ

اس جلسے کو کامیاب بنانا پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے لئے وقار کا مسئلہ بن گیا تھا کیوں کہ کیبنٹ مشن کے اراکین قائداعظم کی مقبولیت کا اندازہ کرنے کے لئے لاہور آئے تھے۔

اسلامیہ کالج کی وسیع وعریض گراؤنڈ میں قائداعظم کی تقریر سننے کے لئے تقریباً ڈھائی لاکھ مسلمان جمع تھے۔ کرپس اور اس کے ساتھی کالج گراؤنڈ سے ملحقہ وطن ہائی سکول کی چھت کے اوپر بیٹھے مسلمانان لاہور کی جوش وخروش کو دیکھ رہے تھے ۔میں مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کا رضا کار تھا اور میری ڈیوٹی سٹیج کی پشت پر تھی۔ قائد اعظم نے تقریر شروع کی تو قریبی مبارک مسجد سے اذان کی آواز سنائی دی۔ حاضرین جلسہ حیران تھے کہ اس وقت کسی نماز کا وقت نہ تھا۔ آخر اس بے وقت کی اذان کا کیا مطلب؟

تھوڑی دیر بعد جلسہ گاہ کے ایک کونے میں خاکسار تحریک کے بانی علامہ عنایت اللہ مشرقی نمودار ہوئے اور آہستہ آہستہ سٹیج کی طرف بڑھنے لگے۔ ان کی آمد سے جلسے میں شور مچ گیا جو بعد میں طوفان بدتمیزی کی صورت اختیار کر گیا۔ علامہ مشرقی اسی طوفان کے بہاؤ پر بہتے بہتے سٹیج پر قائداعظم کے قریب پہنچ گئے۔ ان کے اس فعل نے عوام کو اتنا مشتعل کر دیا کہ لوگ اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے اور انہوں نے سٹیج پر سے علامہ مشرقی کو گھسیٹنا شروع کر دیا۔

اسلامیہ کالج کے پرنسپل عمر حیات **ملک** قائداعظم کے قریب بیٹھے تھے۔

حاضرین جلسہ نے علامہ مشرقی کو سٹیج سے گھسیٹ کر ہاتھوں پر اچھالنا شروع کر دیا مگر اس وقت میرے قائد نے انتہائی بردباری اور صبر وتحمل کا ثبوت دیا اور عمر حیات **ملک** سے مخاطب ہو کر بولے؟ دیکھئے مسٹر **ملک** علامہ مشرقی کو بحفاظت گھر پہنچنا چاہیئے۔

۱۹۴۶ء میں قائداعظم محمد علی جناح شملہ میں قیام پذیر تھے۔ حالات ناسازگار اور

سیاسی فضا کشیدہ تھی۔ مسلمان اکابران کی حفاظت کے متعلق پریشان تھے مگر قائداعظم حفاظتی اقدام کی ضرورت نہیں محسوس کرتے تھے۔ اپنے رفقاء کے پرزور اصرار پر انہوں نے فرمایا۔ اگر آپ کو میری حفاظت کے انتظامات ضروری مقصود ہیں تو اسلامیہ کالج لاہور کے ان مجاہد طلباء کو بلائیں جنہوں نے گزشتہ سال ۱۹۳۵ء میں لاہور میں میری حفاظت کے اقدامات کئے تھے۔

چنانچہ اسلامیہ کالج کے بہادر جیالے اور مجاہد طلباء کو یہ سعادت نصیب ہوئی۔ جب تک قائداعظم شملہ میں رہے، اسلامیہ کالج لاہور کے طلباء کا محافظ دستہ ان کے ساتھ ساتھ لگا رہا۔

شروع شروع میں جب قائداعظم لاہور آئے تو انگریزی میں تقریر کیا کرتے تھے مگر انہیں اس بات کا شدید احساس تھا کہ مسلمان قوم کی اکثریت تعلیمی لحاظ سے پسماندہ ہے لہٰذا قائداعظم نے اردو پر عبور حاصل کرنے کی سعی شروع کر دی۔ انہوں نے اسلامیہ کالج کے حبیبیہ ہال میں رک رک کر اردو میں پہلی تقریر شروع کی اور مسلمان عوام کی ایک بہت بڑی مشکل حل ہوگئی۔ وہ براہ راست اپنے قائداعظم کے نظریات سے آشنا ہونے لگے۔ اس دن کی ان کی تقریر کا موضوع گورنر پنجاب مسٹر گلینسی کا منافقانہ رویہ تھا۔ پنجاب میں مسلمانوں کی تقریباً تعداد ۵۵ فی صد تھی اور غیر مسلموں کی ۴۵ فیصد اس لئے ۱۹۳۶ء کے عام انتخابات میں پنجاب کے مسلمانوں نے مسلم لیگ کے ٹکٹ پر الیکشن لڑنے والے امیدواروں کو بھاری تعداد میں کامیاب کروایا تھا۔ یہ کامیابی اس بات کی مظہر تھی کہ مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی نمائندہ جماعت ہے مگر غیر مسلموں نے انگریز حکام کے تعاون سے خضر حیات اور ان کے چند مسلمان ساتھی ممبروں کو اپنے ساتھ ملا کر پنجاب میں یونینسٹ پارٹی کی وزارت بنالی۔ خضر حیات قائداعظم سے یہ ضمانت چاہتے تھے کہ اگر وہ مسلم لیگ میں شامل ہو جائیں تو

انھیں وزیر اعظم بنالیا جائے ۔قائد اعظم کوئی پیشگی ضمانت دینے کو تیار نہ تھے ۔ پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن نے اسی سلسلہ میں قائد اعظم اردو میں کہنا چاہتے تھے ۔گلینسی پاگل ہوگیا ہے مگرفوری طور پران کی زبان سے پاگل کا تلفظ ادانہیں ہو رہا تھا ۔چند لمحوں تک انہوں نے اس لفظ کی ادائیگی پر زور دیا پھر بڑی بے ساختگی سے انگریزی میں بولے ۔

<Glency is mad>

مارچ ۱۹۴۶ء اسلامیہ کالج لاہور کا جلسہ تقسیم اسناد ہونے والا تھا۔ پروفیسر ڈاکٹر عمر حیات مرحوم ومغفور کالج کے پرنسپل تھے ۔حکیم آفتاب احمد قرشی مرحوم اسلامیہ کالج کی طرف سے قائد اعظم محمد علی جناح کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ قائد اعظم جلسہ تقسیم اسناد کی صدارت فرمائیں۔انہوں نے نہایت فراخ دلی سے کالج کی درخواست قبول کر لی چنانچہ ۲۷ مارچ ۱۹۴۶ءکوان کی صدارت میں جلسہ کا انعقاد ہوا۔انہوں نے اسلامیہ کالج کے طلباء کی ملی خدمات کو بھرپور خراج تحسین پیش کیا اور فرمایا۔

"Last year we met in March (1945). This year we are meeting in March, let us March on"

تحریک پاکستان میں اس کالج کے اساتذہ اور طلباء نے بے مثال بہادر اور جرات کا مظاہرہ کیا۔وہ اس تحریک میں بے خطر کود پڑے ۔ جلسے کئے جلوس نکالے، گرفتار ہوئے ،گولیاں کھائیں،شہادت پائی۔عبدالمالک شہید ہوئے جیالے اس کالج نے پیدا کئے مگر یہ سب قائد اعظم کی ولولہ انگیز قیادت کا سحر تھا۔

تحریک پاکستان میں اسلامیہ کالج لاہور کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے حکیم آفتاب احمد قریشی رقمطراز ہیں۔

''اسلامیہ کالج مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کا مرکز تھا۔ مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن نے تحریک پاکستان میں بڑا اہم کردار ادا کیا اور یہ جماعت قائداعظم کی معتمد جماعت تھی۔ مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن اور قائداعظم کے روابط کی داستان بڑی دلاویز اور تاریخی اہمیت کی حامل ہے۔ اس داستان دلاویز کو صفحہ قرطاس پر لانے سے یہ درخشاں حقیقت آشکارا ہوگی کہ جوانان ملت تحریک پاکستان میں کس قدر فیصلہ کن کردار ادا کیا اور غلامی کی تاریک شب میں گرفتار قوم کو صبح آزادی سے ہم کنار کرنے میں طلباء نے کس قدر سعی و کاوش کے ایسے بھی طلباء تھے جنہوں نے اپنے خون جگر سے آزادی کی داستان تاریخ عالم میں سکھی اور اپنی جان نثار کرکے وطن عزیز کو آزاد کرایا، طلباء کی تحریک کا مرکز اسلامیہ کالج تھا''۔

۱۹۴۴ء میں پنجاب کی یونی نسٹ اور رجعت پسند عناصر کے خلاف جہاد کرنے کے لئے قائداعظم نے مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے پلیٹ فارم کو چنا۔ اسلامیہ کالج لاہور میں پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کا سالانہ کانفرنس میں قائداعظم نے خضر وزارت کو للکارتو خضر وزارت نے قائداعظم کا مقابلہ کرنا چاہا۔ طلباء قائداعظم کے ارشاد پر لبیک کہتے ہوئے میدان عمل میں کود پڑے اور قلیل مدت میں طلباء نے پنجاب کی ملی زندگی سے غداروں کا صفایا کر دیا۔ خضر وزارت اور اس کے حریف طلباء کی سرکش اور طغیانی لہروں کا مقابلہ نہ کر سکے۔ اور خس وخاشاک کی طرح بہتے چلے گئے۔

۱۹۴۴ء میں مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن نے کارکنوں کا تربیتی کیمپ جاری کیا۔ اس کیمپ میں طلباء نے تربیت حاصل کی۔ قائداعظم اس کیمپ میں تشریف لائے اور طلباء کو

خطاب فرمایا۔

۱۹۴۵ء اور ۱۹۴۶ء ہماری ملی تاریخ میں بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ مرکزی اور صوبائی آسمبلی کے انتخابات کا اعلان ہوا۔ یہ انتخابات پاکستان کی بنیاد پر لڑے جا رہے تھے اسی بناء پر اسے پاکستان کی انتخابی جنگ سے یاد کیا جاتا ہے مسلم عوام کو فیصلہ کرنا تھا۔ کہ آیا وہ پاکستان چاہتے ہیں۔ پنجاب میں مسلم لیگ کے خلاف بڑی بڑی قوتیں متحد تھیں خضر وزارت، برطانوی سامراج ہندو کانگریس اور قوم پرست مسلمان صف آرا تھے مسلم لیگ کی صوبہ میں کوئی موثر تنظیم نہ تھی۔ اس نازک دور میں قائداعظم کی تمام تر امیدوں مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے ارکان سے وابستہ تھیں۔ فیڈریشن کے ارکان نے اپنا فرض ادا کیا اور قائداعظم کے فرمان پر لبیک کہتے ہوئے طلباء نے اپنی تعلیم کو خیر باد کہا اور صوبہ کے کونہ کونہ میں پھیل گئے۔ کالجوں کے نازک مزاج طلباء قومی جذبہ سے سرشار ہو کر گاؤں گاؤں پیدل گھومے اور مسلم عوام کو بیدار کیا طلباء نے اس دور میں جو ایثار کیا وہ نوجوانوں کے لئے سرمایہ افتخار ہے۔ خدا کے فضل وکرم سے طلباء اپنے عظیم مقصد میں کامران ہوئے اور پنجاب میں مسلم لیگ کو بھاری کامیابی حاصل ہوئی۔

پنجاب نے پاکستان کے حق میں فیصلہ دے دیا اس طرح جنگ پاکستان کا اولین مورچہ طلباء نے جیت لیا۔ ان میں اسلامیہ کالج کے طلبہ پیش پیش تھے۔

شملہ میں جب قائداعظم کی حفاظت کے لئے مسلم لیگی حلقوں کی جانب سے اصرار کیا گیا تو انہوں نے اسلامیہ کالج لاہور کے نوجوان طلباء کو ہی اس خدمت کے لئے یاد کیا یعنی طلباء قائداعظم کی قیام گاہ پر دن رات پہرہ دیتے تھے"۔

تحریک پاکستان میں اسلامیہ کالج کا حصہ کے ضمن میں خواجہ محمد اسلم، سابق پرنسپل اسلامیہ کالج لکھتے ہیں۔

''۱۹۴۲ء میں کانگریس نے ''کوئٹ انڈیا'' تحریک چلائی ۔مسلمانوں کو اس دور رکھنا ضروری تھا۔ اسلامیہ کالج کے طلباء نے اس تحریک کو دبانے کے لئے بہت قربانیاں دیں اور خاص طور پر طلبہ برادری کو اس تحریک کے خلاف منظم کیا۔

اس سال اگست میں فیڈ ریشن کا اجلاس دہلی میں منعقد ہوا۔محمود آباد کے راجہ نے صدارت کی ۔اسی اجلاس میں اس کالج کے ایک طالب علم مسٹر آفتاب قرشی نے اپنے رہنما پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا اور اظہار کیا اور تحریک آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی درخواست کی۔ سید محمد قاسم رضوی نے جو کالج کے طالب علم تھے ایک پر جوش تقریر کی۔ آخر میں دونوں کو'' رولز آف آنر دئے گئے اور تحریک آزادی میں ان کی خدمت کو سراہا گیا۔

۱۹۴۳ء میں فیڈ ریشن کی ایک شاخ اسلامیہ کالج میں کھل گئی اس کے پہلے صدر مسٹر امان اللہ خان نیازی تھے ۔ان دنوں پنجاب کی سیاست پر یونی نسٹ پارٹی کا غلبہ تھا ۔پارٹی کو پنجاب کے بڑے بڑے جاگیرداروں کی مدد حاصل تھی اور یہ پارٹی زور پکڑتی جارہی تھی ۔مسلم لیگ کو قومی پارٹی بنانے کے لئے یہ ضروری تھا کہ اسے دیہاتوں میں بھی مقبول بنایا جائے ۔نئے صدر مسٹر آفتاب قرشی نے مسلم سٹوڈنٹس فیڈ ریشن کا اجلاس کالج میں منعقد کیا اور جاگیرداروں کے خلاف بھرپور آواز اٹھائی۔ طالب علم تیس تیس کے دو گروہوں میں بٹ گئے جنہیں دور دراز علاقوں میں بھیج دیا گیا۔ان گروہوں نے مسلم لیگ کو عوام میں مقبول بنانے کے لئے اہم کردار ادا کیا۔

اب طالب علموں کی بھرپور سرگرمیوں نے پورے صوبے میں مسلم لیگ کو ایک موثر تنظیم بنانے کی کوشش کی اور آزادی کی سرگرمیاں تیز تر ہوگئیں۔

یہ اپریل ۱۹۴۳ء کا زمانہ تھا۔ قائداعظم نے **ملک** خضر حیات کو اپنا ہم خیال بنانے کے لئے کئی اجلاس منعقد کئے لیکن جب **ملک** صاحب نے مسلم لیگ کے قیام سے واضح

طور پر بد دلی کا اظہار کیا تو انہوں نے ان کو ورکنگ کمیٹی سے نکالنے پر غور وفکر شروع کر دیا۔ طالب علم برادری نے بھی ملک صاحب کے طرز عمل پر مایوسی کا اظہار کیا اور ان کے خلاف آواز اٹھائی۔ لاہور میں یونینسٹ پارٹی کے خلاف مظاہرے روزانہ کا معمول بن گئے۔ قائداعظم نے صوبائی اسمبلی کے ارکان کا اجلاس اسلامیہ کالج کے حبیبیہ ہال میں بلایا۔ انہوں نے ارکان سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اگر ہندو سے پوچھا جائے تم کون ہو تو ہو بلا جھجک اپنے آپ کو ہندو کہنے میں فخر محسوس کرے گا۔ اس طرح ایک سکھ اپنے آپ کو سکھ کہنے میں کبھی نہیں ہچکچائے گا۔ لیکن یہی سوال اگر ایک مسلمان سے کیا جائے تو وہ کہے گا کہ وہ ایک یونینسٹ ہے''۔

قائداعظم کے ان پر درد الفاظ نے سردار شوکت حیات خاں پر بہت زیادہ اثر کیا اور انہوں نے اس وقت یونینسٹ پارٹی سے اپنا رشتہ توڑ لیا۔ سردار صاحب کے ساتھ بیس اور ارکان بھی مسلم لیگ میں شامل ہو گئے جنہوں نے اگلے سال مسلم لیگ اسمبلی میں حزب مخالف کا کردار ادا کیا۔

۱۹۴۵ء پاکستانی تحریک کا ایک فیصلہ کن سال تھا۔ ۲۱ اگست کو وائسرائے نے اعلان کیا کہ صوبائی اور قومی مجالس قانون ساز کے الیکشن اگلی سردیوں میں منعقد ہوں گے۔ ان انتخابات پر مسلمانوں کی قسمت کا دارومدار تھا۔ انہی دنوں قائداعظم اسلامیہ کالج لاہور میں تشریف لائے۔ انہوں نے اپنی تقریر میں کہا کہ طلباء کے لئے وقت آ گیا ہے کہ وہ اپنی کلاس کے کمرے چھوڑ دیں اور قوم کے لئے کام کریں''۔

مسلم لیگ نے مرکزی اسمبلیوں کے الیکشن میں مسلمانوں کی تمام نشستیں جیت لیں۔ اس کے فوراً بعد صوبائی اسمبلیوں کے الیکشن ہوئے اور یہاں بھی تمام صوبوں میں مسلم لیگ کو بھاری اکثریت حاصل ہوئی۔ پنجاب کے گورنر نے اپنی عیارانہ چال پھر چلی اور صوبے پر یونینسٹ وزارت مسلط کرنے کی کوشش کی۔ اسلامیہ کالج کے

طلبہ نے اس کے خلاف بہت بڑا جلوس نکالا۔ پولیس نے اس جلوس پر گولیاں برسائیں اور کالج کیا ایک طالب علم عبدالملک (درست نہیں، اصل نام محمد مالک ہے) فوت ہوگیا اس واقعے سے سول نافرمانی کی تحریک شروع ہوگئی۔ بہت سے مشہور مسلمان رہنماؤں کی گرفتاری کے بعد بھی یہ تحریک جاری رہی اور اس کالج کے طلبہ اور اساتذہ نے اس تحریک کو بھرپور سہارا دیا۔ علامہ علاؤالدین صدیقی پروفیسر غلام علی چودھری اور پروفیسر یوسف جمال انصاری گرفتار کر لئے گئے۔

اس سال گورنمنٹ نے ڈان اخبار کو صوبہ پنجاب میں آنے سے روک دیا لیکن طلباء نے اپنا کام جاری رکھا۔ اس اخبار کی ''سمگلنگ'' شروع کردی گئی۔ اور تمام پابندیوں کے باوجود اس اخبار کو طلبہ نے صوبے کے کونے کونے تک پہنچایا۔ اگرچہ یہ کام سخت مشکل تھا اور اس کے لئے بڑی ہمت اور ذہانت درکار تھی لیکن اس کالج کے طلبہ نے اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں برتی۔

ڈاکٹر عمر حیات **ملک** نے جو کالج کے پرنسپل تھے کالج میں ایک رضا کارانہ کیمپ کھولا۔ پڑھائی اور قومی خدمت دونوں فرائض بخوبی انجام دئے جاسکتے تھے حکومت نے ڈاکٹر عمر حیات **ملک** کو ان کی جرات مندانہ خدامات کی تاب نہ لاکر گرفتار کرلیا۔ الزام یہ لگایا کہ وہ پرنسپل کے فرائض کو ادا کرنے میں بری طرح ناکام رہے ہیں اور ان کی سیاسی کاموں سے کالج کی پڑھائی بری طرح متاثر ہورہی ہے لیکن اسلامیہ کالج، دیال سنگھ کالج، گورنمنٹ کالج اور ڈی اے وی کالج کے نتائج کے اعلان کے بعد یہ بات واضح ہوگئی کہ اسلامیہ کالج کا تعلیمی معیار کسی طرح دوسرے کالج سے کم نہیں اور مسلم تحریک سے تعلیم بالکل متاثر نہیں ہوئی۔ ڈاکٹر **ملک** کی قیادت میں اسلامیہ کالج کالج لاہور ایک فوجی تربیت گاہ بن گیا اور ان فوجی نوجوانوں نے اپنے فرائض سے کبھی کوتاہی نہیں بری۔ ایسے نازک حالات میں کالج

کی خدمات اور پرنسپل کے فرائض انجام دینے پر ڈاکٹر ملک کو پاکستان کی دستور ساز آسمبلی کا ممبر بنا دیا گیا۔ جب پنجاب کے حصے بخرے کرنے کی افواہ زور پکڑ گئی تو کالج کے ایک پروفیسر اور مشہور مورخ سید عبدالقادر نے پنجاب کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے پر تنقیدی مضامین لکھے طلباء نے جالندھر میں اس خطرناک منصوبے کے خلاف احتجاج کرنے کیلئے ایک اجلاس بلایا۔

مارچ ۱۹۴۷ء میں جب فرقہ وارانہ فسادات زوروں پر تھے تو اسلامیہ کالج امدادی کام کا مرکز بن گیا۔ اس کالج کے طلبہ اور اساتذہ تمام دن شہر کا چکر لگاتے اور مہاجروں کو ہر ممکن امداد مہیا کرتے۔ وہ یتیموں اور بے سہارا بچوں کو انجمن کے یتیم خانے میں لے جاتے۔ انہوں نے مسلمان طلبہ کو پناہ دی۔

غیر مسلموں نے کالج کو آگ لگانے کے منصوبے بھی بنائے مگر یہاں بھی انہیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ کیونکہ ان کا یہ منصوبہ کسی طرح افشا ہو گیا تھا۔ مسٹر ذکریا بٹ نے اس نازک لمحے اہم خدمات انجام دیں اور دوسرے طلبہ کی مدد سے کالج کی ہر ممکن نگہداشت کی اور کالج کو تباہ ہونے سے بچا لیا۔ طلبہ نے لاہور اور جسٹر ریلوے اسٹیشن پر امدادی کیمپ کھول دئے۔

اس طرح میاں الدین، صدر انجمن حمایت اسلام تحریک پاکستان میں اسلامیہ کالج کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے کالج کو یوں خراج تحسین پیش کرتے ہیں ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کے تاریخی جلسہ کا جس میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی ذکر کرتے ہوئے میاں صاحب لکھتے ہیں۔

"حقیقت یہ ہے کہ اس جلسے کی کامیابی میں لاہور کے مسلم لیگی رہنماؤں اور لاہور کے عوام کے علاوہ یہاں کے طلبہ کا سب سے زیادہ حصہ تھا۔ ان طلبہ نے نہ صرف اہل لاہور کو بیدار کیا بلکہ سارے پنجاب اور سرحد اور سندھ تک دورے کئے اور

پاکستان کا پیغام کونے کونے تک پہنچایا۔ پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کو جو تحریک پاکستان کا ہراول دستہ تھا لاہور ہی نے جنم دیا۔ اسلامیہ کالج لاہور کے چند دردمند، پرجوش اور باشعور طلبہ نے اس کی بنیاد رکھی۔ قائداعظم علامہ اقبال اور نواب شاہنواز خاں ممدوٹ نے اس کی پرستی اور رہنمائی کی۔ اسکی حوصلہ افزائی کی ارپھر اس تنظیم نے تحریک پاکستان میں وہ رول ادا کیا جسے تحریک پاکستان کی تاریخ قلم بند کرنے والا کوئی مورخ نظرانداز نہیں کرسکتا۔

پہلی پاکستان کانفرنس سرزمین پر منعقد ہوئی اور پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن لاہور نے اس کا اہتمام کیا جب لاہور کے طلبہ نے قائداعظم کو اس کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی تو آپ نے کسی رودوکد کے بغیر یہ دعوت قبول کرلی اور اسلامیہ کالج لاہور کے وسیع وعریض میدان میں اتنا بڑا اور عظیم الشان اجتماع ہوا کہ چشم فلک نے اس کی نظیر اس سے قبل کبھی نہ دیکھی تھی۔ یہ وہ تاریخی اجتماع تھا جسے خراب کرنے کے لئے خاکسار رہنما علامہ مشرقی نے دن کے گیارہ بجے مرغ بے ہنگام کی طرح نماز ظہر کی اذان دے ڈالی تھی اور پھر خاکساروں کے ایک کفن پر دوش جیش کے ساتھ جلسہ گاہ میں گھس آئے تھے۔ مگر لاہور کے سرفروش عوام اور قائداعظم کے فدائی طلبہ نے انہیں وہ سبق پڑھایا کہ پھر انہیں مسلم لیگ کا کوئی جلسہ خراب کرتے جرات نہ ہوئی ''۔

تحریک پاکستان میں طلبہ کے کردار پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر سرفراز حسین مرزا رقمطراز ہیں۔

''طالب علموں کا جواں ہمت اور حساس طبقہ کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ طلباء کے جوش وخروش جرات اور عزم نے مختلف ادوار میں ملی تحریکوں کی بنیادیں رکھنے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔

ہندوستان میں ایک آزاد اور اسلامی ریاست کے قیام کا تصور پیش کرنے کا سہرا مسلمان طلباء کی ہی سر ہے۔ اس یطبقہ کے ایک نوجوان اور ذہین طالب علم نے ہند بہت محبت بٹوارے کو تصور اس وقت پیش کیا تھا جبکہ اس تصور نے ابھی کسی مفکر، دانشور یا موجودہ کے ذہن میں سر نہیں ابھارا تھا۔ سرزمین پنجاب کے وہ طالب علم اگرچہ کوئی مفکر یا دامیں بیمار تھا لیکن اس نے اس دور کے تمام دانشواروں اور مفکرین کو یہ کہہ کرورطہ حیرت میں ۔۔۔نہ ہو ہندوستان کا شمالی حصہ مسلمان ہے۔ ہم اسے مسلمان علاقہ برقرار رکھیں گے۔ یہی نہیں انہیں ایک مسلمان ریاست بنائیں گے اور یہ ایسی وقت ہوسکتا ہے جب اس علاقے کے مسلم مائیکل آپ کو بقیہ ہندوستان سے منطقع کرلیں۔ یہ ایک ضروری شرط ہے ہم جتنی جلدی انڈیا سناد کی سے علیحدہ ہو جائیں اسلام اور مسلمانوں کے لئے بہتر ہے۔ یہ آواز ایک طالب علم رحمت علی کی تھی ۔ جو اس وقت اسلامیہ کالج لاہور میں تعلیم حاصل کررہے تھے۔ انہوں نے ۱۹۱۵ء میں بزم شبلی ۔۔۔ کو خطاب کرتے ہوئے پیش کیا تھا۔

فروری ۱۹۳۶ء میں چند طلباء نے قائداعظم سے لاہور میں ملاقات کی اور ان والی سامنے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت چونکہ سیاسی حالات کے لحاظ سے ہندوستان مسلمان مختلف جماعتوں میں بٹے ہوئے ہیں اس لئے کیوں نہ ان کو پاکستان کے مسئلہ پر ایک ۔۔۔۔ پلیٹ فارم پر اکٹھا کیا جائے قائداعظم نے نوجوان طلباء کو سوال کیا کہ پاکستان کیسے بنے گا؟ اور کون بنائے گا؟ قائداعظم یہ جاننا چاہتے تھے کہ آیا نوجوانوں نے جو تجویز ان کے سامنے رکھے ہے اس سلسلے میں ان کے ذہن میں کوئی لائحہ عمل موجود ہے یا نہیں؟ چنانچہ طلبا نے جواب دیا کہ ’’پاکستان ہماری جدوجہد سے بنے گا، یہاں بنے گا اور ہم بنائیں گے‘‘ قائداعظم نے فرمایا کہ اگر آپ نے ہمت سے کام لیا تو اسی طرح ہی ہوگا۔

تحریک پاکستان کے دوسب سے بڑے عناصر قائداعظم کی فقید المثال قیادت، آل انڈیا، مسلم سٹوڈنٹس فیڈ ریشن اور اس کی صوبائی شاخوں کی لازوال جدوجہد تھی۔

پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈ ریشن کی تشکیل جن حالات کے تحت ہوئی وہ بہت اہمیت کے حامل ہیں۔۔۔۔۱۹۳۳ء میں اسی تنظیم نے اسلامیہ کالج لاہور میں مفتی اعظم فلسطین امین الحسینی کی تقریر کا اہتمام کیا تھا۔ جب ستمبر ۱۹۳۷ء میں پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈ ریشن کا قیام عمل میں لایا گیا تو برادرہڈ کو اس میں ضم کر دیا گیا۔ میاں محمد شفیع المعروف (م ش) جو برادرہڈ کے سکریٹری تھے انہوں نے فیڈ ریشن کے قیام میں نمایاں حصہ لیا۔ حمید نظامی مرحوم اور ڈاکٹر عبدالسلام خورشید وہ تاریخ ساز طلباء تھے جنہوں نے پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈ ریشن کی داغ بیل ڈالی ان حساس اور ذہین طلباء نے اسلامیہ کالج کے علاوہ دوسرے کالجوں کے مسلمان طالب

طلباء نے مارچ ۱۹۴۰ء میں مسلم لیگ کے سالانہ لاہور میں بھی اپنی بساط کے مطابق فرائض کو نبھانا۔ اجلاس کی تیاریوں اور اس کی کامیابی کے لئے جہاں مسلم لیگی لیڈروں اور کارکنوں نے اپنی خدمات پیش کیں وہاں پنجاب کے مسلم طلباء نے بھی اپنی نمائندہ جماعت کی سرکردگی میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ اس موقع پر قائد اعظم کی حفاظت کا فرض اس جماعت نے اپنے ذمہ لیا تھا۔ لیگ کے اجلاس کے بعد فیڈ ریشن کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا جس میں طلباء نے متفقہ طور پر قرارداد پاکستان کی بھرپور حمایت کی اور اس کی اشاعت کے لئے عملی طور پر کام کرنے کا عہد کیا۔ لہٰذا مارچ ۱۹۴۱ء میں لاہور ہی میں فیڈ ریشن کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا جس میں طلباء نے متفقہ طور پر قرارداد پاکستان کی بھرپور حمایت کی اور اس اشاعت کے لئے عملی طور پر کام کرنے کا عہد کیا۔ لہٰذا مارچ ۱۹۴۱ء میں لاہور ہی فیڈ ریشن نے سپیشل پاکستان سیشن بلانے کا فیصلہ کیا یہاں یہ امر واضح کرنا ضروری ہے کہ مارچ ۱۹۴۰ء کے بعد

پورا سال گزرنے تک ہندوستان بھر میں نہ تو مرکزی لیگ نے اور نہ ہی کسی صوبائی لیگ یا ذیلی شاخ نے قرارداد پاکستان کے حق میں تصدیق کی تھی اور یہ فخر صرف پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کو حاصل ہے کہ اس نے یکم مارچ ۱۹۴۱ء کو اسلامیہ کالج لاہور کی گراؤنڈ میں پاکستان کانفرنس کا انعقاد کر کے یہ ثابت کر دیا کہ طلباء اس تاریخی قرارداد کو عملی شکل دینے کے لئے کس حد تک سنجیدہ ہیں فیڈریشن نے جس طرح اپنے قیام ۱۹۳۷ء میں من حیث الجماعت ہندوستان میں ایک آزاد مسلم ریاست کا تصور پیش کرنے میں پہل کی تھی اس طرح قرارداد پاکستان پر تصدیقی مہر ثبت کرنے کے سلسلے میں بھی اس تنظیم کو سبقت حاصل ہوئی۔ ان ایام میں فیڈریشن کے صدر مرزا عبدالحمید مرحوم اور جنرل سیکرٹری چودھری نصر اللہ خان تھے۔ ان کے رفقاء میں سے مولانا عبدالستار نیازی زکی الدین پال، ڈاکٹر محمد شریف، چودھری حبیب احمد حافظ نذر احمد، چودھری محمد صادق، اشفاق احمد، غلام ربانی، سید محمد اصغر، منظور الحق صدیقی اور خواجہ محمد اشرف کے نام قابل ذکر ہیں۔

ادھر جب پنجاب میں طالب علموں کے دن رات تگ و دو سے لیگ کے حق میں موزوں فضاء پیدا ہو چلی تھی تو دوسرے طرف یونی نسٹ عناصر کے مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے کے لئے مختلف فتنوں کو ہوا دے رہے تھے۔ انہی دنوں یونی نسٹ پارٹی کا زور توڑنے کے لئے ۱۹۴۴ء میں اسلامیہ کالج میں فیڈریشن نے ایک اور تاریخی کانفرنس منعقد کی جس میں طلباء نے قوم دشمن عناصر کے خلاف کھلم کھلا محاذ قائم کیا۔ انہوں نے یونی نسٹ پارٹی کے خلاف ایسی زوردار مہم چلائی جو آج بھی تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہے۔

حرف آخر:

انجمن حمایت اسلام لاہور پنجاب کی وہ اسلامی انجمن ہے جس نے گراں قدر تعلیمی،

مذہبی تہذیبی علمی، ادبی اور سیاسی خدمات انجام دی ہیں اور جو سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں ۔افسوس یہ ہے کہ پاکستان میں اس خدمات کی اس انداز سے پذیرائی نہیں ہوئی جسکی یہ مستحق ہے اس کے برعکس جہاں تک راقم کو علم ہے محترم دوست اکرام جنجوعہ نے کنمر ایونیورسٹی (کینڈا) سے ''انجمن حمایت اسلام'' کے موضوع پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی یہ ۱۹۷۴ء کے اوائل کا ذکر ہے جب موصوف لاہور تشریف لائے اور اپنا مدعا ظاہر کیا راقم نے حتی المقدر موصوف کے ساتھ تعاون کیا جس کے نتیجے میں انہیں طے شدہ وقت سے قبل ڈگری مل گئی ۔انجمن مذکور کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس کو علم و ادب کے نجوم میسر آئے صدر ہوں یا سیکرٹری انہیں ہر حلقے میں ایک ممتاز اور نمایاں مقام حاصل تھا۔ چنانچہ انجمن کے صدر جو خدمات انجام دیتے رہے ان میں

(۱) قاضی خلیفہ محمد حمید الدین، (۲) خان بہادر شیخ خدا بخش (۳) شمس العلماء مولوی مفتی محمد عبداللہ (۴) نواب سر فتح علی خاں قزلباش (۵) نواب سر ذوالفقار علی خاں (۶) خان بہادر ڈاکٹر سر میاں محمد شفیع (۷) خان بہادر سر شیخ عبدالقادر (۸) ڈاکٹر سر شیخ محمد اقبال (۹) خان بہادر نواب مظفر خان (۱۰) ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین (۱۱) مولوی غلام محی الدین قصوری (۱۲) سید محسن شاہ اور (۱۳) میاں امیر الدین قابل ذکر ہیں جبکہ انجمن نے ان شاندار خدمات کے پیش نظر علامہ اقبال حاجی سر رحیم بخش ،حاجی شمس الدین ،میاں نظام الدین خاں بہادر چودھری سر شہاب الدین اور نواب مظفر خاں کو تا حیات صدر منتخب کیا۔

سب سے پہلے مارچ ۱۸۸۴ء میں مولوی غلام اللہ قصوری سیکرٹری مقرر ہوئے ۔ مارچ ۱۸۸۶ء کے انتخاب میں حاجی میر شمس الدین آنریری جنرل سیکرٹری بنے۔ ۱۹۰۸ء میں انجمن کے قواعد وضوابط کی نئی تدوین کے لئے سر ذوالفقار علی خاں ،سر شیخ

عبدالقادر اور شیخ اصغر علی پر مشتمل ایک کمیٹی بنی تو ان نئے قواعد کے رو سے ایک کی بجائے دو سیکرٹری مقرر کیئے گے چنانچہ حاجی میر شمس الدین کے ہمراہ ۱۰ اگست ۱۹۱۰ء کو خان صاحب شیخ عبدالقادر دوسرے سیکرٹری منتخب ہوئے۔ یہ سلسلہ اپریل ۱۹۲۰ء تک رہا۔تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کا زمانہ پنجاب کی سیاسی تاریخ میں ایک ہیجان خیز زمانہ تھا، خان صاحب شیخ عبدالعزیز ایک سرکاری عہدہ دار تھے چنانچہ انہوں نے اس عہدہ سے استعفیٰ دے دیا اور ان کی بجائے علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال آنریری جنرل سیکرٹری مقرر ہو۱۹۲۲ء میں جائنٹ سیکرٹری کی نشست ضروری تصور کی گی۔ چنانچہ خان بہادر مولوی غلام محی الدین ایڈووکیٹ اس عہدہ پر فائز ہوئے ۱۹۴۴ء میں علامہ اقبال آنریری جنرل سیکرٹری مقرر ہوئے ۔ ۱۹۲۲ء میں جائنٹ سیکرٹری کی نشست ضروری تصور کی گئی چنانچہ خان بہادر مولوی غلام محی الدین ایڈووکیٹ اس عہدہ پر فائز ہوئے ۱۹۲۴ء میں علامہ اقبال آنریری جنرل سیکرٹری شپ سے مستعفی ہوئے تو خان صاحب شیخ عبدالعزیز دوبارہ سیکرٹری بنائے گئے ۔ ۱۹۲۵ء میں ارکین انجمن میں اختلافات اس قدر بڑھے کہ قریباً تیس بزرگوں نے انجمن سے کنارہ کشی کر لی ۔اسی زمانے میں حاجی میر شمس الدین بھی مستعفی ہو گئے ۔اختلافات ختم کرنے کے لئے ایک ثالثی کمیٹی قائم کی گئی جو خان بہادر ڈاکٹر سر میاں محمد شفیع ، سر میاں فضل حسین اور شیخ سر عبدالقادر پر مشتمل تھی ۔کمیٹی کے فیصلے کے مطابق شیخ عبدالعزیز جنرل سیکرٹری، خان بہادر مولوی غلام محی الدین او رشیخ عظیم اللہ آنریری جائنٹ سیکرٹری مقرر ہوئے ۔ایک تنخواہ دار اسسٹنٹ سیکرٹری جنرل کا عہدہ قائم ہوا جس پر محمد حیات اکتوبر ۱۹۳۲ء سے لیکر ۱۹۳۳ء تک کام کرتے رہے ۔خان صاحب شیخ عبدالعزیز نے ۱۹۳۱ء میں استعفیٰ دے دیا ۱۹۳۲ء میں نئے آئین کے مطابق منشی محمد حفیظ کے ذمہ یہ خدمات سپرد کی گئیں ۔ ۱۹۳۵ء میں خان

بہادر مولوی غلام محی الدین کے مستعفی ہونے پر خلیفہ محمد حمید الدین کے پوتے (خلیفہ عماد الدین کے بیٹے) ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین آنریری جنرل سیکرٹری مقرر ہوئے۔ خلیفہ صاحب کی استعفیٰ کے بعد ۱۹۴۷ء میں ڈاکٹر عبدالرحمٰن اور نواب مظفر خاں سیکرٹری اور حاجی محمد حفیظ فنانشل سیکرٹری بنائے گئے۔بعد ازاں ثالثی بورڈ کے فیصلہ کے مطابق (جو نواب مظفر خاں اور سر شیخ عبدالقادر پر مشتمل تھا) حاجی میر رحمت اللہ ہمایوں (ابن حاجی شمس الدین) اور شیخ عظیم اللہ سیکرٹری اور حاجی نظام الدین فنانشل سیکرٹری تعینات ہوئے۔اور آخر میں خواجہ غلام دستگیر اور جسٹس شمیم حسین قادری سیکرٹری کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے۔

انجمن حمایت اسلام کو یہ فخر اور اعزاز حاصل ہے کہ اس کے سٹیج پر برصغیر کے بڑے بڑے عالم، خطیب سیاستدان اور علم وادب کے نجوم جلوہ افروز ہوتے رہے۔ طوالت کے خوف کے پیش نظر تفصیلات سے گریز کرتے ہوئے صرف نامور، ممتاز اور مشہور و معروف شخصیات کے نام پیش کئے جاتے ہیں۔ان میں شہزادہ مرزا ارشد گانی، شمس العلماء مولانا ڈاکٹر نذیر احمد خاں دہلوی، سر سید احمد خاں شمس العلماء مولوی الطاف حسین حالی، شیخ عبدالقادر، خاں بہادر میاں محمد شفیع، شیخ محمد اقبال، شیخ عبدالعزیز، میاں عبدالعزیز، حکیم محمد امین الدین بیرسٹرایٹ لاء، چودھری سلطان احمد بیرسٹرایٹ لاء مولوی محمد الدین، خان احمد حسین خاں، نواب سراج الدین سائل دہلوی، میاں فضل حسین، قاضی محمد سلمان، قاری شاہ سلیمان، صاحبزادہ ظہور الحسن، مولانا ابوالکلام آزاد، شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی، نواب محسن الملک نواب وقار الملک، مولانا ثناء اللہ امرتسری خواجہ دل محمد، مولوی غلام دستگیر، نواب فتح علی خاں قزلباش، شیخ انعام علی شیخ امیر علی، شیخ اصغر علی، میاں عبدالصمد، فقیر سید افتخار الدین، خواجہ عبدالصمد ککڑو، چودھری خوشی محمد ناظر، اکبر الہ آبادی، مولانا ظفر علی خاں، مولانا

شوکت علی مولانا محمد علی شمس العلماء سید ممتاز علی، سیماب اکبر آبادی، مولانا محمد ابراہیم سیال کوٹی، شفاء الملک حکیم محمد حسن قرشی، حکیم نیر واسطی، حکیم حافظ جلیل احمد، مولانا غلام مرشد، سید ناظر حسین ناظم خان بہادر محمد برکت علی خاں، مولوی احمد الین پلیڈر، شمس العلماء خواجہ حسن نظامی، نواب محمد شاہنواز خاں، سیر مبشر طرازی، ڈاکٹر سیف الدین کچلو، حفیظ جالندھری پروفیسر ہادی حسن، جسٹس عبدالرؤف، چودھری شہاب الدین، منشی دین محمد، مولوی فضل الدین منشی محبوب عالم، مولوی انشاء اللہ خان، ڈاکٹر محمد دین ناظر مرزا بشیر الدین محمود، سردار حبیب اللہ خاں، خاں محمد سعادت علی خاں، شمس العلماء مولوی عبدالحکیم، نواب محمد علی خاں قزلباش، شیخ محمد حسن، منشی شمس الدین شائق، چودھری محمد حسین، مولانا علم الدین سالک، جسٹس میاں محمد شاہ دین ہمایوں، مرزا جلال الدین بیرسٹرایٹ لاء سر سکندر حیات، میاں بشیر احمد، مولانا عبدالحامد بدایونی، سید سلیمان ندوی، مولانا عبدالماجد دریا آبادی، مولانا احمد علی، منشی محمد الدین فوق، میر غلام بھیک نیرنگ، نواب نثار علی، خاں قزلباش، مولانا عبدالحق، مولانا عبدالسلام ندوی، حکیم شہباز الدین، خواجہ تصدیق حسین خواجہ کمال الدین، سید طفیل احمد منگلوری، ملک برکت علی پروفیسر غلام محمد طور، ساغر نظامی، شیخ اکبر علی ارسطو، جسٹس مرزا ظفر علی، میاں عبدالرشید، ملک فیروز خاں نون، سید مراتب علی شاہ، سر عمر حیات خاں ٹوانہ، نواب احمد یار خاں دولتانہ مولانا غلام قادر گرامی، خان بہادر ملک زمان مہدی قابل ذکر ہیں غیر مسلم شخصیات میں سر میگورتھ ینگ، مسٹر ڈبلیو بیل لارڈ منٹو مسٹر کراس، مسٹر ٹولٹن، مسٹر براؤن، مسٹر رائٹ، بابو پرتول چٹر جی سر چارلس ریواز، مسٹر پٹر، جسٹس رابرٹسن، مسٹر اورنج، سر لوئیس ڈین، مسٹر جے اے فرگوسن، مسٹر اے سی وولنر، مسٹر واتھن، مسٹر رچی رام، مسٹر بدرا، مسٹر مانٹیگو ڈاکٹر بوس پروفیسر رام سے میور، سر مائیکل ایڈوائر، مسٹر گاڈلے، جسٹس ڈونلڈ جان سٹون، مسز سروجنی

نائیڈو، سرجیوفری ڈی مونٹ مورنسی، سرڈوگلس ینگ نے انجمن کے جلسوں کو رونق بخشی اور اسلامیہ کالج کی تشریف لاکر قدردانی فرمائی۔

صادق علی خاں والی ریاست بہاولپور، مہاراجہ صاحب محمود آباد، سرسکندر حیات، فرمانروائے بھوپال نواب محمد حمید اللہ خاں، نواب شاہجہاں بیگم والئ ریاست بھوپال، قائداعظم محمد علی جناح، جمال عبدالناصر اور شاہ فیصل خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

اسلامیہ کالج کو یہ امتیاز اور اعزاز حاصل رہا ہے کہ اسے نہایت مخلص، ہمدرد اور قابل پرنسپل اور اساتذہ میسر آئے جنہوں نے خون جگر دے دے کر اس کی پرورش کی اور بام عروج تک پہنچایا۔ چنانچہ اضافی فرائض کے ساتھ پہلے پرنسپل چودھری نبی بخش بی اے مقرر ہوئے۔ اور وائس پرنسپل خواجہ ضیاء الدین مقرر ہوئے ان کے بعد مولوی حاکم علی پرنسپل بنے لیکن تعلیمی روداد (۲۴ جون ۱۹۰۰ء تا ۱۷۔مئی ۱۹۰۳ء) میں مذکور ہے کہ مولوی حاکم علی نے پرنسپل شپ سے ۲۷ مارچ ۱۹۰۴ء کو استعفیٰ دیا اور شیخ عبدالعزیز قائم مقام پرنسپل ۲۴۔ اپریل ۱۹۰۴ء کو مقرر ہوئے ان کے بعد ڈاکٹر عبدالغنی کا تقرر عمل میں آیا جنہوں نے ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو استعفیٰ دے دیا بعد ازاں سید محمد جعفری چھ ماہ کے پروبیشن کی شرط پر ۱۷ نومبر ۱۹۰۶ء) قائم مقام پرنسپل کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے۔ ان کے بعد خان عبدالعزیز بی اے کی خدمات حاصل کی گئیں جو کیمبرج سے فارغ التحصیل تھے اور اعلیٰ پائے کے منتظم تھے چنانچہ ۱۹۰۹ء اور ۱۹۱۰ء میں اسلامیہ کالج کے جو سالانہ جلسہ ہائے تقسیم اسناد ہوئے اور جن کے یکے بعد دیگرے صدارت جسٹس رابرٹ سن (پنجاب چیف کورٹ) اور سرلوئیس ڈین (گورنر پنجاب) نے کی تو سالانہ رپورٹس انہوں نے پیش کیں۔ بعض امور کے باعث سینئر طلبہ سے پرنسپل کا اختلاف ہوگیا جس کے نتیجہ میں طلبہ نے

جلوس نکالا اور ہڑتال وغیرہ کی تو انہوں نے استعفیٰ دے دیا۔

۷ ستمبر ۱۹۱۰ء کو معاملات کی تحقیقات کیلئے ایک کمیٹی کا قیام عمل میں آیا۔ اس دوران میاں فضل حسین (جو اسلامیہ کالج کمیٹی کے سیکرٹری تھے) عارضی طور پر بحیثیت پرنسپل خدمات انجام دیتے رہے۔ پروفیسر ہنری مارٹن کے تقرر تین سال کے لئے چار سو روپے مشاہرہ پر ۲۷ نومبر ۱۹۱۰ء سے ہوا جبکہ دوسری جگہ ۴ دسمبر ۱۹۱۰ء تحریر ہے جبکہ رجال اقبال نامی کتاب میں تحریر ہے ''۱۹۱۳ء میں اسلامیہ کالج کی عمارت کا کام مکمل ہوا اور اس میں باقاعدہ تعلیم شروع کی گئی اس کے پرنسپل ہنری مارٹن بنا دیئے گئے'' یہ بات درست نہیں پروفیسر ہنری مارٹن نہایت محنتی، لائق اور بہت اچھے منتظم تھے، اسلامیہ کالج لاہور آنے سے پہلے وہ اسلامیہ کالج پشاور کے پرنسپل تھے۔ انگریزی ادب معاشیات کے استاد تھے۔ انہیں طلبہ اور کالج سے بہت محبت تھی چنانچہ انہوں نے کالج کی بھلائی اور ترقی کے لئے بہت کچھ کیا جس کا ذکر کتاب میں موجود ہے۔ ۱۹۱۱ء میں ٹیوٹوریل گروپ سسٹم انہوں نے ہی کالج میں شروع کیا۔ مارچ ۱۹۱۴ء میں بیمار ہوئے تو انہوں نے اپنی جگہ پروفیسر ــــــ کا انتظام کیا تاکہ طلبہ کی چڑھائی کا حرج نہ ہو پروفیسر مارٹن ۱۹۲۰ء کے آخر تک پرنسپل رہے تا آنکہ تحریک ترک موالات کے نتیجے میں انہیں کالج چھوڑنا پڑا۔ انہی کے دور میں سر آغا خان، سر لوئیس ڈین جسٹس عبدالرحیم، سر مائیکل ایڈوائر، مسٹر جے سی گاڈلے، جسٹس سر ڈونلڈ جان سٹون، نے سالانہ جلسہ تقسیم اسناد کی صدارت فرمائی۔

ہنری مارٹن کا شمار اردو کے انگریز متشرقین میں ہوتا ہے اس نے ۱۹۰۶ء میں فورٹ ولیم کالج سے اردو کی ابتدائی تعلیم حاصل کی پھر گل کرانسٹ سے قواعد اور انشاء کے اسباق پڑھے۔ اس نے عہد نامہ جدید کا نہایت سلیس اردو میں ترجمہ کیا۔ اسے ہندوستان میں چلنے والی سیاسی تحریکوں ـــ خلافت اور ترک موالات سے کوئی

دلچسپی نہ تھی وہ ہر حال میں انگریزوں کے مواد کو عزیز رکھتا تھا اور اس کی خواہش تھی کہ ان کے خلاف طلبہ اور عوام میں کوئی تنازعہ نہ ابھرے خلافت اور ترک موالات کے زمانہ میں اس نے ان طلبہ کو کالج سے باہر نکال دے اجوان تحریکوں کی حمایت کرتے تھے۔اس نے کالج کو بند کر دیا۔اس صورت حال نے طلبہ میں شدید اشعال پید اکر دیا انہوں نے اس کے رویے کے خلاف احتجاج اور مظاہرے کئے اور اس کی معطلی اور معزولی کا مطالبہ کیا بالآخر انجمن کی جنرل کونسل نے ہنری مارٹن اور پروفیسر حاکم علی کو معطل کر دیا (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو رجال اقبال)

ہنری مارٹن کے بعد اسلامیہ کالج نے ایک اور انگریزی پروفیسر میجر الیگزینڈر رولسن کی خدمات حاصل کیں اس فلسفے اور نظریے کے تحت کہ جہاں سے اچھا اور قابل استاد ملے، حاصل کیا جائے۔

اسلامیہ کالج کو یہ اعزاز حاصل رہا ہے کہ اسے علامہ عبداللہ یوسف علی جیسی نادر روز گار اور بین الاقوامی شہرت کی حامل شخصیت بطور پرنسپل دستیاب ہوئی ۱۹۲۷ء میں انہوں نے یہ عہدہ جلسہ سنبھالا اور اسلامیہ کالج کو ایک مثالی تعلیمی ادارہ بنانے کے لئے اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر دیں۔علامہ صاحب ایک جامع حیثیت اور کمال کے انسان تھے انگریزی زبان پر انہیں کامل عبور حاصل تھا بولتے تو انگریز بھی دنگ رہ جاتے۔انگریزی میں ان کا ترجمہ قرآن مجید عالمی شہرت رکھتا ہے۔جب علامہ پرنسپل مقرر ہوئے تو اس وقت ہندوستان بھر میں ان کے علمی مرتبے علموں میں موجود نہ تھا۔

الحاج علامہ عبداللہ یوسف علی کے انجمن حمایت اسلام کے خوشامد پسند عہدہ اداروں مطابق ہوگیا تو انہوں نے استعفیٰ دے دیا اور لندن تشریف لائے گئے۔علامہ اقبال کو اس اور بہت قلق تھا انہوں نے مجبور ہو کر کہا تھا: فی الحال پرنسپل شپ کا معاملہ

نہایت اہم سرگرمیاں جہاں تک ممکن ہو جلد ہونا چاہئیے۔عبداللہ یوسف علی اگر اس عہدہ جلیلہ پر واپس آنے پر ہماری بہت سے مشکلات کا حل ہو جاتا مگر امید نہیں کہ وہ واپس آسکیں''

علامہ عبداللہ یوسف علی کے بعد پروفیسر ایم اے غنی اور پھر ڈاکٹر بی اے قریشی نے کر خدمات بحیثیت پرنسپل اسلامیہ کالج انجام دیں۔پروفیسر خواجہ دل محمد جو پہلے طالب فیصلہ پھر ۱۹۰۶ء میں ریاضی کے استاد مقرر ہوئے۔ڈاکٹر قریشی کے بعد اسلامیہ کالج کے پرنسپل ہند اسلامیہ کالج کی تاریخ میں سب سے طویل عرصہ بحیثیت استاد انہوں نے گزارا۔خواجہ دل عزا حاصل رہا کہ جب قائداعظم محمد علی جناح پرچم اسلام لہرانے اور پاکستان کانفرنس میں کہ فرمانے کے لئے کئی روز اسلامیہ کالج میں تشریف لاتے رہے تو انہی دنوں اسلامیہ کالج کا جلسہ تقسیم اسناد بھی منعقد ہوا اور قائداعظم محمد علی جناح نے کامیاب طلبہ میں انعامات کئے۔اس موقع پر خواجہ صاحب نے بحیثیت پرنسپل سالانہ رپورٹ پڑھ کر سنائی جس میں استاد کی ترقیوں اور دیگر امتیازات اور کامیابیوں کا ذکر تھا۔انہوں نے بتایا کہ جنوری ۱۹۴۱ء میں ۔۔۔طلبہ کالج میں داخل تھے حالانکہ گزشتہ سال اسی مہینہ میں ۱۰۵۴ اور اس سے پہلے سال ۔۔۔۸۸ طلبہ کالج میں زیر تعلیم تھے۔یونیورسٹی میں اسلامیہ کالج کے ۹۴ طلبہ بی اے اور بی ایس سی کے امتحانات میں کامیاب ہوئے جنہیں ڈگریاں دی گئیں۔ریاضیات،طبیعات (فزکس) جغرافیہ اور فارسی کے نتائج سو فیصد رہے۔پریکٹیکل فزکس و عملی طبیعات،کیمسٹری،باٹنی اور زوالوجی کے نتائج بھی سو فیصد رہے۔بی اے آنرز کے امتحان ریاضی اور عربی میں نتیجہ سو فیصد رہا۔انہوں نے بتایا کہ اسی سال کالج کو علامہ سر ڈاکٹر محمد اقبال کی ذاتی لائبریری سے ۵۶۷ کتب ملیں جو وہ اسلامیہ کالج کو عطا فرما گئے تھے خواجہ دل محمد نے نہایت خلوص،محنت اور

دیانتداری سے خدمات انجام دیں لیکن بعض ناعاقبت اندیش اور خودغرض لوگوں کی سازش کے نتیجے میں طلبہ چکر میں آ گئے اور انہوں نے کلاسوں کا بائیکاٹ کر دیا۔

پھر اسلامیہ کالج کو ڈاکٹر عمر حیات **ملک** جیسی، بے باک، مخلص، محبِ وطن اور دیگر بے پناہ خوبیاں اور خصوصیات سے متصف شخصیت میسر آئی۔ ان کا زمانہ سب سے زیادہ نازک کٹھن اور مہم جویانہ زمانہ تھا۔ اس دور میں اساتذہ اور طلبہ نے خاص کر وہ شاندار خدمات انجام دیں جو سنہری حروف سے لکھی جائیں گی۔

۴۶۔۱۹۴۵ء کے تاریخ ساز انتخابات میں سب سے بڑھ چڑھ کر حصہ اسلامیہ کالج کے طلبہ نے لیا جس کی قائداعظم محمد علی جناح نے دل کھول کر تعریف کی۔

ڈاکٹر عمر حیات **ملک** (1892۔ ۲۸ مئی ۱۹۸۳) نے علی گڑھ سے ریاضی میں ایم ایس سی کیا، ایل ایل بی کیمبرج سے اور ڈاکٹریٹ جرمنی سے کیا۔ اسلامیہ کالج پشاور سے ریاضی کے پروفیسر مقرر ہوئے پھر اسلامیہ کالج کے پرنسپل بنے تو اسے بہت ترقی دی۔ یہاں تک کہ اسے علی گڑھ کالج کے ہم پلہ بنا دیا۔ بعد ازاں اسلامیہ کالج لاہور کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ "۱۹۴۶ء کے پاکستان ساز انتخابات میں ڈاکٹر صاحب کی نگرانی میں اسلامیہ کالج لاہور کے جیالوں نے اپنے جواں جذبوں سے پنجاب میں مسلم لیگ کو کامیابی کی منزل تک پہنچا دیا۔" (یاران مکتب)